۱) رزق حلال اور اسکے ثمرات ۲) شاہراہ سید الانبیاء

۳) ظاہر و باطن ۴) شفاء القلوب

حضرت مولانا مظہر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامع اشرف المدارس کراچی

صاحبزادہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم
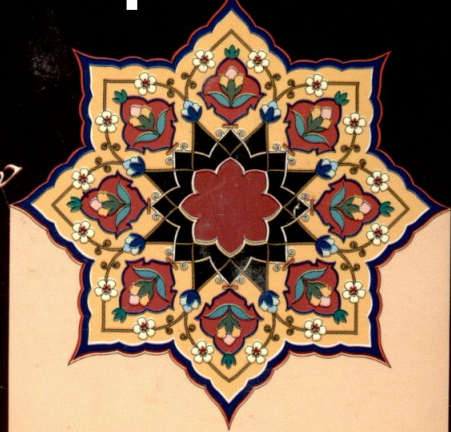
خلیفہ مجاز محی السنۃ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ مرقدہٗ

شفاء القلوب

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر

صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی

خلیفہ: حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

ناشر

کتب خانہ مظہری

﴿ضروری تفصیل﴾

نام کتاب:

شفاء القلوب (مواعظ کا مجموعہ)

نام واعظ:

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

تاریخ:

ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ

تخریج و کمپوزنگ:

محمد اشرف علی رنگونی عفا اللہ عنہ

از: تخصص فی علوم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ اشرف المدارس کراچی

ناشر:

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال بلاک ۱۲ کراچی

فہرست

بہ فیض صحبت ابرار یہ درد محبت ہے	محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ امید نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے	جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

والد ماجد شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد مظہر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

حالات زندگی

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتھم

خلیفہ و مجاز بیعت : محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ

مبدأ تخلیق کائنات تا حال ہر زمانے کی بھٹکی امت کو ایسی شخصیات کی تمنا رہی ہے جو ان کے دلوں میں جہالت سے بجھے ہوئے چراغوں کو دین حق کی تعلیم سے پھر سے روشن کردے، جن سے ان کے شکستہ دلوں کے تپتے صحراؤں میں خوشیوں اور مسرتوں کے بلبلے پھوٹ پڑیں، پھر اللہ رب العزت کی رحمت بے کراں جوش میں آتی ہے اور کچھ ایسی پاکیزہ شخصیات وجود میں لاتی ہے جو رشد و ہدایت کا مہتاب ہوا کرتی ہیں، کہ ان کے رخسار سے عشق الٰہی چھلکتا ہے اور ان کی ہر ادا پر عظمتیں قربان ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ان کی اتباع سے منزلیں سمٹ جاتی ہیں، مرتبے بلند ہوتے ہیں اور ان پر مر مٹنے کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے، بلند پایہ اہل بیاں اور اہل قلم ان کی شرافت و بزرگی، ان کے علم و فضل اور اخلاق عالیہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔

یقیناً ایسے مہکتے پھولوں کی جدائی دل کی دنیا کو ویران کردیتی ہے،

جن کی یادوں سے تنہائیاں پگھل جاتی ہیں، اور جن کے ذکر سے ارماں اتر جاتے ہیں، انہی عظیم ہستیوں میں ایک ہمارے محسن وممدوح، مشفق ومربی، ہردلعزیز شخصیت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں جنہوں نے انتہائی مختصر عرصے میں ایسے ایسے بلند پایہ کام سرانجام دئے ہیں کہ جن کا تصور ہمارے دلوں میں انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے، جنہوں نے طالبان علم نبوت کی علمی خوشہ چینی اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے انتہائی مختصر عرصے میں اپنی شب وروز کی محنتوں وکاوشوں اور بے لوث قربانیوں اور اللہ رب العزت کی خاص نصرت و مدد اور اندھیری راتوں کی خلوتوں میں بزرگوں کے شکستہ دلوں سے اللہ کی محبت میں نکلی ہوئی پر خلوص دعاؤں کی برکت سے وہ کارہائے نمایاں انجام دی ہے جن کا تصور کسی قلب بشر کے لئے انتہائی مشکل ہے، جن میں ایک ''جامعہ اشرف المدار'' کا قیام ہے جس کی آج ۱۲ ر سے زائد شاخوں میں ہزاروں طلبائے کرام اور طالبات اپنی علمی پیاس بجھانے اور اپنے علمی مراحل طے کرنے میں گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مہتمم صاحب کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے دینی کاموں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

ولادت باسعادت:

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کی ولادت ۵/اکتوبر ۱۹۵۱ء کو حضرت اقدس مولانا عبدالغنی پھولپوری صاحبؒ کے حجرۂ خاص میں ہوئی، ان کے والد ماجد کا نام نامی حضرت اقدس، ولی کامل، یادگار اسلاف، فخر اولیاء، استاذ العلماء، مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سرپرست اعلیٰ جامعہ اشرف المدارس کراچی ہے۔

ابتدائی تعلیم:

خوش قسمتی سے آپ نے علوم و معارف کے اس بحر بے کنار میں آنکھ کھولی جو مرجع خلائق تھا جہاں ہر طرف علمی انوار کی برسات اور معرفت کی خوشبوئیں تھیں، جہاں آسمان علم وحکمت کے وہ آفتاب روشن تھے جن کی ضیا پاشیوں سے پورا عالم جگمگا رہا تھا تب ہی تو مولانا ریاست علی صاحب نے کہا تھا کہ ؎

اس وادی گل کا ہر ذرہ خورشید جہاں کہلایا ہے

جو رند یہاں سے اٹھا ہے وہ پیر مغاں کہلایا ہے

ابتدائی تعلیم آپ نے چشمۂ علم وعمل ''جامعہ دارالعلوم کراچی'' میں حاصل کی۔ اس کے بعد مزید دینی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ اشرفیہ

لاہور کا انتخاب کیا اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی اور بالآخر آپ ۱۹۷۲ء میں زمانہ طالب علمی سے نکل کر زمرۂ علماء میں ایک ممتاز عالم دین کے منصب پر فائز ہوئے۔

اساتذۂ کرام:

آپ نے ان نفوس قدسیہ اور جلیل القدر علمائے کرام سے اکتسابِ فیض کیا جو پختگی علم میں اپنے وقت کے غزالیؒ اور رازیؒ ثابت ہوئے اور آپ نے ان کے علم وفضل کی بہاروں سے گلہائے علم ودانش کی گل چینی کی، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب قدس سرہٗ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا موسیٰ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اصلاحی تعلق و بیعت:

آپ مسلسل ایک مدت تک حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق

صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے، تربیت وسلوک کا یہ سلسلہ جاری رہا، اور حضرت نے اپنے مجازِ بیعت کی فہرست میں آپ کا نام بھی شامل کیا اور اس کے بعد خلافت سے نوازا، مدینہ منورہ سے خلافت نامہ روانہ فرمایا۔

الحمدللہ! پاکستان اور دیگر ممالک کے علاوہ صرف بنگلہ دیش میں لاکھوں کی تعداد میں بندگانِ خدا حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہیں اور آپ کے متعلقین میں شامل ہیں۔ اور ہر جمعرات کو خانقاہ میں بعد نماز عشاء بیان میں مدارس کے علماء وطلباء اور عوام کا ایک جم غفیر ہوتا ہے اور بیان کے بعد بیعت ہو کر سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں اور روزانہ بعد نماز عشاء اصلاحی بیان خانقاہ میں ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو خدا ترسی، رحم دلی، خوش خلقی، سنجیدگی اور زاہدانہ زندگی سے نوازا ہے اور جس طرح آپ کمالِ علم وفضل میں اونچے مقام پر فائز ہیں اسی طرح حسن معاشرہ اور خلق عظیم کے زیور سے بھی خوب آراستہ ہیں، آپ نہایت سادہ طبیعت، بلند ہمت، فراخ حوصلہ، جفاکش، بہادر، مستقل مزاج، ہمدرد غرباء، ظاہری نمائش اور شان وشوکت سے گریزاں اور بڑے مہماں نواز ہیں۔

آپ کی ذمہ داریاں:

اہتمام جامعہ کے علاوہ علمی مجالس، خطابت وتقاریر، حلقۂ ذکر واذکار وغیرہ......آپ احسن انداز میں سرانجام دے رہے ہیں۔

دعا ہے کہ یہ گل نہال نو بہار رہے، یہ شجر مثمر سدا سایہ دار رہے، معمور برگ وبار رہے، اس چشمۂ صافی کا فیضان عام رہے، یہ آفتاب تادیر زیب آسماں رہے۔(آمین ثم آمین یا رب العالمین)

سند الحديث

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وبعد: يقول سماحة الشيخ العارف الحكيم محمد مظهر حفظه الله تعالٰى ورعاه: أجازني شيوخي لرواية الكتب المتداولة وغيرها من كتب الحديث الشريف بأسانيدهم التالية:

أولها: أجازني الشيخ مولانا عبيد الله الأمرتسري حفظه الله تعالٰى عن حكيم الأمة مجدد الملة الشاه محمد أشرف علي التهانوي، عن الشيخ الشاه فضل الرحمن الغنج مراد آبادي، عن الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالٰى بأسانيده المتشعبة المتصلة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ثانيها: أجازني الشيخ مولانا محمد إدريس الكاندهلوي، عن الشيخ العلامة محمد أنور شاه الكشميري، عن شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي، عن حجة الإسلام الشيخ مولانا محمد قاسم النانوتوي، عن الشيخ الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي، عن

الشيخ الشاه محمد إسحاق الدهلوي، عن الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالىٰ.

ثالثها: أجازني الشيخ الصوفي محمد سرور حفظه الله تعالىٰ، عن الشيخ المفتي محمد حسن، عن الشيخ أنور شاه الكشميري، عن الشيخ شيخ الهند محمود حسن، عن الشيخ محمد قاسم النانوتوي، عن الشيخ الشاه عبد الغني، عن الشيخ الشاه محمد إسحاق، عن الشيخ الشاه عبد العزيز، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالىٰ.

رابعها: أجازني الشيخ الصوفي محمد سرور حفظه الله تعالىٰ، عن الشيخ رسول خان، عن الشيخ أحمد بن محمد قاسم النانوتوي، عن الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي، عن الشيخ الشاه عبد الغني عن الشيخ الشاه محمد إسحاق، عن الشيخ الشاه عبد العزيز، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالى.

خامسها: أجازني الشيخ عبد الرحمن الأشرفي حفظه الله تعالىٰ، عن الشيخ رسول خان، عن الشيخ أحمد بن محمد قاسم النانوتوي، عن الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي، عن الشيخ عبد الغني المجددي، عن الشيخ الشاه محمد إسحاق، عن الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالىٰ.

سادسها: أجازني والدي العارف الكبير الحكيم محمد أختر حفظه الله تعالىٰ، عن الشيخ عبد الغني الفولفوري، عن الشيخ ماجد علي الجونفوري، عن قطب العالم الشيخ رشيد أحمد الجنجوهي، عن الشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي، عن أبيه الشيخ أبي سعيد الدهلوي المدني، وعن الشيخ الشاه محمد إسحاق الدهلوي، عن الشيخ عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالىٰ.

سابعها: أجازني الشيخ الروحاني البازي، عن الشيخ المفتي محمود، عن شيخ الإسلام السيد حسين أحمد المدني، عن شيخ الهند محمود الحسن الديوبندي، عن حجة الإسلام الشيخ محمد قاسم النانوتوي، عن الشيخ الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي، عن الشيخ أبي سعيد بن الصفي الدهلوي، عن الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالىٰ.

ثامنها: أجازني الشيخ المفتي جميل أحمد التهانوي، عن الشيخ عبد الرحمن الكاملفوري، عن الشيخ خليل أحمد السهارنفوري، عن الشيخ مملوك علي النانوتوي، عن الشيخ رشيد الدين خان الدهلوي، عن الشيخ الشاه عبد العزيز الدهلوي، عن أبيه الإمام الشاه ولي الله الدهلوي رحمهم الله تعالىٰ.

تاسعها: أجازني الشيخ المفتي جميل أحمد التهانوي أيضاً، عن الشيخ خليل أحمد السهارنفوري، عن الشيخ الشاه عبد الغني المجددي الدهلوي، عن الشيخ محمد عابد السندي، عن الشيخ صالح بن محمد العمري، عن الشيخ محمد بن محمد العمري، عن الشيخ أبي الوفاء أحمد بن محمد، عن الشيخ قطب الدين محمد بن أحمد النهروالي، عن الشيخ الحافظ نور الدين أبي الفتوح أحمد بن عبد الله، عن الشيخ بابا يوسف الهروي، عن الشيخ محمد بن شاذ بخت، عن الشيخ أبي لقمان يحيٰى بن عمار الختلاني، عن الشيخ أبي عبد الله محمد بن يوسف الفربري، عن أمير المؤمنين في الحديث الإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، عن الشيخ مكي بن إبراهيم، عن الشيخ يزيد بن أبي عبيد، عن سيدنا سلمة بن الأكوع رضي الله عنه وعنهم أجمعين، عن رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه أجمعين.

رزق حلال

اور

اس کے اثرات

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی

خلیفہ مجاز: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

ناشر:

کتب خانہ مظہری

آپ کو پا گیا اپنی جاں میں

ذکر سے جب ملا نور جاں میں سینکڑوں جاں ملی میری جاں میں

چار سو ان کی نسبت کی خوشبو پھیل جاتی ہے سارے جہاں میں

کس طرح سے چھپاؤں محبت راز ظاہر ہے آہ وفغاں میں

چشم غماز ہے درد نسبت! عشق مجبور ہے گو بیاں میں

نیم جاں کردیا حسرتوں نے رہ کے صحرا میں ہوں گلستاں میں

آپ کی راہ میں جان دے کر آپ کو پا گیا اپنی جاں میں

یوں تو دنیا سے جانا ہے مجھ کو کام کچھ نیک کرلوں جہاں میں

تیری توفیق کا آسرا ہے ورنہ رکھا ہے کیا خاکداں میں

مثل خورشید چمکادے یا رب درد مخفی ہے جو میری جاں میں

تیری رحمت کے صدقے میں اختؔر

کیا عجب ہوگا باغِ جناں میں

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفٰى وسلام على عباده الذين اصطفٰى، أما بعد: وعن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِحَرَامٍ. ❶ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: التُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً إِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَبَرَّ وَصَدَقَ. ❷ وَقَالَ

---

❶ أخرجه البزار في مسنده برقم (٤٣) قال: حدثنا أحمد بن عبد الله بن الحسين بن الكردي، قال: حدثنا أبو عبيدة إسماعيل بن سنان العصفري، قال: حدثنا عبد الواحد بن زيد، قال: حدثنا أسلم الكوفي، عن مرة الطيب، عن زيد بن أرقم، عن أبي بكر الصديق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يدخل الجنة جسد غذي بحرام، ولا يدخل الجنة سيىء الملكة، ملعون من ضارّ مسلماً أو غره۔

وأخرج أبو يعلى في مسنده برقم (٨٣، ٨٤) والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٥٩٦١) مثله۔

❷ أخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (٤٤١١) قال: حدثنا علي بن عبد العزيز، حدثنا أبو نعيم، حدثنا سفيان، عن عبد الله بن عثمان بن خثيم، عن إسماعيل بن عبيد بن رفاعة، عن أبيه، عن جده، قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى البقيع، فقال: يا معشر التجار! حتى اشرأبوا له، قال: إن التجار يحشرون يوم القيامة فجاراً إلا من اتقى وبر وصدق۔

وأخرجه الدارمي في سننه برقم (٢٥٣٨) والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (٢٠٨٣) والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٤٥٠٧) عن البراء بن عازب رضي الله عنه۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ. ❶

آج رزق حلال اور اکل حلال کے متعلق بیان کرنے کا ارادہ ہے، عبادت کی بہت سی قسمیں ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہادوغیرہ۔ ان اعمال میں لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ جماعت کی نماز کا اہتمام نہیں کرتے جبکہ مرنے کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال ہوگا۔ ❷ حضور اکرم ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کچھ

---

❶ أخرجه الترمذي في سننه برقم (١٢٠٩) قال: حدثنا هناد، حدثنا قبيصة، عن سفيان، عن أبي حمزة، عن الحسن، عن أبي سعيد: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء۔ قال أبو عيسى: هذا حديث حسن، لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث الثوري، عن أبي حمزة، وأبو حمزة اسمه عبد الله بن جابر، وهو شيخ بصري، حدثنا سويد بن نصر، أخبرنا عبد الله بن المبارك، عن سفيان الثوري، عن أبي حمزة بهذا الإسناد نحوه۔

وأخرجه الدارقطني في سننه برقم (٢٨١٣) والحاكم في المستدرك برقم (٢١٤٣) والبغوي في شرح السنة برقم (٢٠٢٥)۔

❷ أخرجه النسائي في سننه برقم (٣٩٩١) قال: أخبرنا سريع بن عبد الله الواسطي الخصي، قال: حدثنا إسحاق بن يوسف الأزرق، عن شريك، عن عاصم، عن أبي وائل، عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول ما يحاسب به العبد الصلاة، وأول ما يقضى بين الناس في الدماء۔

وأخرجه ابن ماجه في سننه برقم (١٤٢٥) والنسائي في سننه الكبرىٰ =

لوگوں کو دیکھا کہ ایک فرشتہ پتھر سے ان کے سروں کو کچل رہا ہے اور اس کے بعد جب وہ فرشتہ پتھر اٹھانے جاتا ہے تو ان لوگوں کا سر دوبارہ اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ فرشتہ دوبارہ پتھر لاکر پھر اس کے سر کو کچلتا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے، جماعت کا اہتمام نہیں کرتے۔

=برقم (٣٤٣٩) وأبو يعلى في مسنده برقم (٥٤١٤) والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٠٢٧٣)۔

وروي عن تميم الداري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول ما يحاسب به العبد الصلاة، ثم سائر الأعمال۔ أخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٢٤١) وفي رواية عنه قال: إن أول ما يحاسب به العبد الصلاة، فإن أتمها وإلا قيل: انظروا له تطوع، فإن كان له تطوع فأكملوا المكتوبة من التطوع۔ أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٧٨٥٥) والدارمي موصولاً في سننه برقم (١٣٥٥) مثله۔

وروي عن الحسن: أن أبا هريرة رضي الله عنه لقي رجلاً، فقال: كأنك لست من أهل البلد؟ قال: أجل! قال: ألا أحدثك حديثاً سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلك أن تنتفع به؟ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أول ما يحاسب به العبد الصلاة، فإن كان أتمها وإلا قيل للملائكة: أكملوا صلاته من تطوعه، قال الحسن: و سائر الأعمال على ذلك۔ أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٧٨٥٤)۔

پھر آپ ﷺ اور آگے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگوں کی شرم گاہوں پر چیتھڑے لٹکے ہوئے ہیں، بہت ہی خوفناک منظر ہے، وہ لوگ بہت اذیت میں ہیں۔ دریافت فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ زمین میں بیج لگاتے ہیں اور چند سیکنڈ میں فصل تیار ہو جاتی ہے اور وہ اسے کاٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون خوش نصیب لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے تھے اور جہاد میں حصہ لیتے تھے اور اپنی جان کو اللہ کی راہ میں پیش کرتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ ایک کے بدلے سات سو گنا زیادہ اجر عطا فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ! [1]

---

[1] أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (٢/ ٣٩٦-٣٩٨) قال: أنبأنا أبو سعد أحمد بن محمد الماليني قال: أنبأنا أبو أحمد عبد الله بن عدي الحافظ قال: حدثنا محمد بن الحسن السكري البالسي بالرملة قال: حدثنا علي بن سهل قال: حدثنا حجاج بن محمد قال: حدثنا أبو جعفر الرازي - وهو عيسى بن ماهان - عن الربيع بن أنس، عن أبي العالية، عن أبي هريرة أو غيره عن النبي صلى الله عليه وسلم ح وفيما ذكر شيخنا أبو عبد الله الحافظ رحمه الله أن إسماعيل بن محمد بن الفضل بن محمد الشعراني أخبرهم قال: حدثنا جدي قال: حدثنا إبراهيم بن حمزة=

تو آج عبادت میں بھی کوتاہی ہو رہی ہے لیکن کچھ لوگ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد وغیرہ کا تو اہتمام کرتے ہیں لیکن اکل حلال کے معاملے میں آکر وہ بھی پیچھے رہ جاتے ہیں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِحَرَامٍ (1)

=الزبيري قال: حدثنا حاتم بن إسماعيل قال: حدثني عيسى بن ماهان، عن الربيع بن أنس، عن أبي العالية، عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال في هذه الآية ﴿سبحان الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى﴾ قال: أتي بفرس فحمل عليه قال: كل خطوة أقصى بصره فسار وسار معه جبريل عليه السلام، فأتى قوم يزرعون في يوم ويحصدون في يوم، كلما حصدوا عاد كما كان، فقال: يا جبريل! من هؤلاء؟ قال: هؤلاء المهاجرون في سبيل الله يضاعف لهم الحسنة بسبع مائة ضعف، وما أنفقوا من شيء فهو يخلفه وهو خير الرازقين، ثم أتى على قوم ترضخ رؤوسهم بالصخر، كلما رضخت عادت كما كانت، لا يفتر عنهم من ذلك شيئاً، فقال: يا جبريل! من هؤلاء؟ قال: هؤلاء الذين تتثاقل رؤوسهم عن الصلاة، قال: ثم أتى على قوم على أقبالهم رقاع وعلى أدبارهم رقاع، يسرحون كما تسرح الأنعام عن الضريع والزقوم ورضف جهنم وحجارتها، قال: ما هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين لا يؤدون صدقات أموالهم، وما ظلمهم الله، وما الله بظلام للعبيد، ......إلخ۔

وبهذا الإسناد ذكره الطبري في تفسيره في تفسير قوله تعالى: ﴿سبحان الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى﴾۔

(1) تقدم تخريجه في صـ ٤

کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ [1]

کہ کسب حلال کا طلب کرنا دیگر فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔ یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوۃ سے فارغ ہونے کے بعد کسب حلال فرض ہے۔

ہمارے پیارے حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو جینے کا طریقہ بھی سکھلایا، تجارت کا طریقہ بھی سکھلایا، مرنے کا طریقہ بھی سکھلایا، لیکن آج افسوس یہ ہے کہ امت اپنے پیارے محبوب ﷺ کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کی طرف دیکھ رہی ہے کہ انہوں نے ہماری ترقی کے لئے کیا کیا اصول مقرر کئے؟

---

[1] أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (١٢٠٣٠) قال: أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبيد الصفار، حدثنا إبراهيم بن إسحاق السراج، حدثنا يحيٰى بن يحيٰى، حدثنا عباد بن كثير، عن سفيان الثوري، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة۔ تفرد به عباد بن كثير الرملي وهو ضعيف۔ أخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال: قرأت بخط أبي عمرو المستملي سمعت أبا أحمد الفراء يقول: سمعت يحيٰى بن يحيٰى يسأل عن حديث عباد بن كثير في الكسب الحلال قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ قال: إن كان قاله۔

هكذا أخرجه في شعب الإيمان برقم (٨٣٦٧) وأخرجه ابن الأعرابي في معجمه برقم (١١٣٦)۔

آج حضور اکرم ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے، بتلائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر ہر شخص یہود ونصاریٰ کی طرف دیکھ رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے ہماری ترقی کے لئے اور کیا کیا پروگرام بنائے ہیں؟ کیا کیا چیزیں ہمیں دی ہیں؟

آج جس کو دیکھو بینکوں سے سود یا قرض لے رہا ہے اور ہر شخص کی نظر بجائے اس کے کہ حق تعالیٰ کی طرف ہو، حکام ہوں یا عوام ہوں، سب کی نظریں ''ورلڈ بینک'' اور ''آئی ایم ایف'' کی طرف ہیں کہ یہ نئے ذریعے ہمارے دوسرے خدا ہیں۔ یہ ہمیں قرض دیں گے تب اس سے ہم چلیں گے ''ورلڈ بینک'' اور ''آئی ایم ایف'' یہودیوں کے ادارے ہیں جنہیں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے چونکہ ان کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے سود لینے اور سود دینے والوں سے اعلان جنگ کیا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو سود کے کاروبار میں لگا دو تا کہ جب اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائیں گے تو پھر جس راستے پہ چاہو ان کو لگا لو۔

لیکن لوگ جانتے ہی نہیں کہ ''ورلڈ بینک'' ہے کیا؟ ''آئی ایم ایف'' ہے کیا؟ ایک لطیفہ ہے جس کو سن کر ہم سمجھ جائیں گے کہ ''آئی ایم ایف'' کیا چیز ہے؟ اور ''ورلڈ بینک'' کیا چیز ہے؟ غور کیجئے!

ایک بھانجا تھا جس کے سات ماموں تھے۔ بھانجا جو تھا اس کو ''ورلڈ بینک'' اور ''آئی ایم ایف'' سمجھ لیں یا اس کو ویزا کارڈ سمجھ لیں۔ یہ

ساتھ ماموں جو تھے یہ عوام تھے۔ بھانجا بہت شریر، تیز اور ہوشیار تھا۔ ماموں بھی کھاتے پیتے اور زمیندار تھے۔ بھانجے نے سوچا کہ میرے ماموؤں کے پاس جو کچھ جائیداد ہے وہ بھی کیوں نہ میں حاصل کرلوں تاکہ اور عیش سے زندگی گزرے۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتوں ماموؤں کی بہت زبردست اور شاندار دعوت کی۔ سب ماموں جب گھر آئے تو دیکھا کہ سینکڑوں قسم کے کھانے لگے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ ہمارا بھانجا اتنے عیش سے رہتا ہے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو بھانجا اپنے ماموؤں کو اپنے اصطبل میں لے گیا جیسے آج کل جب کوئی مہمان آتا ہے تو کھانے سے فارغ ہوکر میزبان اس کو اپنی کار دکھاتے ہیں کہ میں نے نئی کار خریدی ہے، دیکھئے! کتنی عمدہ ہے۔ تو اس بھانجے نے اپنا گھوڑا دکھایا اور رات پہلے سے بیوی کو سمجھا دیا تھا کہ آج اس کو چارہ دینا تو اس میں بہت سے سکے شامل کردینا۔ اب وہ سکے گھوڑے کے پیٹ میں پہنچ چکے تھے۔

ماموؤں نے پوچھا کہ گھوڑے میں کیا خاصیت ہے؟ بھانجے نے کہا: اچھا! ابھی دکھلاتا ہوں آپ کو، یہ تو ''ورلڈ بینک'' ہے کہ اس کا گوبر بھی اتنا قیمتی ہے کہ اس کو دھوکر سال بھر کا گزارہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے لاٹھی اٹھا کر دو تین مرتبہ گھوڑے کی کمر پر رسید کی، تو گھوڑے کی عادت ہے کہ جب اسے کوڑا لگتا ہے تو فوراً پاخانہ جاری ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس نے گوبر کرنا شروع کیا تو اس میں سے چھنا چھن کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔

تمام ماموؤں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور وہ حیران ہو گئے کہ یہ کیا بات ہے؟ بھانجے نے نوکر کو بلایا اور کہا جاؤ! ان سکوں کو دھو کر لے آؤ۔ جب وہ دھو کر لایا تو اچھے خاصے سکے تھے۔ اب ماموؤں نے کہا کہ اس کا سال بھر کا خرچہ تو ایک دن میں نکل آیا، یہ گھوڑا تو بہت کام کا ہے کیوں نہ یہ گھوڑا ہم اپنے ساتھ لے جائیں۔ ماموؤں نے کہا دیکھو بھانجے! یہ گھوڑا ہمیں دیدو۔ اس نے کہا یہ گھوڑا تو میں نہیں دے سکتا اس لئے کہ میری ساری عیاشی اس گھوڑے کی وجہ سے ہے۔ یہ میرا ''ورلڈ بینک'' بھی ہے ''آئی ایم ایف'' بھی ہے اور ویزا کارڈ بھی ہے میرے گھر میں جتنے عیش ہیں یہ سب اسی کی وجہ سے ہیں۔ ماموؤں نے کہا آخر تم ہماری بہن کے بیٹے ہو اپنی ماں کا خیال کرو، یہ گھوڑا ہم ضرور لے کر جائیں گے۔

جب انہوں نے زیادہ ضد کی تو بھانجے نے کہا اچھا چلئے! ماموؤں کا خیال کرنا پڑے گا، ایک ہزار روپے میں سودا کر لیا، ایک ہزار روپے سب نے چندہ کر کے دیا اور گھوڑا لے کر گھر چلے گئے۔ یہ شخص فوراً بیوی کے پاس پہنچا اور کہا: دیکھا! پچاس روپے کا گھوڑا خریدا تھا ایک ہزار میں ماموؤں کو دے دیا اب تو بھی آرام سے سو جا۔ اب یہ سات دن تک نہیں آئیں گے۔ آٹھویں دن آئیں گے۔ اس نے بیوی کو بھی سکھا رکھا تھا۔

اس لئے جتنے بھی بینک اور سودی کاروبار کرنے والے ہوتے ہیں وہ بہت شاندار گاڑی والے ہوتے ہیں تاکہ عام سیدھا سادھا مسلمان
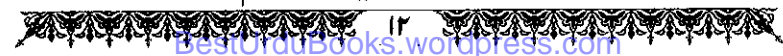
بیوقوف بن جائے۔ اب بڑے ماموں گھوڑا لے کر گھر پہنچے، پورے خاندان کو جمع کیا اور کہا کہ ایک عجیب گھوڑا دکھاتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا خوبی ہے اس میں؟ کہنے لگا: ابھی دکھاتا ہوں۔ چند کوڑے لگائے تو دو تین سکے نکلے۔ اب ماموں پریشان کہ وہاں تو اتنے سکے نکلے اور یہاں دو تین ہی نکلے۔ دوسرا ماموں اس گھوڑے کو لے گیا۔ اس نے کوڑے مارے تو ایک بھی سکہ نہ نکلا حتی کہ گھوڑا تمام ماموؤں کے پاس پہنچا لیکن کوئی سکہ بھی نہیں نکلا۔ ساتواں ماموں کیونکہ صحت منداور نوجوان تھا، اس کو غصہ آیا، اس نے کہا اس دھوکہ باز نے ہمیں کیسا گھوڑا دیا ہے، اتنا مارا کہ گھوڑا ہی مر گیا۔

بھانجے کو پتہ چل گیا کہ ساتوں ماموں وہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ جلدی سے بازار گیا اور ایک ہی شکل کے دو خرگوش خریدے۔ ایک کے گلے میں پٹہ ڈال کے گھر میں باندھ دیا دوسرے کو بغل میں دبایا اور دوڑتا ہوا ماموؤں کے راستے میں پہنچا اور دور سے آواز دے کر کہا السلام علیکم! ماموؤں نے کہا کمبخت! تو نے ہمیں دھوکہ دیا۔ کہنے لگا ماموں! دھوکہ کی بات چھوڑو۔ بہت دن ہو گئے کہ آپ نے ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھایا۔ آج پھر ہم ساتھ کھانا کھائیں۔ کہنے لگے کہ پہلے تو تو نے دھوکہ دیا اب بھی دھوکہ دے گا۔ کہا نہیں! آج تو آپ لوگوں کی بہترین دعوت ہے۔ ماموؤں سے پوچھا کہ کیا کھائیں گے آپ؟ ادھر بیوی کو بتا کر آیا تھا کہ یہ یہ چیز پکانا۔ ماموؤں نے پوچھا کہ اگر ابھی بتلائیں گے تو گھر کیسے اطلاع ہوگی؟

کہنے لگا یہ میرے پاس جو خرگوش ہے یہ دراصل موبائل فون ہے میں ابھی موبائل فون پر بتاؤں گا تو گھر پر وہی چیزیں پک کر تیار ہو جائیں گی۔ اب وہ تمام ماموں حیران ہیں کہ یہ تو خرگوش ہے۔ یہ موبائل فون کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ آنکھیں بھی جلدی جلدی ہلا رہا ہے، کان بھی ہلا رہا ہے، سننے کے لئے بے تاب ہے کہ کیا پیغام ملے اور میں جلدی سے گھر پہنچاؤں۔ اب اس نے خرگوش سے کہا کہ جاؤ جلدی سے بتاؤ کہ بریانی، کوفتے، شامی کباب، مچھلی فرائی، شاہی ٹکڑے وغیرہ اور دیگر چیزیں پکالیں۔ اس نے کہا آپ غور سے سنئے یہی چیزیں گھر میں پکی ہوئی ملیں گی۔ اب وہ ماموں بڑے حیران تھے کہ یہ خرگوش عجیب جانور ہے۔ اس نے کہا ابھی دیکھئے۔ یہ کہہ کر اس خرگوش کو چھوڑ دیا۔ وہ تو جانور تھا جنگل میں بھاگ گیا اب یہ ماموں جب شام کو گھر پہنچے تو دستر خوان لگا ہوا تھا اور وہی کھانے پکے ہوئے ہیں جو جو اس نے خرگوش کو بتلائے تھے۔ اب تو یہ بہت حیران ہوئے۔ دیکھا تو کونے میں وہ خرگوش بھی بندھا ہوا ہے۔ کہنے لگے واقعی یہ خرگوش کام کا ہے، گھوڑے میں تو ہمیں دھوکہ دے گیا لیکن یہ خرگوش واقعی کام کا ہے۔ سب نے کھانا کھایا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ بھانجے! تم نے پہلے تو دھوکہ دیا لیکن اب ہم دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ اب تم کو یہ خرگوش ہمیں دینا ہی پڑے گا۔

اس نے کہا کہ یہ خرگوش تو میں دے نہیں سکتا، کیونکہ یہ میرا موبائل

فون ہے۔ میں تو انٹرنیشنل آدمی ہوں، دنیا بھر میں کاروبار چلا رہا ہوں۔ اسی کے ذریعے سے میں بات کرتا ہوں۔ گھر میں پیغام بھیجتا ہوں۔ سارا کاروبار اس نے سنبھالا ہوا ہے۔ ماموؤں نے کہا آج تو ہم یہ خرگوش لے کر جائیں گے۔ جب بہت ضد کی تو اس نے کہا اچھا ایک ہزار روپیہ دے دیجئے۔ اب ساتوں ماموؤں نے جیبیں ٹٹولیں، بڑی مشکل سے ہزار روپے پورے کئے، خرگوش لے کر روانہ ہوئے۔ بھانجے نے بیوی کو فوراً جا کر بتایا کہ دس روپیہ میں خرگوش لایا تھا اور ایک ہزار میں فروخت کر دئے۔ نوسو نوے روپے کا نفع ہوا۔ اب یہ ساتوں ماموں بڑے خوش خوش ہنستے ہوئے جا رہے ہیں کہ اب مزہ آئے گا۔

زمین دار تھے لہٰذا زمین پہ جا کر اپنی سب برادری کو جمع کیا۔ پوچھا آج شام کو دعوت کھاؤ گے یا کل؟ سب نے کہا کہ نقد ہی معاملہ کر لو، آج شام ہی کو کھا لیتے ہیں۔ کہا کیا پسند کرتے ہو؟ جو کچھ ان لوگوں نے بتلایا وہ انہوں نے خرگوش کو بتلا دیا۔ کہا کہ ابھی یہ گھر بتلائے گا۔ سب لوگ حیران ہیں کہ خرگوش کیسے بتلائے گا؟ کہا یہ عام خرگوش نہیں ہے یہ موبائل فون بھی ہے۔ یہ فوراً پیغام پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اس کو کہہ کر چھوڑا وہ جنگل میں بھاگ گیا۔

شام کو وہ سارے لشکر کو لے کر گھر پہنچے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو بیوی سو رہی تھی۔ ماموں نے کہا کم بخت! تو نے وہ سب کچھ پکایا؟ بولی کیا چیز؟ کہا وہ جو تجھ کو موبائل فون پر اطلاع دی تھی۔ کہا یہاں تو کوئی اطلاع نہیں آئی۔ کہا

میں نے جو خرگوش بھیجا تھا۔ بیوی نے کہا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ خرگوش بھی کہیں موبائل فون ہوتا ہے۔ کہا وہاں بھانجے کے یہاں تو اس نے صحیح صحیح رپورٹ دی تھی۔ کیا اس نے یہاں صحیح رپورٹ نہیں دی؟ اب اچھا خاصہ ہنگامہ ہوا بڑی بے عزتی ہوئی۔ اب ماموؤں نے کہا اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت چکر باز ہے۔ دوبارہ ہمیں دھوکہ دے گیا۔ اب اس کو چھوڑنا نہیں۔ اس کی خیریت نہیں، چلو سب مل کر اس کی پٹائی کرتے ہیں۔

بھانجے کو پتہ چل گیا کہ اب سب ماموں غصہ میں اس کے گھر آرہے ہیں۔ اس نے جلدی سے گھر میں جو دو تین مرغیاں تھیں ان کو ذبح کیا اور ان کا خون گائے کی اوجڑی کے اندر اچھے طریقے سے بھر کے بیوی کے گلے میں باندھ دیا۔ اب بیوی سے کہا کہ ماموؤں کے آتے ہی تم شور مچانا کہ روز تم کھانا کھانے کے لئے پہنچ جاتے ہو۔ وہ غصہ مجھ پر ہوں گے لیکن پھر تم سے الجھ جائیں گے، میں بچ جاؤں گا۔ آج کل یہی ہوتا ہے جب ''ورلڈ بینک'' والے بھاگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بینک خسارے میں چلا گیا۔ لوگوں کو اس بینک سے الجھا دیتے ہیں اور خود غائب ہو جاتے ہیں۔

اب ان کے آتے ہی بیوی نے شور مچایا کہ آپ لوگ جب دیکھو پہنچ جاتے ہیں کھانا کھانے کے لئے۔ میں انسان ہوں یا جانور، پکا پکا کر تھک گئی ہوں۔ اب سنئے وہ بھانجا فوراً آکر ڈانٹتا ہے کہ خاموش رہ نالائق کہیں کی۔ میرے ماموؤں کے ساتھ گستاخی کرتی ہو، تم کو شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا یہ

روز کھانے کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ بھانجے نے کہا: تم نے پھر زبان چلائی اور آخر میں چھری نکالی اور بیوی کو ذبح کر دیا۔ اس کو پہلے سے سکھایا ہوا تھا۔ اب ذبح تو اس کو نہیں کیا بلکہ اوجڑی کی جو رگ تھی وہ کٹ گئی اور خون ساری زمین پر پھیل گیا بیوی بھی زمین پر گر گئی۔ اب یہ سب ماموں گھبرا گئے۔ کہنے لگے یہ تم نے کیا کر دیا؟ بیوی کو جان سے مار دیا۔ اس نے کہا کوئی بات نہیں، اگر آپ پریشان ہیں تو دوبارہ زندہ کر دیتا ہوں، اس چھری کے اندر یہ خاصیت ہے کہ جسے اس کے ذریعے ذبح کیا جائے یہی چھری اس کو دوبارہ زندہ کر دیتی ہے۔

پھر بھانجے نے اپنی بیوی کے گلے پہ دوبارہ چھری پھیری اور کہنے لگا کہ ''جو چھری مارتی ہے وہی زندہ کرتی ہے'' تین دفعہ جب پھیری تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بڑے ماموں نے کہا اب پتہ چلا کہ یہ چھری کام کی ہے۔ یہ چھری تو ہم ضرور لے کر جائیں گے۔ بھانجے نے کہا کہ ارے نہیں ماموں اسی سے تو میرا رعب رہتا ہے۔ ماموؤں نے کہا کہ تمہاری ممانیوں نے ہمیں بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ ہم جیسے ہی گھر میں داخل ہوتے ہیں اور وہ ہمیں کسی نہ کسی بات پر پریشان کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

اب یہ چھری ہمارے پاس ہوگی تو کم سے کم وہ خوف سے ذرا خاموش تو رہیں گی۔ ماموؤں نے کھانا وغیرہ کھایا اور اس کے بعد جب چھری کے لئے بہت اصرار کرنے لگے تو بھانجے نے کہا کہ ایک ہزار روپے دے

دیجئے، اب کیا کیا جائے؟ ویسے یہ چھری تو میرے بہت کام کی تھی جس کی وجہ سے گھر میں رعب رہتا تھا۔ بہر حال اب ماموں ایک ہزار کی چھری لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ بھانجے نے بیوی سے کہا کہ دیکھا دو روپے میں چھری خریدی تھی اور ایک ہزار میں بیچ دی ہے۔ نو سو اٹھانوے روپے کا نفع ہوا۔ اب چند دن فکر نہ کر۔ چند دن میں ان کی زمین بھی بک جائے گی اور یہ سب کے سب ماموں میرے گھر آجائیں گے اور اسی طریقے سے ہزار ہزار روپے دیتے رہیں گے۔ اب ماموں گھر گئے۔ بڑے ماموں کی بیگم نے فوراً ڈانٹا کہ پھر اس بیوقوف کے چکر میں آگئے۔ کہا خاموش رہو، تمہیں پتہ نہیں کہ میں آج چھری لے کر آیا ہوں۔ اس نے پھر کچھ کہا تو فوراً اس کی گردن پر چھری پھیر دی۔ دوسرے ماموؤں نے کہا یہ کیا کیا؟ کہنے لگے کوئی بات نہیں میں دوبارہ زندہ کر دوں گا۔ اب دوبارہ چھری پھیر رہے ہیں تو کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔

دوسرا ماموں کہتا ہے چلو میں تجربہ کرتا ہوں۔ وہ چھری اپنے گھر لے گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو ذبح کیا وہ بھی ختم ہوگئی، یہاں تک کہ ساتوں ماموؤں کی بیویاں ختم ہوگئیں۔

اب ساتوں ماموؤں نے کہا کہ یہ کمبخت پہلے تو ہمارے ایک ہزار لوٹتا رہا لیکن اب تو اس نے ہماری بیویوں کو بھی ختم کرا دیا، یہ کوئی یہودی سازش معلوم ہوتی ہے کہ ہماری بیویاں بھی ہاتھ سے گئیں۔ اس کو زندہ نہیں

چھوڑنا ہے۔

چنانچہ وہ ڈنڈے اور کلہاڑے وغیرہ لے کر چل پڑے کہ اس کو زندہ نہیں چھوڑنا ہے۔ دوسری طرف بھانجے کو پتہ چل گیا کہ سب ماموں سخت غصہ میں آ رہے ہیں، فوراً مستری کو بلوایا اور اس سے قبر بنوائی، بیوی سے کہا میں قبر کے اندر لیٹ جاؤں گا تم بتا دینا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے جیسے بینک والے کہتے ہیں کہ بینک خسارہ میں چلا گیا ہے۔ ماموں غصے میں بھانجے کے گھر آئے تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے لیکن ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے، اگر آپ کو کوئی پریشانی ہو تو بتا دیں۔ وہ پریشانی کو دور کر دے گا۔

شاید ماموں بھی قبر کے پجاری تھے۔ جلدی سے جھانک کر کہا کہ کمبخت! تو نے ہمارے ساتھ یہ کیا حرکت کی؟ بھانجے نے ہاتھ میں چھری رکھی تھی اس کی ناک کاٹ دی۔ اب بڑے ماموں ناک پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹے۔ دوسرے ماموں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا خود دیکھو کیا ہوا۔ اس نے جھانکا تو اس کی بھی ناک کاٹ دی۔ حتیٰ کہ ساتوں ماموؤں کی ناکیں کاٹ دیں۔ اب انہوں نے کہا کہ زندہ رہنا فضول ہے جب یہاں تک ہماری حالت پہنچ گئی، بیویاں مرگئیں، ناک کٹ گئی، اب ہمارے پاس کیا بچا۔ انہوں نے کلہاڑے مار مار کر اس کو قبر سے نکالا کہ کم بخت زندہ ہے اور ناکیں کاٹ رہا ہے اور بیوی کہتی ہے کہ مر گیا۔ اب اس کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

راستے میں ایک اندھا اور بہت گہرا کنواں ہے، اس کو لے جا کر اس میں پھینکنا ہے تا کہ یہ خود بھی ختم ہو جائے اور ہم بھی اس کے عذاب سے بچ جائیں۔

چنانچہ بھانجے کو قبر سے نکال کر بورے میں بند کیا اور لے گئے۔ ابھی آدھے راستے میں پہنچے تھے کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ سوچا کہ چلو ظہر کی نماز پڑھ لیں۔ نماز پڑھ کر اور کھانے سے فارغ ہو کر پھر لے جائیں گے۔ سب وضو کرنے کے لئے چلے گئے۔ کسی نے نماز کی نیت باندھ لی۔ ایک چرواہا وہاں سے گذر رہا تھا۔ اس کے ساتھ جانوروں کا ریوڑ تھا۔ اس نے سنا کہ بورے کے اندر سے آواز آ رہی ہے، کچھ حرکت محسوس ہو رہی ہے۔ اس نے بورے کو لات ماری تو دیکھا کہ اس میں کوئی آدمی ہے۔ پوچھا بھائی خیریت تو ہے؟ اس نے کہا خیریت ہی تو نہیں ہے اس لئے تو بند کیا گیا ہوں، چرواہے نے پوچھا مسئلہ کیا ہے؟ کہا مسئلہ تو کچھ نہیں ہے، یہ ساتوں میرے سگے ماموں ہیں، یہ مجھے بورے میں بند کر کے لے جا رہے ہیں، یہاں سے سو کلومیٹر پر جو بادشاہ کا محل ہے اس کی اکلوتی بیٹی سے میری شادی کرانا چاہتے ہیں اور میں شادی نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ میری بیوی گھر پر ہے، تو اس چرواہے نے پوچھا کہ کیا میری شادی ہو سکتی ہے؟ کہا کیوں نہیں۔ بورا کھولو اور پھر جلدی سے تم اندر گھس جاؤ میں باندھ دیتا ہوں، خاموش رہنا اور بولنا کچھ نہیں۔

اب اس نے چرواہے کو بند کیا اور خود پورا ریوڑ لے کر گھر پہنچا۔ تمام
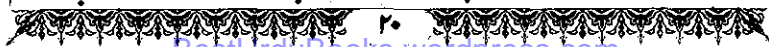
ماموں نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ پھر بورے کو لے جا کر اس اندھے کنویں میں ڈال آئے۔

ہفتہ دس دن کے بعد سوچا کہ بھانجے کو تو ہم نے مار دیا ہے، اس کی بیوی اکیلی گھر میں رو رہی ہوگی، چلو اس سے تعزیت کر لیں، اس کے تسلی دیں اب جب ساتوں ماموں پہنچے تو دیکھا کہ صاحب بہادر گھر کے باہر بیٹھا حقہ پی رہا ہے اور سینکڑوں جانوروں کا ریوڑ سامنے موجود ہے۔ یہ لوگ حیران رہ گئے، کہنے لگے کہ ہم نے تو اس کم بخت کو کنویں میں پھینکا تھا لیکن یہ زندہ کیسے ہے اور اتنا مالدار کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ ماموں آپ نے تو مجھے اندھے کنویں میں پھینکا لیکن اوپر والی تہہ پر پھینکا۔ وہاں جتنے جانور تھے وہ میں لے کر آ گیا لیکن میں نے اندر جھانکا تو وہاں تو لاکھوں کی تعداد میں جانور بھرے ہوئے تھے، عجیب عجیب قسم کے ہرن اور عجیب عجیب نسل کے جانور۔ ماموؤں نے کہا کہ یہ صحیح کہہ رہا ہے یہ وہیں سے جانور لے کر آیا ہے، ہم نے تو اس کو اپنے ہاتھوں کنویں میں پھینکا تھا۔ چنانچہ سب ماموؤں نے دوڑ لگائی، ہر ایک نے یکے بعد دیگرے اس کنویں میں چھلانگ لگائی اور دنیا سے ان کا وجود ختم ہو گیا۔

تو یہود و نصاریٰ نے سازش کے تحت ہمیں سود کے اندر ایسا مبتلا کر دیا ہے کہ آئندہ آنے والی نسلیں پہلے ہی سود کی کیچڑ میں پھنسی ہوئی ہوں گی۔ وہ کہیں گی کہ ہمارے باپ دادا نے اتنا سود لے کر ہمیں پھنسا دیا

ہے بتائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے کہ:

''جس کے پاس ایک اپنا درہم ہو اور ایک درہم سود کا ہو، اگر اس کو استعمال کرے گا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔'' ❶

آج جس کو دیکھئے بینک میں پیسے جمع کر کے سود استعمال کر رہا ہے نعوذ باللہ۔

جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِحَرَامٍ ❷

ترجمہ: کہ ایسا جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

آج حلال کی فکر ختم ہوگئی ہے۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ صبح کو دکان کھولوں، شام

---

❶ أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٦٤٩٥) حدثنا محمد بن عيسى بن شيبة، ثنا الحسن بن علي الأحتياطي، ثنا أبو عبد الله الجوزجاني رفيق إبراهيم بن أدهم ثنا ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس قال: تليت هذه الآية عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ﴿يا أيها الناس كلوا مما في الأرض حلالاً طيباً﴾ فقام سعد بن أبي وقاص، فقال: يا رسول الله! ادع الله أن يجعلني مستجاب الدعوة، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا سعد! أطب مطعمك تكن مستجاب الدعوة، والذي نفس محمد بيده إن العبد ليقذف اللقمة الحرام في جوفه ما يتقبل الله منه عمل أربعين يوماً، وأيما عبد نبت لحمه من السحت والربا فالنار أوْلى به۔ لا يروى هذا الحديث عن ابن جريج إلا بهذا الإسناد، تفرد به الأحتياطي۔

❷ تقدم تخريجه في صـ ٤

کو کروڑ پتی بن جاؤں، چاہے حرام طریقے سے کام کرنا پڑے، جس طریقے سے بھی ہو لیکن دولت ملنی چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے۔ ایک شخص گندم بیچ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے گندم کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ گندم کا نچلا حصہ گیلا ہے اور اوپر بہترین گندم رکھی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ کیا کر رہے ہو؟" اس نے کہا کہ یہ بارش سے خراب ہو گئی تھی اس لئے میں نے نیچے کر دی ہے۔ اگر اوپر ہو گی تو لوگ خریدیں گے نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا [1]

ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ تو دھوکہ ہے کہ اچھی گندم تم نے اوپر کر دی اور خراب گندم نیچے چھپا دی۔ آج سبزی منڈی میں جائیں۔ پیاز کی ڈھیری لگائی ہوئی ہے،

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (١٣١٥) قال: حدثنا علي بن حجر، أخبرنا إسماعيل بن جعفر، عن العلاء بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: يا صاحب الطعام! ما هذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال: من غش فليس منا۔ قال: وفي الباب عن ابن عمر وأبي الحمراء وابن عباس وبريدة وأبي بردة بن نيار وحذيفة بن اليمان۔ قال أبو عيسى: حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح۔

خوبصورت سجی ہوئی ہے، سامنے سے جب آپ اس سے خریدیں گے تو دکاندار اچھی پیاز کو چھوڑ کر بیکار اور چھوٹی پیاز دے گا۔ معلوم ہوا کہ اس نے دن رات اسی کی محنت کی ہے کہ اچھا مال سامنے رکھے اور خراب مال کو چھپا کر رکھے اور پھر فروخت کرتے وقت خراب مال فروخت کرے۔ حالانکہ اس کو چاہئے کہ اگر وہ رزق حلال چاہتا ہے تو چھوٹے کو الگ رکھے بڑے کو الگ، دونوں کی قیمت الگ کردے۔

اور آج ہم خود کو حنفی کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کتنے بڑے تاجر تھے۔ اس زمانے میں روئے زمین پر بہت کم کوئی ایسی بندرگاہ ہوتی تھی جہاں آپ کا کوئی نہ کوئی جہاز کپڑے سے لدا نہ کھڑا ہو۔ اس تجارت کے دوران ایک تھان کپڑے کا ایسا آ گیا جو خراب تھا، اس میں داغ تھے۔ آپ نے ملازم سے کہا کہ دیکھو اس کو فروخت کرتے وقت اس کے عیب بتلا دینا۔ ایسا نہ ہو کہ بغیر بتلائے تم اس کو فروخت کردو۔ ملازم بھول گیا، جب بہت سا کپڑا فروخت ہوا تو غلطی سے اس میں وہ تھان بھی فروخت ہو گیا۔ آپ تشریف لائے پوچھا وہ کپڑا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ تو مجھ سے غلطی سے بغیر عیب بتلائے ہوئے فروخت ہو گیا۔

بتائیں! آج کل کے تاجر ہوتے تو شاباش دیتے کہ شاباش بیٹا تم نے عیب چھپا کر اس کو بیچ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا، لہٰذا پورے شہر میں اعلان کروایا اور اس شخص کو تلاش کروایا، جب وہ شخص مل

گیا تب آپ نے فرمایا کہ اس کپڑے میں عیب تھا اور داغ دھبے تھے میں نے اس غلام کو منع کیا تھا کہ اس کو فروخت کرتے وقت خریدنے والے کو اس کا عیب ضرور بتا دینا لیکن اس نے عیب بتائے بغیر یہ آپ کو فروخت کر دیا لہٰذا یہ غلطی سے فروخت ہو گیا، تمہاری مرضی ہے اگر چاہو تو رکھو چاہو تو واپس کر دو۔ ❶ یہ شان تھی امام ابو حنیفہؒ کی، آپ تابعی ہیں آپ سے روایات منقولہ ۱۰۱۹ ہیں۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت رکھی ہے۔ آپ گرم چیزیں کھائیں گے تو گرمی پیدا ہو گی۔ خشک چیزیں کھائیں گے تو خشکی پیدا ہو گی۔ تری والی چیزیں کھائیں گے تراوٹ پیدا ہو گی۔ اگر آپ حرام مال کھائیں گے تو آپ کا نہ نماز میں دل لگے گا، نہ عبادت میں دل لگے گا۔ اللہ والوں سے وحشت ہو گی۔ آخرت کا کبھی خیال بھی نہیں آئے گا۔

حجاج بن یوسف کے زمانے میں اولیاء اللہ کا ایک گروہ تھا جب کوئی ظالم بادشاہ ظلم کرتا تھا تو یہ بدعا کرتے اس کی حکومت ختم ہو جاتی۔ حجاج بن

---

❶ ذكره الخطيب البغدادي في تاريخه (۱۳/۳۵۸) في مناقب أبي حنيفة قال: قال النخعي: حدثنا الحسين بن الحكم الحبري، حدثنا علي بن حفص البزاز قال: كان حفص بن عبد الرحمن شريك أبي حنيفة، وكان أبو حنيفة يجهز عليه، فبعث إليه في رفقة بمتاع وأعلمه أن في ثوب كذا وكذا عيباً، فإذا بعته فبين، فباع حفص المتاع ونسي أن يبين ولم يعلم ممن باعه، فلما علم أبو حنيفة تصدق بثمن المتاع كله۔

یوسف نے ان تمام بزرگوں کی دعوت کی جب ان لوگوں نے کھانا کھالیا تو حجاج نے کہا ''الحمدللہ'' لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ان سب کے پیٹ میں حرام غذا داخل کردی ہے اب ان کی بددعا سے میں بچ گیا کیونکہ حرام کھانے کی وجہ سے اب ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔

چنانچہ حلال مال آپ کے پیٹ میں پہنچے گا تو آپ کو قلب میں نور محسوس ہوگا، آپ کو ذکر میں ایک عجیب کیفیت محسوس ہوگی، دین کا ہر کام آپ کو آسان معلوم ہوگا۔ جہاد میں جانا آپ کو آسان معلوم ہوگا ورنہ دور سے خوف ہوگا، اس لئے کہ دنیا کی محبت اور موت کا خوف حرام مال کی خاصیتیں ہیں اس کی وجہ سے دنیا کی محبت غالب ہوجائے گی اور موت کا خوف بھی غالب رہے گا۔

تو ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں۔ رزق حلال کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں وہ لذت ہوتی ہے کہ جو کسی اور چیز میں نہیں پائی جاتی اور رزق حلال میں وہ برکت ہوتی ہے کہ تھوڑا سا کھانا بھی بہت سے افراد کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں برکت ہوتی ہے اور برکت کی تعریف ہے قلیل کثیر النفع.

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے قریب ایک بزرگ رہتے تھے جو ''گھاس والے بزرگ'' کے نام سے مشہور ہوگئے تھے۔ ان کا مشغلہ یہ تھا کہ روزانہ جنگل میں جا کر گھاس کاٹتے اور شہر میں لاکر فروخت کرتے تھے۔ اس

زمانے میں چھ پیسے ان کو روزانہ ملتے تھے۔ دو پیسے اپنے خرچ کے لئے رکھتے تھے۔ دو پیسے اپنی بیوہ پھوپھی کو خرچ کے لئے دے دیتے تھے اور دو پیسے جمع کر کے رکھتے تھے کہ میں علماء کرام، اولیاء اللہ کی دعوت کروں گا اور اس زمانے کا دو پیسہ سمجھیں آج کل کے سو روپیہ کے برابر ہوگا۔

چنانچہ جب ہفتہ سات دن گزر جاتے تھے تو چودہ پیسے جمع کر کے وہ موٹا چاول خرید کر اس میں گڑ ڈال کر پکاتے تھے اور دعوت کس کی کرتے تھے؟ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی اور یہ اکابر سات دن انتظار میں رہتے تھے کہ کب وہ بزرگ بلائیں اور ہم جا کر ان کے گھر کھانا کھائیں۔

بعض لوگوں نے حضرت گنگوہیؒ سے اعتراض بھی کیا کہ حضرت! بڑے بڑے نواب آپ کی دعوت کرتے ہیں اور آپ کی منت سماجت بھی کرتے ہیں لیکن آپ انکار کر دیتے ہیں۔ یہ چاول میں گڑ پکا کر آپ کو کھلاتا ہے آپ کو اس میں کیا مزہ آتا ہے؟

تو حضرتؒ نے فرمایا کہ وہ ہمیں اخلاص کے ساتھ بلاتا ہے اور چونکہ رزق حلال ہے اس کو کھانے سے ہمارے قلوب میں عجیب نور محسوس ہوتا ہے، ایک احسانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ ذکر اذکار میں کیفیت عجیب ہوتی ہے، نماز میں

کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے اس لئے ہم اس کے ان چاولوں کا ہفتہ بھر انتظار کرتے ہیں۔

رزق حلال میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ تھوڑی مقدار میں بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتے ہیں پھر وہ کئی افراد کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کا معجزہ اور رزق حلال ہی کی برکت تھی کہ صحابہ کرامؓ کا تھوڑا سا کھانا کئی کئی افراد کے لئے کافی ہو جاتا تھا صحابہ کرامؓ کے واقعات رزق حلال کے بابرکت ہونے کے گواہ ہیں۔

ایک مرتبہ وہی بزرگ گھاس فروخت کر رہے تھے۔ وہاں ایک سرکاری اہلکار آیا۔ اس نے دیکھا کہ بہت رش لگا ہوا ہے۔ پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بزرگ گھاس فروخت کر رہے ہیں۔ اس نے فوراً جا کر مجمع کو ہٹایا اور پوچھا کہ بڑے میاں! یہ گھاس کتنے کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ چھ پیسے کی۔ اس نے بغیر قیمت ادا کئے گھاس اٹھائی اور وہاں سے چلا آیا۔ اور گھاس اپنے انچارج کو لا کر دے دی۔ انچارج نے اس کو بھیجا تھا کہ گھاس خرید کر لاؤ۔ چنانچہ پوچھا کہ کتنے کی خریدی؟ اس نے کہا کہ پیسے نہیں خرچ ہوئے مفت میں مل گئی۔

جب وہ گھاس گھوڑے کے سامنے رکھی تو گھوڑے نے نہیں کھائی۔

گھوڑا پوری رات کا بھوکا تھا لیکن اس گھاس کو نہیں کھا رہا تھا۔ وہ انچارج اللہ والا تھا۔ اس نے کہا کہ تم ضرور کسی پر ظلم کر کے یہ گھاس لائے ہو۔ اس نے کہا

کہ ایک بزرگ بیچ رہے تھے میں ان سے چھین کر لایا ہوں۔ وہ انچارج فوراً گئے جا کر بزرگ سے معافی مانگی۔ ہدیہ میں سو روپے دینے کی کوشش کی بزرگ نے فرمایا نہیں! مجھے چھ پیسے چاہئیں۔ چھ پیسے میں میرا گذارہ ہو جاتا ہے۔ جب بہت اصرار کیا، دیکھا کہ نہیں لے رہے ہیں تو چھ پیسے انچارج نے دے دئے اور بزرگ نے پیسے وصول کر کے گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اب کھالو مجھے پیسے مل گئے ہیں۔ گھوڑا کیونکہ کافی بھوکا تھا، فوراً کھانا شروع کر دیا۔

تو اس زمانے کے جانوروں میں بھی یہ خاصیت تھی کہ وہ حلال اور حرام کی تمیز کر سکتے تھے۔ آج انسان اشرف المخلوقات ہو کر حرام مال کھا رہا ہے اور ڈکار بھی نہیں لیتا ایسے انسان پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے، احادیث میں علامات قیامت میں سے ایک اس گناہ کو بھی شمار کیا گیا ہے کہ انسان حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال کمائے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحبؒ کسی سفر کے دوران ایک مسجد میں ٹھہرے تو شام کے وقت ایک آدمی آیا اور تین روٹیاں دے کر چلا گیا، مولانا فرماتے ہیں کہ اس رات مجھے تین مرتبہ آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی، دوسرے دن شام کو وہ آدمی دو روٹیاں دے کر چلا گیا، اس رات انہیں دو مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا، تیسرے دن وہ شخص صرف ایک روٹی لے کر آیا اور روٹی مولانا صاحب کو دے کر کہنے لگا کہ کل یہاں قیام نہ فرمایا، مولانا صاحب نے انہیں بٹھایا اور

فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلی رات میں نے آپ کی دی ہوئی تین روٹیاں کھائیں تو تین مرتبہ آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، دوسرے دن دو روٹیوں کی وجہ سے دو مرتبہ اور آج رات تم ایک روٹی لے کر آئے ہو۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں سارا دن لکڑیاں کاٹ کر اس کو بازار میں فروخت کر دیتا ہوں، جس سے مجھے تین روٹیاں مل جاتی ہیں، پہلے دن میں روٹی لے کر آنے لگا تو اہلیہ نے کہا کہ میری روٹی بھی لے جاؤ میں بھی بغیر کھائے گذارہ کر لوں گی، جبکہ سارا دن ہم سب کا روزہ تھا، میرے لڑکے نے یہ دیکھا تو اپنی روٹی بھی مجھے دے دی، چنانچہ میں تین روٹیاں لے کر آیا تھا اور وہ دن ہم نے فاقے میں گزار دیا اور پھر دوسرے دن بغیر کچھ کھائے روزے کی نیت کر لی، لیکن دوسرے دن شام تک میرے لڑکے کی طبیعت بگڑ گئی تو میں صرف اپنی اور اہلیہ کی روٹی لے آیا تھا، دوسرے دن بھی ہم نے فاقے سے گزار لیا، لیکن تیسرے دن اہلیہ کی طبیعت بھی بگڑ گئی تو میں صرف اپنی روٹی لے آیا ہوں اور کل تک مجھے اپنا بھروسہ نہیں اس لئے میں نے آپ سے کہا کہ کل یہاں نہ ٹھہرنا، مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے رزق حلال کی برکت سے مجھے آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

امیر عبدالرحمٰن خان جو افغانستان کا ایک بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے زمانے میں کسی دشمن نے حملہ کیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا۔ چند دن کے بعد اطلاع آئی کہ تمہارا بیٹا

شکست کھا کر آ رہا ہے۔ امیر عبدالرحمٰن خان پریشان تھے گھر میں آئے۔ بیوی نے دیکھا کہ غمگین ہیں۔ پوچھا کہ کیا کوئی پریشانی ہے؟ کہا کہ ہاں! میرا بیٹا شکست کھا کر آ رہا ہے۔ بیوی نے کہا بالکل جھوٹ ہے، کس نے کہا کہ شکست کھا کر آ رہا ہے؟ کہا کہ ہمارا سرکاری اہلکار خبر لے کر آیا ہے، کہا کہ بالکل جھوٹ ہے، ناممکن ہے میں تسلیم نہیں کرتی۔

اب یہ پریشان کہ اہلیہ بھی عجیب بات کر رہی ہے۔ پھر باہر جا کر بادشاہ نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ خبر صحیح ہے، شکست کھا کر آ رہا ہے۔ تین دن کے بعد دوسرے اہلکار آئے اور کہا کہ نہیں، شکست کھا کر نہیں بلکہ فاتح بن کر آ رہا ہے۔ تب آپ دوڑے ہوئے آئے اور اہلیہ سے پوچھا کہ تم یہ بتاؤ کہ پہلے جو اطلاع آئی تھی تم نے اس کو کیوں رد کر دیا تھا، تمہیں کیسے معلوم تھا کہ تمہارا بیٹا فاتح بن کر آ رہا ہے اور وہ شکست نہیں کھا سکتا؟

تب اہلیہ نے کہا کہ دیکھو! نو مہینے جب تک وہ میرے پیٹ میں تھا تو حرام مال تو درکنار میں نے مشکوک غذا بھی اپنے پیٹ میں داخل ہونے نہیں دی اور مدت رضاعت میں جو دودھ میں نے اسے پلایا تو کبھی بے وضو نہیں پلایا لہٰذا میرا بیٹا جس کے لئے میں نے حلال کا اتنا اہتمام کیا ہو وہ سینے پر گولیاں تو کھا سکتا ہے، سینے پہ تیر تو کھا سکتا ہے، لیکن پیٹھ پر تیر کبھی نہیں کھا سکتا۔ میں کیسے مان سکتی تھی کہ میرا بیٹا شکست کھا کر آئے گا وہ شہادت تو پا سکتا

ہے لیکن بھاگ کر میدان نہیں چھوڑ سکتا۔

تو پہلے زمانے کی مائیں ایسی تھیں کہ وہ خود بھی رزق حلال کھاتی تھیں اور اپنے بچوں کو بھی حلال مال کھلاتی تھیں۔ جس بچہ کی تربیت حلال مال سے ہوگی۔ وہ بچہ بھی شیر نر کی طرح ہوگا۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے یہاں کی گانا گانے والیاں جوش دلاتی ہیں فوجیوں کو، کہ ہم تمہاری ہیں، ہم تمہاری ہیں، اس طرح سے تو دشمن کی فوج کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ پھر غلبہ حاصل کرلے گا، اس گانے کی نحوست کی وجہ سے ہمارے نوے ہزار مسلمان ہندوؤں کے قید خانے میں قید ہو گئے۔ اور 1971 کی جنگ میں ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ تو ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے گانے بجانے کو مٹانے کے لئے بھیجا ہے'' (١) اور فرمایا کہ:

اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (٢)

---

(١) أخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (٧٧٥٩) قال: حدثنا أحمد بن رشدين، حدثنا سعيد بن أبي مريم، أنا يحيٰى بن أيوب، عن عبيد الله بن زحر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعثت رحمة وهدى للعالمين، لمحق الأوثان، والمعازف، والمزامير، وأمر الجاهلية۔

(٢) أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (٢١٥٣٦) في "باب الرجل يغني فيتخذ الغناء صناعة يؤتى عليه ويأتي له ويكون منسوباً إليه مشهوراً به معروفاً" قال:=

ترجمہ: کہ گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح کہ پانی کھیتی اگاتا ہے۔

تو جو گانا سن کر سمجھے کہ میں جہاد کے لئے تیار ہوں گا تو وہ دشمن کے لئے جاسوس تو بن سکتا ہے لیکن مجاہد نہیں بن سکتا۔

دیکھئے کہ رزق حلال کی وجہ سے ماں نے کہا کہ میرا بیٹا سینے پہ گولی کھا سکتا ہے لیکن پیٹھ پر گولی نہیں کھا سکتا۔ فاتح بن کر آ سکتا ہے، شہید ہو جائے گا لیکن شکست کھا کر نہیں آ سکتا، کتنا یقین تھا اس ماں کو اپنے بیٹے پر۔

تو رزق حلال میں اثر ہوتا ہے، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت رکھی ہے۔

امام شافعیؒ کی بچیاں حافظ قرآن، بے حد دیندار اور پردہ دار تھیں۔ انہوں نے کہا کہ ابا جان! کافی عرصے سے کوئی اللہ کا نیک بندہ ہمارے گھر میں نہیں

=وأخبرنا ابن بشران، أنبأنا الحسين بن صفوان، حدثنا ابن أبي الدنيا، حدثنا علي بن الجعد، أنبأنا محمد بن طلحة، عن سعيد بن كعب المرادي، عن محمد بن عبد الرحمن بن يزيد، عن ابن مسعود قال: الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع، والذكر ينبت الإيمان في القلب كما ينبت الماء الزرع۔

وأخرجه أيضاً في سننه الصغرى برقم (٣٣٦٢) في "باب من تجوز شهادته ومن لا تجوز من الأحرار البالغين العاقلين المسلمين" وفي معرفة السنن والآثار برقم (٦١٤٩) في "باب شهادة أهل الغناء" وفي شعب الإيمان عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه برقم (٤٧٤٦) في "فصل وما ينبغي للمرء المسلم أن يحفظ لسانه عن الغناء"۔

آیا۔ کوئی بڑا عالم ہمارے گھر میں نہیں آیا۔ آپ کسی کو بلائیں تاکہ ہم کھانا پکائیں اس کو کھلائیں کچھ ہمیں بھی ثواب ملے، کچھ ہمیں بھی خوشی ہو۔

چنانچہ آپ نے اپنے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ حنبلی کے امام ہیں۔ ان کو خط لکھا حالانکہ وہ شاگرد ہیں۔ خط میں لکھا کہ میرا دل تم سے ملاقات کرنے کو چاہ رہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں کہا کہ حضرت! بس چند دنوں میں حاضر ہو رہا ہوں۔ چند دنوں کے بعد تشریف لے آئے۔ آپ نے بچیوں کو جا کر یہ نہیں کہا کہ میرا شاگرد آ رہا ہے۔ فرمایا کہ ایک بہت بڑے اللہ کے ولی آ رہے ہیں۔ خوب اہتمام سے ان کے لئے کھانا پکاؤ۔

بچیوں نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی، بہت اہتمام سے، محبت سے، خلوص سے کھانا پکایا اور سارا کھانا بھجوادیا کہ جب اللہ کے ولی کھانا کھالیں گے تو جو بچ جائے گا وہ برکت والا ہوگا وہ واپس آئے گا پھر ہم لوگ بھی کھالیں گے۔

یہاں پر درمیان میں ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ ایک صاحب امریکہ سے ایف۔ آر۔ سی۔ ایس کر کے آئے تھے جب مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے گئے تو امام صاحب نے ان کو حدیث سنائی کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب کھانا کھاؤ تو معدے کے تین حصے کر کے کھاؤ۔ ایک حصہ ہوا کے لئے چھوڑ دو، ایک پانی کے لئے اور ایک غذا کے لئے''۔ (1)

---

(1) أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٣٨٠) في "باب ما جاء في كراهية =

تو وہ ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے، کہنے لگے کہ یہ تو عجیب ہے اور صحابہ کرامؓ اس لئے بیمار نہیں ہوتے تھے۔

جب حبشہ کے بادشاہ نے صحابہ کرامؓ کے لئے طبیب بھیجا تو آپ ﷺ نے واپس فرمادیا۔ فرمایا کہ "میرے صحابہ معدہ خالی رکھتے ہیں، کھانا کم کھاتے ہیں اس لئے بیمار نہیں ہوتے ہیں انہیں اس کی ضرورت نہیں ہے"۔ [1]

= كثرة الأكل" قال: حدثنا سويد بن نصر، أخبرنا عبد الله بن المبارك، أخبرنا إسماعيل بن عياش، حدثني أبو سلمة الحمصي، وحبيب بن صالح، عن يحيى بن جابر الطائي، عن المقدام بن معديكرب قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما ملأ آدمي وعاء شراً من بطن، بحسب ابن آدم أكلات يقمن صلبه، فإن كان لا محالة فثلث لطعامه، وثلث لشرابه، وثلث لنفسه...... قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح۔

وأخرجه الحاكم في المستدرك برقم (٧١٣٩) وتعليق الذهبي على هذا الحديث: صحيح، وأخرجه ابن حبان في صحيحه برقم (٦٧٤) والنسائي في سننه الكبرى برقم (٦٧٣٩) في "باب ذكر القدر الذي يستحب للإنسان من الأكل" والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٧٠٣٦) والطبري في تهذيب الآثار برقم (١٠٣٦) والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٥٢٦٣) والطبراني في مسند الشاميين برقم (١٣٧٥، ١٩٤٦)۔

[1] ذكره زين الدين ابن شاهين الشينمي في كتابه "غاية السول في سيرة الرسول" (٤٩/١ ط: عالم الكتب، بيروت، لبنان) في فصل الثامن عشر قال: وحاطب بن أبي بلتعة إلى المقوقس ملك الإسكندرية ومصر فقارب الإسلام، وبعث =

اور آج کیا حالت ہے؟ کہ جب تک ناک سے باہر نہ آجائے لوگ کھاتے چلے جاتے ہیں۔ بھوک لگے یا نہ لگے وقت دیکھ کر کھاتے ہیں کہ بس کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اپنی بیوی کو جاکر یہ واقعہ سنایا تو بیوی بھی بہت خوش ہوئی۔ اس نے کہا کہ ایسے عالم کی تو دعوت کر دینی چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا بالکل کرنی چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے اہتمام سے کھانا پکایا اور سب کھانا لے جاکر ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا تو ستائیس روٹیاں تھیں سب کی سب ختم کر دیں، انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ میں نے شروع میں تو بہت صبر کیا لیکن آپ نے ستائیس روٹیاں رکھ دی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے دل میں سوچا کہ مولوی صاحب مسجد میں تو کچھ اور کہہ رہے تھے اور خود ساری روٹیاں کھا گئے۔ ابھی ڈاکٹر صاحب نے یہ بات دل میں سوچی تھی کہ مولوی صاحب نے کہا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے، ناشتہ تو یہاں ہو گیا کھانا کسی اور گھر جاکر کھالوں گا۔

تب ڈاکٹر صاحب سے برداشت نہیں ہوا، انہوں نے کہا کہ آپ نے تو

=إلى النبي صلى الله عليه وسلم بهدية فيها ألف مثقال من ذهب، ومارية القبطية، وأختها سيرين، وبغلة شهباء وهي الدلدل، وثياباً، وعسلاً، وطبيباً وغير ذلك، فقبل الجميع ورد الطبيب وقال: نحن أناس لا نأكل كثيراً فلا نحتاج إلى طبيب۔

حدیث یہ سنائی تھی کہ تھوڑا سا کھانا چاہئے اور پیٹ کے دو حصے پانی اور ہوا کے لئے خالی چھوڑ دینے چاہئیں اور آپ کا عمل یہ ہے کہ ستائیس روٹیاں کھا گئے۔

انہوں نے کہا ہم دیہاتی لوگ ہیں۔ کھانا بہت ڈٹ کر کھاتے ہیں اور حدیث اپنی جگہ صحیح ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ کچھ حصہ پانی کے لئے، تو پانی بہت پتلی چیز ہے وہ کہیں نہ کہیں سے داخل ہو جائے گا۔ جہاں تک ہوا کا تعلق ہے تو جب ستائیس روٹیوں کا زور پڑے گا تو وہ بھی خود نکل جائے گی تو عرض یہ کر رہا تھا کہ دیہاتی لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کتنا کھانا آیا ہے۔

ہمارے بخاری شریف کے استاذ مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں ہمارا ایک ساتھی پڑھتا تھا جس کا تعلق کابل سے تھا۔ کافی عرصہ کے بعد وہ ہمارے گھر آیا تو میں نے سوچا کہ ہمارا دورۂ حدیث کا ساتھی ہے اس لئے اکراماً سب کھانا اس کے سامنے رکھ دیا اور جو بچ جائے گا بچے کھائیں گے۔ وہ جلدی جلدی سب کھا گیا۔ میں حیران رہ گیا کہ سارا کھانا کھا گیا۔ میں نے آخر میں پوچھا کہ آپ کے دہلی آنے کا مقصد کیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے سوچا کہ ذرا اپنے ساتھیوں کی زیارت بھی ہو جائے گی، اصل مقصد دہلی جانے کا یہ تھا کہ آج کل بھوک نہیں لگتی معدہ کام نہیں کر رہا ہے، سنا ہے کہ حکیم اجمل خان کا کوئی شاگرد ہے جو صحیح

علاج کرتا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ سے اس کا پتہ بھی معلوم کرلوں گا اور پھر وہاں جا کر علاج بھی کروالوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جب فائدہ ہو جائے تو اس راستے سے نہیں گذرنا۔

بہر حال بات چل رہی تھی امام شافعیؒ کی تو امام شافعیؒ کی بچیوں نے بہترین کھانا پکایا اور سارا کھانا باہر بھجوادیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ جب برتن واپس آیا تو بچیوں نے دیکھا کہ جتنا کھانا ایک انسان کو کھانا چاہئے اس سے زیادہ کھایا۔ انہوں نے کہا ابا جان! آپ تو کہہ رہے تھے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں لیکن انہوں نے کھانا تو بہت زیادہ کھایا۔ فرمایا کہ زیادہ اعتراض مت کرو۔ ابھی ہم جا رہے ہیں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے۔

چنانچہ عشاء کی نماز پڑھنے گئے تو بچیوں نے پانی لوٹے میں بھر کر رکھ دیا اور مصلی ساتھ رکھ دیا تاکہ تہجد کے لئے جب اٹھیں تو پانی تلاش کرنا نہ پڑے اور جائے نماز تلاش نہ کرنی پڑے۔ چنانچہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر آئے اور سو گئے۔ صبح جب فجر کی نماز پڑھنے گئے بچیوں نے جا کر کمرے میں دیکھا تو لوٹے میں پانی بھرا ہوا ہے اور مصلی اسی طرح لپیٹ کر رکھا ہوا ہے۔ تب بچیوں نے کہا کہ ابا جان کو کچھ مغالطہ ہو گیا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں۔ یہ کیسے اللہ کے ولی ہیں کھانا خوب کھایا اور تہجد بھی نہیں پڑھی؟

اب جب امام شافعیؒ تشریف لائے تو بچیوں نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ کہہ رہے تھے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں لیکن انہوں نے تو یہ معاملہ

کیا کہ کھانا بھی خوب کھایا اور تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی، یہ کیسے اللہ کے ولی ہیں؟ تب آپ کو کچھ تغیر ہوا۔ آپ نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ بچیاں یہ شکایت کررہی ہیں، آپ کیا کہتے ہیں اس کے بارے میں؟

تب امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ حضرت استاذ محترم! میں تو اس کو چھپانا چاہتا تھا لیکن اب آپ نے پوچھا تو ظاہر کرنا پڑے گا کہ جب میں نے پہلا لقمہ کھایا تو میرے قلب میں ایک ایسا نور محسوس ہوا، مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی، میں نے سوچا کہ معلوم نہیں ایسا حلال پاکیزہ، بابرکت کھانا دوبارہ نصیب ہو یا نہ ہو اس لئے میں نے خوب ڈٹ کر کھایا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر جب میں بستر پر لیٹا تو قرآن کریم کی ایک آیت میرے ذہن میں آئی، اس آیت کریمہ سے میں نے مسائل کا استنباط شروع کیا اس کے بعد رات بھر میں نے سو مسئلے استنباط کئے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی اور آپ کو معلوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسئلہ کا سیکھ لینا ایک ہزار رکعت سے زیادہ افضل ہے تو مجھے ایک لاکھ رکعت کا ثواب ملا اس طرح میرا وضو بھی رات والا ہی باقی تھا لہٰذا دوبارہ وضو بھی نہیں کیا۔

بتائیں رزق حلال کا نتیجہ کیا ہے کہ ایک آیت سے سو مسائل استنباط کئے۔ پوری رات جاگتے رہے، یہ ہے رزق حلال کا اثر۔ اور اگر پیٹ میں حرام مال پہنچے گا تو وہ بھی اپنا اثر دکھلائے گا۔ آج کل کے نوجوانوں اور بچوں کو دیکھو اچھل کود کررہے ہیں، اگر پوچھو کہ کیا کررہے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ

ڈسکوڈانس کی مشق کر رہا ہوں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی نوجوان ناچتا ہے، ڈانس کرتا ہے تو پہلے شیطان آکر اس کے کندھے پر سوار ہو جاتا ہے اور اس کے دونوں کانوں کو زور سے پکڑ لیتا ہے پھر وہ اپنی ایڑی کو اس کے سینے پر رگڑتا ہے اور جیسے جیسے وہ اپنی سرین کو اس کی گردن پر رگڑتا ہے ویسے ویسے یہ بھی جھومتا ہے اگر شیطان پر حال طاری ہوتا ہے تو اس پر بھی حال طاری ہوتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ بہت بڑا فنکار ہے، یہ نہیں معلوم کہ اس کے کندھے پر جو سوار ہے اصل میں وہ فن کار ہے، ابلیس اس کے کندھے پر سوار ہو کر اس سے یہ سب حرکتیں کروا رہا ہے۔

تو میرے بزرگو اور دوستو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ایسا جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو''۔ [1]

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلتُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فُجَّاراً إِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ [2]

ترجمہ: کہ سب تاجر قیامت کے دن فاسق وفاجر اٹھائے جائیں گے مگر وہ تاجر جو حرام چیزوں سے بچا اور سچا رہا قسم میں، اور سچا رہا گفتگو میں، کبھی زندگی میں جھوٹی قسم نہیں کھائی، کبھی زندگی میں کوئی جھوٹی بات نہیں کی۔

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ٤

[2] تقدم تخريجه في صـ ٤

اس نے صاف بتایا کہ یہ میرا سودا ہے اس میں یہ یہ عیب ہے اگر آپ کو لینا ہے تو خرید لو ورنہ کہیں اور سے خرید لو۔

جب اس کو یقین ہو جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان سچا ہے تو قیامت کے دن نیک لوگوں میں اٹھایا جائے گا۔ فرمایا کہ جو رزق تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔

إِنَّ نَفْساً لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا (1)

ترجمہ: جس رزق پر اس کا نام لکھا ہے جب تک وہ اس کے پیٹ میں نہ پہنچ

---

(1) أخرجه البغوي في شرح السنة برقم (٤١١٢) قال: أخبرنا محمد بن الحسن، أخبرنا أبو العباس الطحان، أخبرنا أبو أحمد محمد بن قريش، أخبرنا علي بن عبد العزيز المكي، أخبرنا أبو عبيد، حدثنا هشيم، أخبرنا إسماعيل بن أبي خالد، عن زبيد اليامي، عمن أخبره، عن عبد الله بن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن روح القدس نفث في روعي أن نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها، ألا فاتقوا الله، وأجملوا في الطلب۔

وروى البيهقي في شعب الإيمان برقم (٩١٩٨) مثله۔

وأخرجه ابن ماجه برقم (٢١٤٤) عن جابر بن عبد الله رضي الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس! اتقوا الله وأجملوا في الطلب، فإن نفساً لن تموت حتى تستوفي رزقها، وإن أبطأ عنها، فاتقوا الله وأجملوا في الطلب، خذوا ما حل، ودعوا ما حرم۔

وأخرجه البغوي في شرح السنة برقم (٤١١٠) عن المطلب بن حنطب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما تركت شيئاً مما أمركم الله به، إلا أمرتكم =

جائے گا اس کو موت نہیں آئے گی۔

جب رزق ہمارے مقدر میں لکھا ہے ہم سچ بولیں گے تو اس رزق میں اللہ تعالیٰ برکت بھی عطا فرمائیں گے۔ بظاہر تو مال تھوڑا نظر آئے گا۔ لیکن اس کے اندر برکت ہوگی۔ اور برکت کی تعریف کیا ہے؟ "قَلِيْلُ الْمَالِ كَثِيْرُ النَّفْعِ" مال تھوڑا ہوگا لیکن نفع بہت ہوگا یعنی کتنے لوگ ہیں جو مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں تنخواہ چار پانچ ہزار ہے لیکن ہر سال اللہ تعالیٰ عمرہ بھی کرا رہے ہیں حج بھی کرا رہے ہیں۔ کتنے ارب پتی ہیں، اربوں روپیہ ان کے پاس ہے ان کے پاس مال کثیر ہے لیکن قلیل النفع ہے، نفع کچھ نہیں ہے، کہیں انکم ٹیکس والا لے جا رہا ہے کہیں کسٹم والا لے جا رہا ہے، کہیں کسی کو بیماری ہے، کہیں وکیل لے کر جا رہا ہے، غرضیکہ سینکڑوں پریشانیوں میں وہ شخص مبتلا ہوتا ہے۔ آج ہم لوگ ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ یہاں تو خانقاہ ہے، یہاں ایسے لوگ بھی دعا کے لئے آتے ہیں جن کے بارے میں لوگ جانتے ہیں کہ ان کے پاس کتنی دولت ہے، وہ آکر کہتے ہیں کہ ذرا تنہائی میں بات

=به، وما تركت شيئاً مما نهاكم الله عنه إلا وقد نهيتكم عنه، وإن الروح الأمين قد ألقى في روعي، أنه لن تموت نفس حتى تستوعب كل الذي كتب الله لها، فمن أبطأ عنه من ذلك شيء، فليجمل في الطلب، فإنكم لن تدركوا ما عند الله إلا بمثل طاعته۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (١١٤١) باختلاف ألفاظ۔

وروى الشافعي في مسنده برقم (١١٧١) مثله۔

کرنی ہے۔ جب کمرہ بند کر کے زاروقطار روتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ یہ شخص اسی لاکھ کی کار میں آیا ہے، گارڈ بھی ساتھ ہیں اور اس طریقے سے رورہا ہے، کہتا ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اپنے مالک حق تعالیٰ شانہ کو ناراض کیا ہوا ہے اس کو سکون کیسے ملے گا۔ ائیر کنڈیشن ہوگا کھال ٹھنڈی ہوگی مگر دل کو سکون نہیں ہوگا، کاروبار ہوگا مگر سکون نہ ہوگا، بنگلہ شاندار ہوگا مگر سکون نہ ہوگا، چائے منہ میں ہوگی مگر مزہ نہ ہوگا، کباب منہ میں ہوگا مگر زبان لذت سے ناآشنا ہوگی۔ سکون ملے گا صرف اللہ پاک کے ذکر اور تقویٰ سے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [1]

ترجمہ: اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو سکون ملے گا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "کتنے ایسے بے وقوف ہیں جو کہیں گے مَالِيْ، مَالِيْ، میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کا مال کچھ بھی نہیں ہے، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے کھالیا۔ اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کردیا، اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے پہن لیا۔ باقی تو جو وہ دنیا میں چھوڑ کر چلا جائے گا وہ وارثین کا مال ہے، اس کا مال کہاں ہے؟" [2]

---

[1] الرعد: ٢٨

[2] أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٧٦١١) قال: حدثني سويد بن سعيد، حدثنا حفص بن ميسرة، عن العلاء، عن أبيه، عن أبي هريرة: أن رسول الله =

آج ہم لوگ ظاہر کو دیکھتے ہیں، ظاہر پہ مت جائیں۔ جتنے بڑے دولت مند ہیں اتنے ہی پریشان ہیں۔ سکون کی جو دولت اللہ تعالیٰ نے دین پر چلنے والوں کو عطا فرمائی ہے اس کا تصور بھی دنیا دار نہیں کر سکتے۔ جس سکون سے یہ سوتے ہیں کہ جہاں داہنی کروٹ لیٹے اور پڑھا اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى. دعا ابھی پوری نہیں ہوئی کہ خراٹے کی آواز پہلے سے دلیل بن جاتی ہے کہ نیند میں پہنچ گیا۔

تو بات یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے۔ آپ رزق حلال کا اہتمام کریں گے تو دنیا کے اندر ہی جنت شروع ہو جائے گی۔ آپ کو عبادات میں مزہ آنا شروع ہو جائے گا۔ ذکر و اذکار میں مزہ آنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ والوں کے پاس جانے کو دل چاہے گا۔ گھر میں بیٹھے ہوں گے لیکن دل اللہ والوں کے پاس مسجد میں اٹکا ہوگا۔ گھڑی بار بار دیکھیں گے کہ کب میرے مالک کی طرف سے پکار آئے، اللہ اکبر، اللہ اکبر کہ سپر پاور اللہ ہی ہے، اللہ ہی سب سے بڑا ہے، فوراً مسجد کی طرف دوڑو گے۔ اور اگر

= صلى الله عليه وسلم قال: يقول العبد: مالي مالي، إنما له من ماله ثلاث، ما أكل فأفنى، أو لبس فأبلى، أو أعطى فاقتنى، وما سوى ذلك فهو ذاهب، وتاركه للناس۔

وروى ابن حبان في صحيحه برقم (٣٢٤٤، ٣٣٢٨) وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٨٧٩٩) والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٦٧٤٥) وفي شعب الإيمان برقم (٣٠٦٢، ٩٨٠٢) مثله۔

دنیا دل کے اندر گھسی ہوئی ہے، حرام مال سے اس کی پرورش ہوئی ہے تو اگر مسجد کے قریب بھی گھر ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ بہت غلط جگہ خرید لی ہے۔ نَعُوْذُبِاللّٰہِ یہاں تو اذان کی آواز آتی ہے۔

ہم جب ناظم آباد کا گھر فروخت کر رہے تھے تو بعض لوگوں نے پوچھا کہ اذان کی آواز تو نہیں آتی ؟ ہم نے کہا کہ الحمد للہ مسجد تو متصل ہی ہے، کہنے لگے توبہ توبہ، بھلا ایسا مکان نہیں چاہئے، **نعوذ بالله من ذلك.** یعنی ایسا مکان چاہئے کہ جہاں اذان کی آواز بھی نہ آتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

تو ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ رزق حلال کا اہتمام رکھے۔ چٹنی روٹی کھالو اس میں بریانی کا مزہ آئے گا انشاء اللہ، صحابہ کرامؓ کا کیا حال تھا؟ آج تو ہمارے دسترخوان ہر قسم کی نعمتوں سے لدے ہوئے ہیں۔ انصار مدینہ جب باغات سے لوٹتے تھے تو کھجور کے ایک دو خوشے لا کر لٹکا دیتے تھے اصحاب صفہ کے چبوترے پر، وہ مجاہدین، وہ جو کوئی قَالَ اللّٰہُ یاد کر رہا ہے کوئی قَالَ الرَّسُوْلُ یاد کر رہا ہے، کوئی ایک کھجور کھا لیتا تھا کوئی دو [1] اور پانی پی کر رات کو پھر اٹھ کر روتے تھے کہ یا اللہ! اتنی نعمتیں آپ کھلا رہے ہیں، قیامت کے دن اس کا حساب

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٩٨٧) قال: حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن، أخبرنا عبيد الله بن موسى، عن إسرائيل، عن السدي، عن أبي مالك، عن =

کیسے دیں گے، آج ہم نعمتیں خوب کھا رہے ہیں لیکن منعم حقیقی کو بھولے ہوئے ہیں کہ کون دے رہا ہے۔ صحابہؓ نے نعمتیں کم کھائیں لیکن نعمت دینے والے کو خوب یاد رکھا۔

غزوۂ خندق کے موقع پر ایک ہفتہ ہو گیا تھا، خندق کھودتے کھودتے برا حال ہو گیا تھا۔ آج تو جہاد کے موقع پر بھی کھانا ہر جگہ پہنچ جاتا ہے، اس زمانے میں کیا عالم تھا، کھانے کی کتنی کمی تھی۔ جب چند صحابہ کرامؓ سے برداشت نہیں ہوا تب جا کر شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! پیٹ پر پتھر بندھ چکا ہے، بھوک سے برا حال ہو چکا ہے اور پیٹ کو کھول کر دکھایا کہ

=البراء: ﴿ولا تيمموا الخبيث منه تنفقون﴾ قال: نزلت فينا معشر الأنصار كنا أصحاب نخل فكان الرجل يأتي من نخله على قدر كثرته وقلته، وكان الرجل يأتي بالقنو والقنوين فيعلقه في المسجد، وكان أهل الصفة ليس لهم طعام، فكان أحدهم إذا جاع أتى القنو فضربه بعصاه، فيسقط من البسر والتمر فيأكل، وكان ناس ممن لا يرغب في الخير يأتي الرجل بالقنو فيه الشيص والحشف، وبالقنو قد انكسر فليعلقه فأنزل الله تعالى ﴿يا أيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض ولا تيمموا الخبيث منه تنفقون ولستم بآخذيه إلا أن تغمضوا فيه﴾ قالوا: لو أن أحدكم أهدي إليه مثل ما أعطاه لم يأخذه إلا على إغماض وحياء، قال: فكنا بعد ذلك يأتي أحدنا بصالح ما عنده۔ قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وأبو مالك هو الغفاري، ويقال: اسمه غزوان وقد روى سفيان عن السدي شيئاً من هذا۔

وأخرج ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (١٠٨٩٢) مثله۔

اس پر ایک پتھر باندھا ہوا ہے، تب سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ. ❶

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جملہ جاری ہوا:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

ترجمہ: کہ اے اللہ! نہیں ہے کوئی عیش دنیا کے اندر سوائے آخرت کے عیش کے، آپ مکہ والوں کی اور مدینہ والوں پر رحمت نازل فرمادے۔

صحابہ کرامؓ کی زبانوں سے پھر یہ جملہ جاری ہوا کہ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَداً ❷

ترجمہ: کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اس بات پر کہ جب تک جسم میں سانس رہے گا ہم جہاد کرتے رہیں گے۔

تو دیکھئے کہ بھوک سے برا حال ہے لیکن ذہن منتقل کر دیا اللہ کے

---

❶ أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٠٤٥) في "باب ما جاء في معيشة النبي صلى الله عليه وسلم" قال: حدثنا عبد الله بن أبي زياد، حدثنا سيار بن حاتم، عن سهل بن أسلم، عن يزيد بن أبي منصور، عن أنس بن مالك، عن أبي طلحة قال: شكونا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الجوع، ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر، فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حجرين۔ قال أبو عيسى: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه۔

❷ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٢٩٦١) في "باب البيعة في =

=الحرب أن لا يفروا" قال: حدثنا حفص بن عمر، حدثنا شعبة، عن حميد، قال: سمعت أنساً رضي الله عنه، يقول: كانت الأنصار يوم الخندق تقول:

نحن الذين بايعوا محمداً على الجهاد ما حيينا أبداً

فأجابهم النبي صلى الله عليه وسلم فقال:

اللهم لا عيش إلا عيش الآخرة فأكرم الأنصار والمهاجرة

هذا الحديث مروي عن أنس بن مالك وسهل بن سعد رضي الله عنهما باختلاف يسير في ألفاظ الأشعار، فبعض المحدثين رووا عن أنس بن مالك رضي الله عنه، منهم البخاري في صحيحه برقم (٣٧٩٦، ٦٤١٣) ومسلم في صحيحه برقم (٤٧٧٤،٤٧٧٥) والترمذي في سننه برقم (٣٨٥٧) وأحمد في مسنده برقم (١٢٧٨٠، ١٢٧٩١،١٣٩٥١) والبزار في مسنده برقم (٧٣٤٤) والنسائي في سننه الكبرى برقم (٨٢٥٨) وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٥٥٥١) والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٩٩٨٠، ١٠٠٦١) وابن الجعد في مسنده برقم (٩٢٨،١١١٦) وابن عساكر في معجمه برقم (١٦٠٦)۔ وروى بعضهم عن سهل بن سعد رضي الله عنه، منهم البخاري في صحيحه برقم (٣٧٩٧،٤٠٩٨،٦٤١٤) ومسلم في صحيحه برقم (٤٧٧٣) والترمذي في سننه برقم (٣٨٥٦) وأحمد في مسنده برقم (٢٢٨٦٦) والنسائي في سننه الكبرى برقم (٨٢٥٤،١١٨١٦) وأبو يعلى في مسنده برقم (٧٥١٥) والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٧٠٤،١٨٣٤٦) وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٥٥٥٦) والطبراني في معجمه الكبير برقم (٥٨١٦) والبيهقي في دلائل النبوة (٣/٤١٢)۔ وأخرج عبد الرزاق في مصنفه مرسلاً عن طاؤوس: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال يوم الخندق:

اللهم لا عيش إلا عيش الآخرة فارحم الأنصار والمهاجرة

والعن عضلا والقارة وهم كلفونا ننقل الحجارة

پیارے نبی ﷺ نے جنت کی طرف کہ دنیا کا عیش کیا ہے؟ دنیا کا عیش تو ایسی چیز ہے کہ ہزاروں پریشانیاں اس کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اکل حلال کا اہتمام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ہر شخص خواہ تاجر ہو یا کوئی بھی کام کرتا ہو پہلے علماء کرام سے فتویٰ پوچھے کہ یہ کاروبار جائز ہے یا نہیں؟ پہلے مسئلہ معلوم کرلے اس لئے کہ نجات کا مدار مسائل پر ہے فضائل پر نہیں کہ آپ فضائل کی کتابیں پڑھ لیں، فضائل کی کتابیں اس لئے پڑھی جاہییں تا کہ مسائل کی طرف دھیان ہو جائے۔ اس لئے کہ نجات کا مدار مسائل پر ہے۔ فقہاء سے مسئلے پوچھ کر عمل کرو گے تو نجات پاؤ گے۔ اس لئے کاروبار شروع کرنے سے پہلے کسی عالم، مفتی یا محقق سے پوچھو کہ کاروبار کرنا چاہتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟ پھر جو بتلائے اس پر عمل کرو۔

اللہ ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور رزق حلال کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

سود کھانا

ارشاد خداوندی ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً ❶

ترجمہ: اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ❷

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن اپنی قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے انہیں شیطان نے چھولیا ہے اور یہ (ذلت وخواری) محض اس وجہ سے ہوگی کہ وہ (دنیا میں) کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود کی مانند ہے۔

چنانچہ اس بدترین جملہ کے ذریعہ انہوں نے حرام کو حلال کرلیا تھا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو قبروں سے نکلنے کا حکم فرمائیں گے تو لوگ تیزی سے دوڑ پڑیں گے سوائے سود خوروں کے کہ وہ مرگی کے مریض کی طرح بار بار گر پڑیں گے۔ چونکہ انہوں نے دنیا میں خوب سود کھایا تھا، اللہ تعالیٰ اس دن ان کے پیٹوں کو بھی بڑھا دے گا اور وہ اتنے بھاری ہو جائیں گے کہ جیسے

---

❶ آل عمران: ۱۳۰

❷ البقرۃ: ۲۷۵

ہی وہ اٹھیں گے اپنے پیٹ کے بوجھ سے فوراً گر پڑیں گے۔ ❶

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ سود خور قیامت کے دن پاگل اٹھیں گے اور اس طرح سارے اہل محشر کو پتہ چل جائے گا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔ ❷

---

❶ أخرجه البيهقي في دلائل النبوة (٢ /٣٩٠-٣٩٢) قال أنبأنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحافظ، قال: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، قال: حدثنا أبو بكر يحيى بن أبي طالب، قال: أنبأنا عبد الوهاب بن عطاء، قال: أنبأنا أبو محمد بن أسد الحماني، عن أبي هارون العبدي عن أبي سعيد الخدري، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال له أصحابه: يا رسول الله! أخبرنا عن ليلة أسري بك فيها، قال: ......قال: ثم مضت هنية فإذا أنا بأقوام بطونهم أمثال البيوت كلما نهض أحدهم خر، يقول: اللهم لا تقم الساعة، قال: وهم على سابلة آل فرعون، قال: فتجيء السابلة فتطأهم، قال: فسمعتهم يضجون إلى الله سبحانه، قلت: يا جبرئيل! من هؤلاء؟ قال: هؤلاء من أمتك الذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس......إلخ۔

❷ أخرجه أبو يعلى في مسنده برقم (٢٦٦٨) قال: (حدثنا محمد الأحمسي، حدثنا محمد بن فضيل، حدثنا الكلبي، عن أبي صالحؒ) عن ابن عباس، في قوله عز وجل: ﴿الذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس﴾ قال: يعرفون يوم القيامة بذلك، لا يستطيعون القيام إلا كما يقوم المجنون المخنق ...... إلخ۔

وروى الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٤٥٣٦-١٤٥٣٧) وفي مسند الشاميين برقم (١٤٦٥) عن عوف بن مالك رضي الله عنه مثله، وروى ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٢٤٣٩) عن سعيد بن جبير مرسلاً۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''

جب میں شب معراج میں آسمانوں پر چڑھ رہا تھا تو میں نے ساتوں آسمانوں میں اپنے سر پر بجلی اور کڑک کی آوازیں سنیں اور میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو اپنے پیٹ تھامے ہوئے ہیں وہ اس قدر بڑے ہیں کہ جیسے کوئی گھر ہو اور اس میں سانپ اور بچھو ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ سود خور ہیں۔'' [1]

---

[1] أخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٨٦٢٥، ٨٧٤٢) قال: حدثنا حسن وعفان المعنى قالا: حدثنا حماد، عن علي بن زيد، وقال عفان: حدثنا حماد، أنبأنا علي بن زيد، عن أبي الصلت، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليلة أسري بي لما انتهينا إلى السماء السابعة فنظرت فوق، قال عفان: فوقي فإذا أنا برعد وبرق وصواعق، قال: فأتيت على قوم بطونهم كالبيوت فيها الحيات، ترى من خارج بطونهم، قلت: من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء أكلة الربا، فلما نزلت إلى السماء الدنيا نظرت أسفل مني فإذا أنا برهج ودخان وأصوات، فقلت: ما هذا يا جبريل؟ قال: هذه الشياطين يحرفون على أعين بني آدم أن لا يتفكروا في ملكوت السماوات والأرض، ولولا ذلك لرأوا العجائب۔

وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٧٧٢٩) وابن ماجه في سننه برقم (٢٢٧٣) في باب التغليظ في الربا مختصراً۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (یعنی سود لینے والے اور سود دینے والے پر) اس کو مسلم اور نسائی ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک روایت میں اس کے ساتھ سود کی شہادت دینے والوں اور کتابت کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ ❶

---

❶ أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٤١٧٦) في باب لعن آكل الربا ومؤكله قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، وإسحاق بن إبراهيم - واللفظ لعثمان- قال إسحاق: أخبرنا، وقال عثمان: حدثنا جرير، عن مغيرة قال: سأل شباك إبراهيم فحدثنا عن علقمة عن عبد الله قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا ومؤكله، قال: قلت: وكاتبه وشاهديه قال: إنما نحدث بما سمعنا۔

وروى أبوداود في سننه برقم (٣٣٣٥) في باب في آكل الربا ومؤكله، والترمذي في سننه برقم (١٢٠٦) في باب ما جاء في آكل الربا، وقال: حديث عبد الله حديث حسن صحيح، والنسائي في سننه برقم (٣٤١٦) في باب إحلال المطلقة ثلاثاً وما فيه من التغليظ، وابن ماجه في سننه برقم (٢٢٧٧) في باب التغليظ في الربا، وأحمد في مسنده برقم (٣٧٢٥، ٣٧٣٧، ٣٨٠٩، ٤٢٨٣، ٤٣٢٧، ٤٤٠٣)، وابن حبان في صحيحه برقم (٥٠٢٥)، والبزار في مسنده برقم (١٤٦٤، ١٥٦١، ١٦٠٠، ٢٠١٢)، والطيالسي في مسنده برقم (٣٤١)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٥٥١١، ٥٥٧٩، ١٠٩٨٨)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٤٩٨١، ٥١٤٦، ٥٣٤٤، ٥٣٥٠)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم=

=(١٠٧٧٥ ، ١٠٨٢٢ ، ١٤٥٧٠)، وفي معرفة السنن والآثار برقم (٤٤٦٦)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٤٤٣٤)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٦٨٠ ، ٩٧٥٠ ، ٩٩١٤)، وفي معجمه الأوسط برقم (٤٠٠١ ، ٨٣٠٣)، والدارمي في سننه برقم (٢٥٣٥)، وابن أبي شيبة في مسنده برقم (٢٨٨ ، ٣٨٦)، والشاشي في مسنده برقم (٢٩٢-٢٩٥) مثله۔

وروي عن جابر رضي الله أنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء۔

أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٤١٧٧) في باب لعن آكل الربا ومؤكله، وأحمد في مسنده برقم (١٤٣٠٢)، وأبو يعلى في مسنده برقم (١٨٤٩ ، ١٩٦٠)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٠٧٧٤)، وفي سننه الصغرى برقم (١٨٥٢)، وفي شعب الإيمان برقم (٥١١٨)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٤٤٣٢-٤٤٣٣)، والبزار في مسنده برقم (٨٢١)، والبغوي في شرح السنة برقم (٢٠٥٤)۔

وأخرج النسائي في سننه برقم (٥١٠٣) عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا ومؤكله وكاتبه ومانع الصدقة، وكان ينهى عن النوح۔ وأخرج أحمد في مسنده برقم (٦٣٥) عن علي رضي الله عنه أنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة: آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه، والحال، والمحلل له، ومانع الصدقة، والواشمة، والمستوشمة۔

وهذا الحديث مروي عن علي رضي الله عنه باختصار وبإضافة، أخرجه أحمد في مسنده برقم (٦٣٥ ، ٦٦٠ ، ٦٧١ ، ٧٢١ ، ٨٤٤ ، ٩٨٠ ، ١٢٨٨ ، ١٣٦٤)، والبزار في مسنده برقم (٨٢١-٨٢٣ ، ٨٢٦-٨٢٧ ، ٨٥٩)، والنسائي=

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سود کھانے اور کھلانے والا اور اس کے دونوں گواہ اور اس کے کاتب جب کہ اس کو جانتے ہوں کہ معاملہ سود کا ہے اور خوبصورتی کے لئے گودنے والی اور گدوانے والی عورت اور صدقہ کو ٹالنے والا اور ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس جانے والا۔ یہ سب بزبان محمد ﷺ (بروز قیامت) ملعون ہوں گے۔ اس کو احمد اور ابویعلی نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔ ❶

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کے مفاسد کی ستر قسمیں ہیں۔ ان میں سے ادنی ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے

= في سننه الكبرى برقم (٩٣٣٤)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٤٠٢، ٥١٦)، والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٧٠٦٣)، وفي كتابه "الدعاء" برقم (٢١٦٨)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٥١٢٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٢٤٣٣)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (١٠٧٩١)۔

❶ أخرجه النسائي في سننه برقم (٥١٠٢) قال: أخبرنا إسماعيل بن مسعود، قال: حدثنا خالد، عن شعبة، عن الأعمش، قال: سمعت عبد الله بن مرة يحدث عن الحارث، عن عبد الله قال: آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه إذا علموا ذلك، والواشمة، والمستوشمة للحسن، ولآوي الصدقة، والمرتد أعرابياً بعد الهجرة، ملعونون على لسان محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٣٨٨١، ٤٠٩٠، ٤٤٢٨)، وابن =

زنا کرے۔ ❶

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک درہم کوئی سود سے حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس مرتبہ گناہ کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں عطاء خراسانی کی سند سے عبداللہ کے واسطے سے

= خزيمة في صحيحه برقم (٢٢٥٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٣٢٥٢)، والطيالسي في مسنده برقم (٤٠١)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٥٥١٢، ٨٦٦٦، ٩٣٣٣)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٨٢٤٧)، والحاكم في المستدرك برقم (١٤٣٠)، والطبراني في كتابه "الدعاء" برقم (٢١٩٦)، وفي مسند الشاميين برقم (١٣٣٨)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١٧٢٦)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٥٢٤١)، والشاشي في مسنده برقم (٨٤٢-٨٤٦)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٢٤٣١)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (٥١٠٠، ١٠٧٩٣، ١٥٣٥٠)۔

❶ أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٢٢٧٤) قال: حدثنا عبد الله بن سعيد، حدثنا عبد الله بن إدريس، عن أبي معشر، عن سعيد المقبري، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الربا سبعون حوباً، أيسرها أن ينكح الرجل أمه۔

وأخرجه البزار في مسنده برقم (٨٥٣٨)، وأبو بكر الدينوري المالكي في المجالسة برقم (١٥٩٠)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٥١٣٢-٥١٣٤)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٢٤٣٧)۔

روایت کیا ہے۔ ❶

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا سود کے بہتر گناہ ہیں ان میں سب سے چھوٹا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان ہوکر اپنی ماں سے زنا کرے اور ایک درہم سود کا گناہ کچھ اوپر تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر نیک و بد کو کھڑے ہونے کی اجازت دیں گے۔ مگر سود خور کو تندرستوں کی طرح کھڑا ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ اس طرح کھڑا ہوگا جیسے کسی کو شیطان جن وغیرہ نے لپٹ کر خبطی کر دیا ہو۔ ❷

---

❶ أخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٧٧) قال: حدثنا المقدام بن داود، قال: حدثنا أبو الأسود النضر بن عبد الجبار، قال: حدثنا ابن لهيعة، عن أبي عيسى الخراساني سليمان بن كيسان، عن عطاء الخراساني، عن عبد الله بن سلام، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لدرهم يصيبه الرجل من الربا أعظم عند الله من ثلاثة وثلاثين زنية يزنيها في الإسلام۔

❷ أخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٥١٢٦) قال: أخبرنا أبو الحسين بن بشران، ثنا إسماعيل بن محمد الصفار، ثنا أحمد بن منصور، ثنا عبد الرزاق، ثنا معمر، عن عطاء الخراساني، أن عبد الله بن سلام قال: الربا اثنان وسبعون حوباً، أصغرها حوباً كمن أتى أمه في الإسلام، ودرهم في الربا أشد من بضع وثلاثين زنية، قال: ويأذن لهم في القيام البر والفاجر يوم القيامة، إلا لآكل الربا، فإنه لا يقوم إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس۔

وأخرجه عبد الرزاق في مصنفه برقم (١٩٧٠٦)، وأبو بكر الدينوري في المجالسة برقم (٢٦٩٦)۔

یتیم کا مال ظلماً کھانا

اللہ پاک فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً وَّسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً ❶

ترجمہ: بے شک جو لوگ یتیم کا مال زبردستی کھا رہے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم رسید ہوں گے۔

دوسری جگہ (یتیموں کے سرپرستوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ❷

ترجمہ: یتیم کے مال کے قریب بھی مت پھٹکو ان کے بالغ ہونے تک، البتہ مناسب طریقہ سے (موافق احکام شرع کے) لے لو (تو اور بات ہے)۔

(مفسر قرآن) علامہ سدیؒ فرماتے ہیں کہ ظلم کے طور پر یتیم کا مال کھانے والے قیامت میں اس طرح حاضر ہوں گے کہ ان کے منہ، کان اور آنکھوں سے آگ کی لپیٹیں نکل رہی ہوں گی جسے دیکھ کر ہر کوئی سمجھ لے گا کہ

---

❶ النساء: ١٠

❷ الأنعام: ١٥٢

یہ یتیم کا مال کھاتا تھا۔ ❶

فقہائے کرامؒ نے فرمایا ہے کہ اگر یتیم کے ذمہ دار و سرپرست خود غریب ہیں، اس کے مصارف کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے تو ان کو معروف طریقہ سے اس قدر مال لینا کہ اس یتیم کی ضروریات بہم پہنچائی جاسکیں اور اس کے مال کی حفاظت اور اس کے مال میں زیادتی ہوسکے تو جائز ہے۔ ❷ جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ❸

---

❶ قال الطبري في تفسيره (٦/٤٥٤ ط: دار هجر): حدثنا محمد بن الحسين، قال: حدثنا أحمد بن مفضل، قال: حدثنا أسباط، عن السدي ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً﴾ قال: إذا قام الرجل يأكل مال اليتيم ظلماً، يبعث يوم القيامة ولهب النار يخرج من فيه، ومن مسامعه، ومن أذنيه، وأنفه، وعينيه، يعرفه من رآه يأكل مال اليتيم۔

وذكره السيوطي في تفسيره "الدر المنثور" (٤ /٢٥٢)، وابن كثير في تفسيره (٢ /٢٢٣)، والرازي في تفسيره "مفاتيح الغيب" (٩ /١٦٢)، والخازن في تفسيره (١/٣٤٥)۔

❷ كما في رد المحتار (٦ /٧١٣): أقول: وعبارة الخانية عن نصير: للوصي أن يأكل من مال اليتيم ويركب دوابه إذا ذهب في حوائج اليتيم، وقال بعضهم: لا يجوز، وهو القياس، وفي الاستحسان: يجوز أن يأكل بالمعروف، إذا كان محتاجاً بقدر ما سعى اهـ۔

❸ النساء: ٦

ترجمہ: اور جو (سرپرست) بامقدور ہوتو اسے بچنا چاہئے اور محتاج ہوتو اسے دستور کے موافق یتیم کے مال سے کھالینا جائز ہے۔

''معروف'' کی تفسیر میں علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ نے فرمایا ہے کہ معروف سے بطور قرض لینا یا بقدر ضرورت لینا یا بطور معاوضہ خدمت لینا یا مشروط بایں کہ بعد میں وسعت ہوئی تو لوٹا دیں گے ورنہ حق خدمت سمجھا جاوے......مراد ہے۔ [1]

حدیث میں ہے کہ ''میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے'' (آپ ﷺ نے اپنی شہادت اور بیچ کی انگلی سے اس

---

[1] كما في تفسيره "زاد المسير" (١/ ٤٩٠): وفي الأكل بالمعروف أربعة أقوال:

أحدها: أنه الأخذ على وجه القرض، وهذا مروي عن عمر، وابن عباس، وابن جبير، وأبي العالية، وعبيدة، وأبي وائل، ومجاهد، ومقاتل۔

والثاني: الأكل بمقدار الحاجة من غير إسراف، وهذا مروي عن ابن عباس، والحسن، وعكرمة، وعطاء، والنخعي، وقتادة، والسدي۔

والثالث: أنه الأخذ بقدر الأجرة إذا عمل لليتيم عملاً، روي عن ابن عباس، وعائشة، وهي رواية أبي طالب، وابن منصور، عن أحمد رضي الله عنه۔

والرابع: أنه الأخذ عند الضرورة، فإن أيسر قضاه، وإن لم يؤسر فهو في حل، وهذا قول الشعبي۔

طرح اشارہ کیا کہ دونوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھا)۔ ❶

---

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٣٠٤) في باب اللعان، وبرقم (٦٠٠٥) في باب فضل من يعول يتيماً قال: حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب، قال: حدثني عبد العزيز بن أبي حازم، قال: حدثني أبي، قال: سمعت سهل بن سعد، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا، وقال بإصبعه السبابة والوسطى۔

وأخرجه أبو داود في سننه برقم (٥١٥٢) في باب في من ضم يتيماً، والترمذي في سننه برقم (١٩١٨) في باب ما جاء في رحمة اليتيم وكفالته، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد في مسنده برقم (٢٢٨٧١)، وابن حبان في صحيحه برقم (٤٦٠)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٧٥٥٣)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٠٣٧)، وفي شعب الإيمان برقم (١٠٥١٤)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (١٣٥)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٥٧٧٢)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٤٥٤)، والروياني في مسنده برقم (١٠٧٧)۔

وأخرج مسلم في صحيحه برقم (٧٦٦٠) في باب الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم، بسنده عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كافل اليتيم له أو لغيره أنا وهو كهاتين في الجنة، وأشار مالك بالسبابة والوسطى۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٨٨٦٨)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (١٣٧)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٣٧٣)، وفي معجمه الأوسط برقم (١٢١٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٤٥٥)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٥١٩)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٣٧٤)، وعبد الرزاق في مصنفه =

یتیم کی کفالت میں اس کی نگرانی کی فکر اور اس کے قیام و طعام و لباس کی فراہمی کا نظم اور اس کے حصہ میں اگر کچھ مال ہے تو اس کے بڑھانے کی یا کم از کم حفاظت کی سعی داخل ہے، چاہے وہ یتیم رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر کسی نے یتیم کو اس کے خود کفیل ہونے تک اپنے ساتھ کھانے میں شریک رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کر دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی اور گناہ دخول جنت میں رکاوٹ نہ بنے۔'' [1]

= برقم (٢٠٥٩٢)، كلهم عن أبي هريرة رضي الله عنه باختلاف الألفاظ۔

قال مالك في الموطأ برقم (١٧٠٠) عن صفوان بن سليم أنه بلغه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أنا وكافل اليتيم له أو لغيره في الجنة كهاتين إذا اتقى، وأشار بإصبعيه الوسطى والتي تلي الإبهام۔

وبهذا الإسناد أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٠٣٨)، وفي شعب الإيمان برقم (١٠٥١٥)۔

وروى أبو يعلى في مسنده برقم (٤٨٦٦) عن عائشة رضي الله عنها مثله۔

[1] أخرجه أبو يعلى في مسنده برقم (٢٤٥٧) قال: حدثنا وهب بن بقية، حدثنا خالد، عن حسين، عن عكرمة، عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قبض يتيماً بين مسلمين إلى طعامه وشرابه حتى يغنيه الله أوجب الله له الجنة البتة، إلا أن يعمل ذنباً لا يغفر، ومن عال ثلاث بنات فأنفق عليهن، وأحسن إليهن وجبت له الجنة، فقام رجل من الأعراب، فقال: أو اثنين؟ قال: نعم! حتى لو قال واحدة لقال: نعم! وما من عبد أذهب الله كريمتيه إلا كان ثوابه عند الله في =

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "اگر کوئی شخص کسی یتیم بچے کے سر پر نہایت اخلاص کے ساتھ ہاتھ پھیرے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آرہے ہوں اتنی نیکیاں اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔ ❶

= الجنة، قال: وما كريمتاه؟ قال: عيناه، قال: وكان ابن عباس إذا حدث هذا الحديث قال: والله هذا من كرائم الحديث وغرره۔

وأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١١٣٧٧، ١١٦٥١)۔

وروي عن زرارة بن أوفى عن مالك بن الحارث أو عن مالك بن عمرو القشيري أو أبو مالك أو ابن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: من ضم يتيماً بين أبوين مسلمين إلى طعامه وشرابه حتى يستغني عنه وجبت له الجنة البتة، ومن أعتق أمرأ مسلماً كان فكاكه من النار يجزئ بكل عضو منه عضواً منه من النار۔

أخرجه أحمد في مسنده برقم (١٩٠٤٧، ١٩٠٥٢، ٢٠٣٤٥، ٢٠٣٤٦)، والطيالسي في مسنده برقم (١٤١٩)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٩٢٦)، وأبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (٢٠٧١)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٦٠٢٢-١٦٠٢٥)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٥٠٢، ١٠٥٢٠)۔

وروى الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٥٣٤٥) عن عدي بن حاتم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله، وروى البغوي في شرح السنة برقم (٣٤٥٧) عن ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله۔

❶ أخرجه أحمد في مسنده برقم (٢٢٢٠٧) قال: ثنا أبو إسحاق الطالقاني، ثنا عبد الله بن المبارك، عن يحيى بن أيوب، عن عبيد الله بن زحر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من =

حضرت ابوالدرداءؓ سے کسی نے وصیت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ یتیم پر شفقت کیا کرو اور اسے اپنے قریب رکھا کرو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس دیکھا تھا کہ ایک شخص اپنے دل کی سختی کی شکایت کررہا تھا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ "یتیم کے ساتھ محبت کرو اور اس کو اپنے

= مسح رأس يتيم لم يمسحه إلا لله كان له بكل شعرة مرت عليها يده حسنات، ومن أحسن إلى يتيمه أو يتيم عنده كنت أنا وهو في الجنة كهاتين، وفرق بين إصبعيه السباحة والوسطى۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٢٢٣٣٨)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٧٧٢٦، ٧٨٥٦)، وفي معجمه الأوسط برقم (٣١٦٦)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٤٥٦)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٥٢٥)۔

وروى البيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٥٣١) عن عبد الله بن أبي أوفى أنه قال: كنا جلوساً عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتاه غلام فقال: غلام يتيم وأخت لي يتيمة، وأم لي أرملة، أطعمنا مما أطعمك الله، أعطاك الله مما عنده حتى ترضى، فجاء بواحدة وعشرين تمرة، فقال: سبع لك، وسبع لأختك، وسبع لأمك، فقام إليه معاذ بن جبل فمسح رأسه، وقال: جبر الله يتمك، وجعلك خلفاً من أبيك، وكان من أبناء المهاجرين، فقال رسول الله صلى اللى عليه وسلم: قد رأيتك يا معاذ وما صنعت، قال: رحمته، قال: لا يلي أحد منكم يتيماً فيحسن ولايته، ويضع يده على رأسه إلا كتب الله له بكل شعرة حسنة، ومحا عنه بكل شعرة سيئة، ورفع له بكل شعرة درجة۔

وأخرجه أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٣٥٥٧)۔

ساتھ کھانا کھلایا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری حاجت برآری بھی ہوگی۔'' ❶

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اس کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی شخص ہے جو کسی یتیم یا بیوہ کی خاطر کھانا تیار نہ کرے۔ ❷

---

❶ أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (٧٣٤٦) قال: وأخبرنا أبو الحسن المقرئ، أخبرنا الحسن بن محمد بن إسحاق، حدثنا يوسف بن يعقوب، حدثنا سليمان بن حرب، حدثنا حماد بن سلمة، عن محمد بن واسع: أن أبا الدرداء رضي الله عنه كتب إلى سلمان أن رجلاً شكا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قسوة قلبه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أردت أن يلين قلبك فامسح رأس اليتيم وأطعمه۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠١٧٤، ١٠٥٢٤)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (٢٠٠٢٩)۔

وروى أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٧٥٦٦) عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رجلاً شكا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قسوة قلبه، فقال له: إن أردت تلين قلبك فأطعم المسكين، وامسح رأس اليتيم۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٩٠٠٦)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٥٢٣)۔

❷ أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٣٦٧٩) في باب حق اليتيم قال: حدثنا علي بن محمد، حدثنا يحيى بن آدم، حدثنا ابن المبارك، عن سعيد بن أبي =

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی تھی کہ اے داؤد (علیہ السلام) یتیم کے حق میں مثل ایک مہربان باپ کے ہو جاؤ اور بیوہ کے ساتھ مشفق شوہر جیسا سلوک کرو اور یاد رکھو جیسا بوؤ گے، ویسا پاؤ گے ❶

= أيوب، عن يحيى بن أبي سليمان، عن زيد بن أبي عتاب، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خير بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يحسن إليه، وشر بيت في المسلمين بيت فيه يتيم يساء إليه۔

وأخرجه البخاري في الأدب المفرد برقم (١٣٧)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٠١١)، وفي معجمه الأوسط برقم (٤٧٨٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٤٥٥)۔

وروى البيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٥٢٦) عن عمر بن الخطاب أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب بيوتكم إلى الله عز وجل بيت فيه يتيم مكرم۔

❶ أخرجه البخاري في الأدب المفرد برقم (١٣٨) قال: حدثنا عمرو بن عباس، قال: حدثنا عبد الرحمن، قال: حدثنا سفيان، عن أبي إسحاق، قال: سمعت عبد الرحمن بن أبزى، قال: قال داود [عليه السلام]: كن لليتيم كالأب الرحيم واعلم أنك كما تزرع كذلك تحصد، ما أقبح الفقر بعد الغنى، وأكثر من ذلك، أو أكثر من ذلك الضلالة بعد الهدى، وإذا وعدت صاحبك فأنجز له ما وعدته، فإن لا تفعل يورث بينك وبينه عداوة، وتعوذ بالله من صاحب إن ذكرت لم يعنك، وإن نسيت لم يذكرك۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٥٢٨-١٠٥٢٩)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (١٠٥٩٣)۔

(مطلب یہ کہ خود آدمی کا مرنا بھی یقینی ہے تو ظاہر ہے کہ کبھی تمہاری بیوی بھی بیوہ ہوگی اور تمہارے بچے بھی یتیم ہوں گے۔ اگر یتیموں اور بیوگان کو بنظر حقارت دیکھو گے اور ان کی بدحالی کی وجہ سے ناروا سلوک کرو گے تو یہی معاملہ بالآخر تمہارے اہل وعیال کے ساتھ بھی ہوگا۔

خود حضرت داؤد علیہ السلام نے مناجات میں ایک مرتبہ یوں کہا: اے خدا! جو شخص یتیموں اور بیوگان کا سہارا بن جائے اسے کیا اجر ملے گا؟ ارشاد ہوا، اس دن میرے عرش کا سایہ اسے نصیب ہوگا، جس دن کہیں سایہ نہیں رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ یتیموں اور بیوگان کی ضرورت پوری کرنے میں لگے ہوئے شخص کی مثال اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے اور مسلسل روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ [1]

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٣٥٣) في باب فضل النفقة على الأهل قال: حدثنا يحيى بن قزعة، حدثنا مالك، عن ثور بن زيد، عن أبي الغيث، عن أبي هريرة، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله، أو القائم الليل الصائم النهار۔

وأخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٠٠٧) في باب الساعي على المسكين، ومسلم في صحيحه برقم (٧٦٥٩)، والنسائي في سننه برقم (٢٥٧٧) في باب فضل الساعي على الأرملة، وابن ماجه في سننه برقم (٢١٤٠) في باب الحث على المكاسب، وأحمد في مسنده برقم (٨٧١٧)، وابن حبان في صحيحه =

حکایت

بلخ میں ایک خاندان علوی سادات سے تعلق رکھنے والا رہتا تھا صاحب خاندان کا انتقال ہوگیا، چونکہ وہ بڑے مالدار اور شریف النسب لوگ تھے اس لئے اس کی بیوہ اس ڈر سے کہ اب جو غربت آپڑی ہے اس پر اہل تعلق طعنہ دیں گے وہ اس مقام کو چھوڑ کر اپنی یتیم لڑکیوں کے ہمراہ کسی اور علاقہ میں چلی گئی، موسم نہایت سرد تھا، اس لئے اس نے ایک ویران مسجد میں اپنی لڑکیوں کو چھپایا اور تلاش معاش میں چل دی۔ چنانچہ اس کا گذر دو ایسے مالداروں پر ہوا جو اس شہر کے رئیسوں میں سے تھے، لیکن ایک مسلمان تھا اور ایک آتش پرست۔

= برقم (٤٢٤٥)، والبزار في مسنده برقم (٨١٦٠)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٢٣٦٩)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٠٤١)، وفي شعب الإيمان برقم (١٠٥١٨)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (١٣١)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٢٧٠، ٣٧٣)، وفي معجمه الأوسط برقم (٣٠٦، ١٢١٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٤٥٨)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٣٧٤)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (٢٠٥٩٢)۔

وروي مثل هذا عن صفوان بن سليم يرفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم۔ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٠٠٦) في باب الساعي على الأرملة، والترمذي في سننه برقم (١٩٦٩) في باب ما جاء في السعي على الأرملة واليتيم، وقال: وهذا الحديث حسن صحيح، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٠٣٩)۔

وہ پہلے مسلمان کے پاس اپنی ضرورت و پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پہنچی اور کہا کہ میں علوی خاندان کی شریف خاتون ہوں اور میری یتیم لڑکیاں بھی ہیں، میری پریشانی کا کوئی حل نکل آئے تو بہتر ہے، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے، مگر اپنے شریف سادات ہونے پر گواہی پیش کرو؟ اس عورت نے کہا میں یہاں اجنبی ہوں، میری گواہی کون دے گا؟ اس پر اس رئیس نے منہ پھیر لیا اور کوئی توجہ نہ دی۔

اب یہ عورت یہاں سے اس مجوسی مالدار کے ہاں پہنچی اور اس کے سامنے سارا قصہ سنایا، اس مجوسی نے اپنی عورتوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس کے ہمراہ جا کر اس کی بچیوں کو بلا لاؤ، چنانچہ وہ سب آئیں، اس نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ یہ شریف النسب مصیبت زدہ خاندان ہے انہیں نہلاؤ، دھلاؤ، ان بچیوں کے کپڑوں کا انتظام کرو اور عمدہ کھانا کھلاؤ۔

چنانچہ وہ بیوہ اپنی بچیوں کے ساتھ بڑے مزے سے کھا پی کر اور بے فکر ہو کر سو گئی۔ اسی رات وہ مسلمان، جس نے اسے بلا مدد واپس کر دیا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ قیامت کا میدان قائم ہے، ایک نہایت ہی عجیب و غریب اور شاندار محل ہے، جس میں ہیرے جواہرات سے مرصع تخت بنے ہوئے ہیں اور وہیں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ محل کس کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک مؤمن موحد امتی کا ہے، اس نے کہا کہ میں بھی موحد ہوں۔ آپ ﷺ

نے فرمایا کہ ''گواہی پیش کر کہ تو مؤمن موحد ہے۔'' اب یہ شخص نہایت پریشان ہوا کہ کہاں سے گواہی لاؤں، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ایک شریف عورت تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر آئی تھی تو نے بھی تو اس سے گواہی طلب کی تھی، بس پھر کیا تھا، نہایت غمگین اور نادم ہوا، اسی میں اس کی آنکھ کھل گئی۔

صبح شہر بھر میں گھومتا رہا کہ کوئی اس عورت کا پتہ بتا دے کسی طرح اس مجوسی کے گھر پہنچ ہی گیا اور اس سے کہا کہ اس مسلمان بیوہ عورت اور اس کی بچیوں کو ہمارے حوالے کر دو اور اسے خطیر رقم دینے کا وعدہ بھی کیا، لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔

اور کہا کہ میں نے رات خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک نہایت شاندار محل کے قریب تشریف فرما ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ یہ مکان تمہارے لئے ہے، تم نے شریف بیوہ عورت اور اس کی یتیم بچیوں کے ساتھ جو مہربانی کا سلوک کیا ہے، اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت بھی عطا فرمائی اور یہ مکان بھی تمہارے لئے بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ کی قسم! رات گذرنے سے پہلے میں اور میرے گھر کے تمام لوگ اس بیوہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ امیر اپنے غرور اور اپنی حماقت پر اپنا سامنہ لے کر لوٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور آخرت کے نفع کا احساس نصیب فرمادیں۔ آمین

چوری کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. ❶

ترجمہ: چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ ڈالو، بطور ان کی کمائی کے بدلے کے۔ سزا ہے اللہ کی طرف سے اور وہ بڑا غالب اور دانا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا'' ❷

---

❶ المائدة: ٣٨

❷ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٨٧٥٥) في كتاب الأشربة قال: حدثنا أحمد بن صالح، حدثنا ابن وهب، قال: أخبرني يونس، عن ابن شهاب، قال: سمعت أبا سلمة بن عبد الرحمن وابن المسيب، يقولان: قال أبو هريرة رضي الله عنه: إن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٢١١) في باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي ...... إلخ، والترمذي في سننه برقم (٢٦٢٥) في باب ماجاء لا يزني الزاني وهو مؤمن، وقال: حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه، والنسائي في سننه برقم (٤٨٧٠) في باب تعظيم السرقة، وبرقم (٥٦٥٩-٥٦٦٠) في باب ذكر الروايات المغلظات في شرب الخمر، وابن ماجه في سننه برقم (٣٩٣٦) في باب النهي عن النهبة، وأحمد في مسنده برقم (٨٨٨٢)، وابن حبان =

= في صحيحه برقم (١٨٦، ٤٤١٢، ٤٤٥٤، ٥١٧٢-٥١٧٣، ٥٩٧٩)، والبزار في مسنده برقم (٧٨١٥، ٨٧٣١، ٩٢٨٧، ٩٧١٦)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٥١٤٩-٥١٥٠، ٧٠٨٨-٧٠٩٥، ٧٣١٤-٧٣١٥)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٦٣٠٠، ٦٣٦٤)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢١٢٧١)، وفي شعب الإيمان برقم (٣٤، ٤٩٧٨)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٢٩)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٥٠٦، ٥٠٩، ٨٢٧)، وفي معجمه الأوسط برقم (٥٣٤، ٤٤١٨)، والطبري في تهذيب الآثار برقم (١٩٠٥، ١٩٠٨، ١٩١١-١٩١٨)، والدارمي في سننه برقم (٢١٠٦)، والبغوي في شرح السنة برقم (٤٦-٤٧)، وأبو عوانة في مسنده برقم (٣٧)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٤١٦)، وابن الجعد في مسنده برقم (٧٣٦)، وابن أبي شيبة برقم (٢٤٥٤٧)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (١٣٦٨٨)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (١٤٢، ٧٣٢)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٧٦٧).

أخرج أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٥١٣٢) قال: ثنا يزيد، ثنا محمد بن إسحاق، عن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، عن عائشة قال: بينما أنا عندها، إذ مر رجل قد ضرب في خمر على بابها فسمعت حس الناس، فقالت: أي شيء هذا؟ قلت: رجل أخذ سكراناً من خمر فضرب، فقالت: سبحان الله! سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يشرب الشارب حين يشرب وهو مؤمن، يعني الخمر، ولا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولا ينتهب منتهب نهبة ذات شرف يرفع الناس إليه فيها رؤوسهم وهو مؤمن، فإياكم وإياكم.

أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (١٢٣١، ٢٣٣٢)، والطبري =

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ چور کا ہاتھ ربع دینار کے چرانے پر بھی کاٹا جائے گا، ❶ بلکہ اس سے کم پر بھی، لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ ربع

= في تهذيب الآثار برقم (١٩١٩)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٤٠٤٦)۔

وأخرجه النسائي في سننه الكبرى برقم (٧٠٩٦) عن ابن عباس رضي الله عنه، وروى عنه الطبري في تهذيب الآثار برقم (١٩٠٠)۔

وأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٩٠٦) عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه۔ وأخرجه الطبري في تهذيب الآثار برقم (١٩٢٠) عن عبد الله بن أبي أوفى رضي الله عنه۔

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٧٨٩-٦٧٩١) في باب قول الله تعالى: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما﴾ قال: حدثنا عبد الله بن مسلمة، حدثنا إبراهيم بن سعد، عن ابن شهاب، عن عمرة، عن عائشة قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: تقطع اليد في ربع دينار فصاعداً۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٤٤٩٢-٤٤٩٦)، وأبو داود في سننه برقم (٤٣٨٣-٤٣٨٤) في باب ما يقطع فيه السارق، والنسائي في سننه برقم (٤٩١٤-٤٩٣٣، ٤٩٣٥-٤٩٣٦، ٤٩٣٩)، وابن ماجه في سننه برقم (٢٥٨٥) في باب حد السارق، وأحمد في مسنده برقم (٢٤٧٦٩، ٢٦١٥٩)، وابن حبان في صحيحه برقم (٤٤٥٥، ٤٤٥٩-٤٤٦٠، ٤٤٦٢، ٤٤٦٤)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٧٣٦١-٧٣٧٩، ٧٣٨٣)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٧٦٢١-١٧٦٢٢، ١٧٦٣٢)، وفي سننه الصغرى برقم (٣٣٦٩)، والدارقطني في سننه برقم (٣٤١٦-٣٤١٧)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٥٠٠٨-٥٠١٧)، والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٣٢٩-٣٣٠، ٨٩٥٢)، =
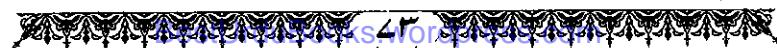
دینار سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ❶ ایک اور روایت میں ہے کہ "ربع دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ دو، اس سے کم پر مت کاٹو"۔ ❷

= وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٩٨٥)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٨٦٧٩)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٥٢٩)۔

❶ أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (١٧٦٢٣) قال: وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو بكر أحمد بن الحسن القاضي، قالا: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، حدثنا أبو زرعة الدمشقي، حدثنا أحمد بن خالد، حدثنا محمد بن إسحاق، عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، قال: أتيت بنبطي قد سرق فبعثت إلى عمرة بنت عبد الرحمن أي بني إن لم يبلغ ربع دينار فلا تقطعه، فإن عائشة رضي الله عنها حدثتني أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يقطع في دون ربع دينار، قال: فنظر فإذا سرقته بلغت درهمين، قال: فضربته وغرمته وخليت سبيله۔

❷ أخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٤٥٥٩) قال: ثنا هاشم، قال: ثنا محمد يعني ابن راشد، عن يحيى بن يحيى الغساني، قال: قدمت المدينة فلقيت أبا بكر بن محمد بن عمرو بن حزم وهو عامل على المدينة قال: أتيت بسارق، فأرسلت إلي خالتي عمرة بن عبد الرحمن أن لا تعجل في أمر هذا الرجل حتى آتيك فأخبرك ما سمعت من عائشة في أمر السارق، قال: فأتتني وأخبرتني إنها سمعت عائشة تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقطعوا في ربع الدينار، ولا تقطعوا فيما هو أدنى من ذلك، وكان ربع الدينار يومئذ ثلاثة دراهم، والدينار اثني عشر درهماً، قال: وكانت سرقته دون ربع الدينار فلم أقطعه۔

وأخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (١٧٦٢٤)، وفي سننه الصغرى برقم (٣٣٣٢)، وأبو يعلى في معجمه برقم (١١٦)۔

اس وقت دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا، [1] اس لئے ربع دینار کا مطلب یہ ہوا کہ تین درہم یا اتنی قیمت کی کوئی شئ اگر چوری کرے گا تب تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس سے کم پر (چاہے قاضی حد جاری کرتے ہوئے کوئی اور سزا دے دے) قطع ید کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنومخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے کوئی چیز مستعار لے کر پھر انکار کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد اسامہ بن زیدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں سفارش کی، ان کی بات سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اسامہ! میں اللہ کی حدود کے معاملے میں تیری سفارش قبول نہیں کروں گا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ: ''تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب صرف یہی ہے کہ وہ حدود اللہ کے قیام اور عدل وانصاف جیسے اہم معاملات میں بھی جانبداری سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اگر معزز آدمی چوری کرتا تو چھوڑ دیتے اور ضعیف و کمزور آدمی یہی غلطی کرتا تو اس کو سزا دیتے، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔''

---

[1] انظر التخريج السابق، فيه تصريح بأن الدينار يومئذ كان اثني عشر درهماً۔

چنانچہ اس کے بعد اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا، ❶ سبحان اللہ!

---

❶ أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٤٥٠٥-٤٥٠٦) في باب قطع السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحدود، قال: حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا ليث ح وحدثنا محمد بن رمح، أخبرنا الليث، عن ابن شهاب، عن عروة، عن عائشة: أن قريشاً أهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: ومن يجترئ عليه إلا أسامة حبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكلمه أسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتشفع في حد من حدود الله؟ ثم قام فاختطب فقال: أيها الناس! إنما أهلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها، وفي حديث ابن رمح "إنما هلك الذين من قبلكم"۔

وأخرجه البخاري في صحيحه مختصراً برقم (٦٧٨٧) في باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع، وأبو داود في سننه برقم (٤٣٧٥) في باب في الحد يشفع فيه، والترمذي في سننه برقم (١٤٣٠) في باب ما جاء في كراهية أن يشفع في الحدود، وقال: حديث عائشة حديث حسن صحيح، والنسائي في سننه برقم (٤٨٩٥-٤٩٠٢) في باب ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر الزهري في المخزومية التي سرقت، وابن ماجه في سننه برقم (٢٥٤٧) في باب الشفاعة في الحدود، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٥٣٣٦)، وابن حبان في صحيحه برقم (٤٤٠٢)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٧٣٤١-٧٣٤٨)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٧٦١٥، ١٧٦٨٧، ١٧٧٦٠، ١٨٠٧١)، وفي معرفة السنن والآثار برقم (٥٥٠٤)، وفي سننه الصغرى برقم (٢٦٤٤)، وأبو عوانة في مستخرجه =

کس قدر احکام خداوندی کا احترام و لحاظ نگاہ نبوت میں تھا۔

فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ❶

عبدالرحمٰن بن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے فضالہ بن عبید سے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے گلے میں لٹکا دینے کے بارے میں پوچھا کہ آیا وہ سنت سے ثابت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کٹوائے اور حکم فرمایا کہ اس کو گردن میں لٹکا دیا جائے۔ ❷

= برقم (٥٠٣٠-٥٠٣٢)، والبغوي في شرح السنة برقم (٢٦٠٣)، والطحاوي في شرح معاني الآثار برقم (٤٩٨١-٤٩٨٢)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٨٦١، ١٧٢٩)، والدارمي في مسنده برقم (٢٣٤٨)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٦٢٥)۔

وأخرجه البخاري في صحيحه برقم (٤٣٠٤) عن عروة بن الزبير مرسلاً، وكذا رواه مرسلاً عنه النسائي في سننه الكبرى برقم (٧٣٤٩)، وأخرجه الطبراني في معجمه برقم (١٧١٨٠) عن مسعود بن الأسود رضي الله عنه مرفوعاً، وفي معجمه الأوسط برقم (٧٤٧٩) عن أم سلمة رضي الله عنها۔

❶ الأنعام: ١٠٤

❷ أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٤١٣) في باب في السارق تعلق يده في عنقه، قال: حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا عمر بن علي، حدثنا الحجاج، عن مكحول، عن عبد الرحمن بن محيريز، قال: سألنا فضالة بن عبيد عن تعليق اليد في العنق للسارق أ من السنة هو؟ قال: أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بسارق =

علماء نے فرمایا ہے کہ چور کا محض توبہ کر لینا اس کے لئے نافع نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ چوری کیا ہوا مال واپس کردے بشرطیکہ مال مسروقہ اس کے پاس موجود ہو اور اگر وہ مفلس و نادار ہے تو اتنا تو کرے کہ صاحب حق سے معاف کروالے۔

ڈاکہ ڈالنا

إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَنْ يُّقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. [1]

= فقطعت يده ثم أمر بها فعلقت في عنقه۔

وأخرجه الترمذي في سننه برقم (١٤٤٧) في باب ما جاء في تعليق يد السارق، وقال: هذا حديث حسن غريب، والنسائي في سننه برقم (٤٩٨٢-٤٩٨٣) في باب تعليق يد السارق في عنقه، وفي سننه الكبرى برقم (٧٤٣٣-٧٤٣٤)، وأحمد في مسنده برقم (٢٣٩٩١)، والدار قطني في سننه برقم (٣٤٧٥)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٧٧٣١، ١٧٧٣٣)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٥١٦٥)، وفي مسند الشاميين برقم (٢١٧٥، ٣٥٥٦)، وعبد الله بن المبارك في مسنده برقم (١٤٥)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٩٥٧٦)۔

[1] المائدة: ٣٣

ترجمہ: بے شک جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر ڈالو یا سولی چڑھا دو یا ان کے ہاتھ پیر مخالف طور پر کاٹ ڈالے جائیں، یہ تو ان کی دنیوی سزا تھی اور آخرت میں ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

واحدیؒ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ یحاربون الله ورسوله میں داخل ہے اور چوری اور قافلوں کو لوٹنا اور ڈاکہ زنی کرنا يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً میں داخل ہے (اور انہیں مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق سزا دی جائے گی، پھر اگر وہ اپنے اس عمل سے بصدق دل توبہ کر لیتے ہیں تب تو ٹھیک ہے، ورنہ آخرت کی سزا اور بھی خطرناک و دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدرت کاملہ سے تمام معاصی سے محفوظ رکھیں اور لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں، آمین)۔

حکایت

ایک بزرگ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ بغل سے کٹا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کر لو، میں اس کے قریب پہنچا اور اس سے پوچھا کہ بھئی! کیا قصہ ہے؟

اس نے کہا کہ میں ایک ظالم پہلوان کے دوستوں اور حاشیہ برداروں میں سے تھا، ایک مرتبہ میں جا رہا تھا، راستہ میں دیکھا کہ ایک شخص

کے پاس زبردست مچھلی ہے، میں نے اس سے کہا کہ وہ مچھلی مجھے دے دے ، اس نے انکار کیا اور کہا، میں نے اسے پیسے دے کر اہل و عیال کے لئے خریدا ہے تمہیں نہیں دوں گا۔ چونکہ میں پہلوانوں کے ساتھ رہا کرتا تھا، کمزوروں اور تہی دستوں پر ظلم کر کے انہیں کنگال کرنا تو ہمارا شیوہ تھا، میں نے آگے بڑھ کر اسے ایک دھول رسید کی، اور مچھلی لے کر چلتا بنا، راستہ میں مچھلی نے میری انگلی کو دبا دیا، جس سے مجھے شدید تکلیف ہوئی، خیر کسی طرح اسے گھر پہنچایا، مگر میری تکلیف بڑھتی ہی رہی، یہاں تک کہ صبح حکیم کے پاس گیا، اس نے کہا کہ انگلی کو کاٹ دینا ضروری ہے، ورنہ زہر ہاتھ میں پہنچ سکتا ہے، میں نے انگلی کٹوا دی، اب میرے ہاتھ میں درد شروع ہو گیا، حکیم نے اس کا کاٹنا بھی تجویز کیا، یہاں تک کہ میرا ہاتھ بغل سے کاٹ دیا گیا۔

اس کے بعد میری ملاقات ایک دوست سے ہوئی، اس نے کہا کہ تم نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا تھا؟ میں نے اس مچھلی کا سارا قصہ سنا دیا، انہوں نے کہا کہ اگر تم پہلی تکلیف میں مچھلی والے سے معافی مانگ لیتے تو یہ نوبت نہ آتی، اب بھی کچھ نہیں گیا، اس سے جا کر معافی مانگ لو، ورنہ یہ نوبت آجائے گی کہ اس طرح تمہارا سارا جسم کاٹ کاٹ کر پھینک دیا جائے گا۔

میں نے فوراً اس کی تلاش شروع کی، چنانچہ اس سے ملاقات ایک جگہ ہوگئی، میں فوراً اس کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگنے لگا، میں نے اسے سارا قصہ یاد دلایا اور اپنا ہاتھ نکال کر دکھلایا وہ بے چارہ آبدیدہ ہو گیا اور

معاف کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا، تم کو اللہ کی قسم! یہ بتاؤ جب میں نے تم سے ظلماً مچھلی چھین لی تھی تو تم نے بد دعا تو نہیں کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے کہا تھا، اے اللہ! اس شخص نے اپنی طاقت اور قوت کا استعمال کر کے مجھ غریب کی پونجی چھین لی ہے اب تو مجھے اپنی طاقت دکھلا۔ میں نے کہا: میرے بھائی! تم نے اب اللہ کی قدرت دیکھ لی کہ کس طرح اس نے میرے ظلم کا انتقام لیا اور عاجز بنا کر تمہارے قدموں میں لا ڈالا، میں توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد کسی پر ظلم نہیں کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام امت مسلمہ کو رزق حلال عطا فرمائیں اور رزق حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

شاھراہ سید الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی

خلیفہ مجاز: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

ناشر:

کتب خانہ مظہری

آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں

آپ کا مرتبہ اس جہاں میں ۔۔۔ جیسے خورشید ہو آسماں میں

دوستو یہ ہے شہرِ مدینہ ۔۔۔ جس سے اسلام پھیلا جہاں میں

گر نہ صلِّ علیٰ ہو زباں پر ۔۔۔ کیا اثر ہوگا آہ و فغاں میں

ورفعنا کا انعام یہ ہے ۔۔۔ آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں

شرط توحید کامل یہی ہے ۔۔۔ عشق ہو آپ کا قلب و جاں میں

کوئی سمجھے گا کیا، غیر ممکن! ۔۔۔ آپ کا رتبہ دونوں جہاں میں

سبز گنبد پہ جس کی نظر ہو ۔۔۔ وہ بھلا جائے کس گلستاں میں

نام کیسا ہے پیارا محمد ﷺ ۔۔۔ جن کے صدقے میں ایماں ہے جاں میں

یہ ہے فیضانِ نورِ نبوت ۔۔۔ جو ہے اسلام سارے جہاں میں

کیا کہوں رفعت شان گنبد

کچھ نہیں دم ہے اختؔر زباں میں

شاہراہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى أما بعد: فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ○

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ...... [1]

اس آیت کے نزول کی خاص شان ہے، عرفہ کا دن ہے جو تمام ایام میں سید الایام ہے اور جمعہ کا دن ہے جس کے فضائل بے انتہاء ہیں، مقام میدان عرفات ہے اور جبلِ رحمت کے قریب ہے جو عرفہ کے دن اللہ رب العزت کی طرف سے نزولِ رحمت کا خاص مقام ہے، وقت عصر کا ہے جو کہ عام دنوں میں بھی مبارک وقت ہے اور خصوصاً یوم جمعہ میں قبیل مغرب قبولیت دعاء کی روایات کثرت سے آئی ہیں پھر عرفہ کا دن مزید دعاء کی قبولیت کا ہے پھر حج کے لئے مسلمانوں کا سب سے عظیم اجتماع ہے، جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ جو کہ اس کائنات کے لُبّ لباب، عظیم ترین ہستیاں تھیں، اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جبل رحمت کے نیچے اپنی ناقہ اونٹنی (عضباء) پر سوار ہیں اور حج کے سب سے بڑے رکن وقوفِ

---

[1] المائدة: ٣

عرفات میں مشغول ہیں ان فضائل و برکات اور رحمتوں کے سایہ میں یہ آیتِ کریمہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت کریمہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تو حسب دستور وحی کا ثقل اور بوجھ اتنا محسوس ہوا کہ اونٹنی (عضباء) دبی جارہی ہے، یہاں تک کہ مجبور ہوکر بیٹھ گئی۔ ❶

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی آخری آیت ہے اس کے بعد احکام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، صرف ترغیب وترہیب کی چند آیات نازل ہوئیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ صرف ۸۱ دن دنیا میں بقید حیات رہے ❷ کیونکہ ۱۰

---

❶ كما ذكره صاحب "التفسير المظهري في تفسيره (۱/۹۹۳) قال: (فائدة) نزلت هذه الآية يوم الجمعة عرفة بعد العصر في حجة الوداع، والنبي صلى الله عليه وسلم واقف بعرفة على ناقته العضباء، فكادت عضد الناقة تندق من ثقلها فنزلت۔

وقال القرطبي في تفسيره (٦/ ٦١): قلت: القول الأول أصح، أنها نزلت في يوم جمعة، وكان يوم عرفة بعد العصر في حجة الوداع سنة عشر، ورسول الله صلى الله عليه وسلم واقف بعرفة على ناقته العضباء، فكاد عضد الناقة ينقد من ثقلها فبركت۔

❷ كما ذكره الآلوسي في تفسيره "روح المعاني" (٦/ ٦٠) قال: وعن ابن عباس والسدي: أن المعنى اليوم أكملت لكم حدودي وفرائضي وحلالي =

ہجری کی نویں ذی الحجہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور ۱۱ ہجری کی بارہویں ربیع الاول کو آنحضرت ﷺ اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔ یہ آیت کریمہ اس شان واہتمام سے نازل ہوئی مسلمانوں کے لئے بہت بڑی خوشخبری اور بھاری انعام ہے۔ دینِ حق اور نعمتِ الٰہی کا انتہائی معیار جو اس عالم میں بنی نوع انسان کو عطا ہونے والا تھا وہ آج مکمل ہو گیا۔

حضرت آدمؑ کے زمانے سے جو دین حق کا نزول شروع ہوا اور ترویج شروع ہوئی آج وہ دین اور نعمت مکمل صورت میں خاتم الانبیا ﷺ اور آپ کی امت کو عطا کی گئی یعنی تکمیل اس کی حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ چند علمائے یہود حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا جشن مناتے۔ فاروق اعظمؓ نے سوال کیا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ انہوں نے یہی آیت بتلائی ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ......الآیة﴾ [1] اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے

=وحرامي بتنزيل ما أنزلت وبيان ما بينت لكم، فلا زيادة في ذلك ولا نقصان منه بالنسخ بعد هذا اليوم، وكان يوم عرفة عام حجة الوداع، واختاره الجبائي والبلخي وغيرهما، وادعوا أنه لم ينزل بعد ذلك شيء من الفرائض على رسول الله صلى الله عليه وسلم في تحليل ولا تحريم، وأنه عليه الصلاة والسلام لم يلبث بعد سوى أحد وثمانين يوماً، ومضى -روحي فداه- إلى الرفيق الأعلى صلى الله عليه وسلم۔

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٤٥) في باب زيادة الإيمان =

خوشیاں منائی لیکن حضرت عمرؓ نے زار وقطار رونا شروع کردیا تو آپ ﷺ نے پوچھا تو عرض کیا کہ اس آیت سے معلوم ہوا اب آپ کا قیام اس دنیا میں

= ونقصانه قال: حدثنا الحسن بن الصباح، سمع جعفر بن عون، حدثنا أبو العميس، أخبرنا قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، عن عمر بن الخطاب: أن رجلاً من اليهود قال له: يا أمير المؤمنين! آية في كتابكم تقرؤونها لو علينا معشر اليهود نزلت لاتخذنا ذلك اليوم عيداً، قال: أي آية؟ قال: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ قال عمر: قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذي نزلت فيه على النبي صلى الله عليه وسلم وهو قائم بعرفة يوم جمعة۔

وأخرجه البخاري في صحيحه برقم (٤٤٠٧) في باب حجة الوداع، وبرقم (٤٦٠٦) في باب قوله: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم﴾، وبرقم (٧٢٦٨) في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، ومسلم في صحيحه برقم (٧٧١٠-٧٧١٢) في التفسير، والترمذي في سننه برقم (٣٠٤٣) في باب من سورة المائدة، وقال: هذا حديث حسن صحيح، والنسائي في سننه برقم (٣٠٠٢) في باب ما ذكر في يوم عرفة، وبرقم (٥٠١٢) في باب زيادة الإيمان، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (١٨٨ ، ٢٧٢)، وابن حبان في صحيحه برقم (١٨٥)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٣٩٨٣ ، ١١٠٧٢)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٥٨٣٠ ، ٩٧٥٠-٩٧٥١) وفي شعب الإيمان برقم (٣٣ ، ٣٧٧٣)، وفي دلائل النبوة (٤٤٥/٥)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (٢٤٩٩-٢٥٠٠)، والحميدي في مسنده برقم (٣٤)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٣٣٦)۔

وهكذا رواه البيهقي في "دلائل النبوة" (٤٤٦/٥) عن ابن عباس رضي الله عنه۔

بہت کم ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ (1) اس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا تو دین کی تکمیل آج ہوئی۔ یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ پچھلے انبیاء کا دین ناقص تھا؟ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ تفسیر بحر محیط میں بحوالہ قفال مروزیؒ نقل کیا گیا ہے کہ دین تو ہر نبی، ہر رسول کا اس کے زمانے کے اعتبار سے مکمل تھا جس زمانے میں جس نبی پر شریعت نازل کی گئی وہ اس زمانے کے لئے اس قوم کے لئے مکمل تھی لیکن حق تعالیٰ شانہ کے علم میں یہ تفصیل پہلے سے تھی کہ جو دین اس زمانے اور اس قوم کے لئے مکمل ہے وہ اگلے زمانے اور آنے والی نسلوں اور قوموں کے مکمل نہیں ہوگا بلکہ اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین دوسری شریعت نافذ کی جائے گی بخلاف شریعت محمدیہ ﷺ کے جو سب سے آخر میں نازل کی گئی۔ وہ ہر ملک، ہر قوم، ہر علاقہ اور ہر زمانے کے لحاظ سے کامل و مکمل ہے۔ اب وہ نہ کسی زمانے سے مخصوص ہے نہ کسی خطے کے ساتھ

---

(1) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٥٥٤٩) قال: حدثنا محمد بن فضيل، عن هارون بن أبي وكيع، عن أبيه، قال: لما نزلت هذه الآية ﴿اليوم أكملت لكم دينكم﴾ قال: يوم الحج الأكبر، قال: فبكى عمر، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما يبكيك؟ قال: يا رسول الله! أبكاني أنا كنا في زيادة من ديننا، فأما إذ كمل فإنه لم يكمل قط شيء إلا نقص، قال: صدقت۔

مخصوص ہے، نہ کسی ملک وقوم کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ قیامت تک کے ہر زمانے، ہر خطے، ہر قوم کے لئے یہ شریعت کامل ومکمل ہے۔ ❶ یہاں اکملت فرمایا تو اکمال دین کا مقصد یہ ہوا کہ قانون الٰہی اور احکام دین کے اس دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا وہ آج پورا ہو گیا۔ اتمام نعمت کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان اب کسی کے محتاج نہیں رہے ان کو تو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے غلبۂ قوت اور اقتدار عطا فرمایا جس کے ذریعے اس دین حق کے احکام کو جاری اور نافذ کر سکے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اکمال دین کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ دین کو آج مکمل کر دیا گیا اب نہ اس میں کسی زیادتی کی ضرورت باقی ہے نہ منسوخ ہو کر کسی کمی کا احتمال ہے ❷

---

❶ في البحر المحيط (٣ /٤٢٦): وقال القفال: الدين ما كان ناقصاً البتة، بل كانت الشرائع تنزل في كل وقت كافية في ذلك الوقت، إلا أنه تعالى كان عالماً في أول المبعث بأن ما هو كامل في هذا اليوم ليس بكامل في الغد، وكان ينسخ بعد الثبوت ويزيد بعد العدم، وأما في آخر زمان المبعث فأنزل شريعة كاملة، وأحكم ثباتها إلى يوم القيامة۔

❷ كما قال السيوطي في تفسيره "الدر المنثور" (١٨٢/٥) : أخرج ابن جرير وابن المنذر، عن ابن عباس قال: أخبر الله نبيه والمؤمنين أنه قد أكمل لهم الإيمان فلا تحتاجون إلى زيادة أبداً، وقد أتمه فلا ينقص أبداً، وقد رضيه فلا يسخطه۔

وأسنده الطبري في تفسيره (٨٠/٨) قال: حدثني المثنى، قال: حدثنا =

چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سلسلۂ وحی منقطع ہونے والا تھا اور بغیر وحی الٰہی کے قرآن کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا اس لئے حق تعالیٰ نے اس دین کو مکمل کردیا اب جبکہ حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْناً......﴾ (1) جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آج میں نے دین کو مکمل کردیا تو اب اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی کو حق ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے: مَنْ اَحْدَثَ فِيْ دِيْنِنَا هٰذَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (2) جو شخص ہمارے اس دین میں ایسی چیز کا اضافہ کرے جو کہ دین میں نہ ہو وہ چیز قابل رد ہے۔ قابل قبول نہیں۔

= عبد الله، قال: حدثني معاوية، عن علي، عن ابن عباس قوله: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم﴾ وهو الإسلام، قال: أخبر الله نبيه صلى الله عليه وسلم والمؤمنين أنه قد أكمل لهم الإيمان، فلا يحتاجون إلى زيادة أبداً، وقد أتمه الله عز ذكره فلا ينقصه أبداً، وقد رضيه الله فلا يسخطه أبداً۔

(1) المائدة: ٣

(2) أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٢٦٩٧) في باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، قال: حدثنا يعقوب، حدثنا إبراهيم بن سعد، عن أبيه، عن القاسم بن محمد، عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد۔

وذكره البخاري في صحيحه تعليقاً في باب النجش، وفي باب إذا اجتهد=

اب اگر آپ کے سامنے کوئی شخص کوئی عمل پیش کرتا ہے دین بنا کر اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بتاتا ہے جنت میں جانے کا ذریعہ جہنم سے بچنے کا ذریعہ بتاتا ہے تو آپ اس سے معلوم کریں یہ چیز منقول ہے کہ نہیں؟ قرآن مجید میں یہ چیز ضرور ہوگی کیونکہ قرآن ہی کا اعلان ہے ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ ❶ اب اگر کوئی کہے کہ قرآن میں تھی مگر (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتلائی نہیں تو یہ رسالت پر اعتماد کو ختم کرنا ہے جو نہایت خطرناک بات ہے۔ رسول کے لئے یہ ناممکن ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ❷

= العامل أو الحاكم فأخطأ خلاف الرسول من غير علم فحكمه مردود، وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٤٥٨٩-٤٥٩٠) في باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، وأبو داود في سننه برقم (٤٦٠٨) في باب في لزوم السنة، وابن ماجه في سننه برقم (١٤) في باب تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم والتغليظ على من عارضه، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٥٥١١، ٢٦٠٧٥، ٢٦٢٣٤، ٢٦٣٧٢)، وابن حبان في صحيحه برقم (٢٦-٢٧)، والطيالسي في مسنده برقم (١٥٢٥)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٤٥٩٤)، والدار قطني في سننه برقم (٤٥٣٤-٤٥٣٨)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢٠٨٧٠، ٢١٠٤١، ٢١٧٢٨)، وفي سننه الصغرى برقم (٤١٧٤)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٥١٥٦-٥١٥٩)، والبغوي في شرح السنة برقم (١٣٠)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٩٧٩)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (١٤٩٥)۔

❶ المائدة: ٣

❷ المائدة: ٦٧

اے اللہ کے رسول آپ پہنچایئے ان چیزوں کو جو آپ پر نازل کی گئی آپ کے رب کی طرف سے۔ نبی کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ اللہ کے حکم کو وہ امت کو نہ بتلائے۔ اب اگر وہ چیز قرآن میں نہیں ہے تو حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ہوگی کیونکہ حدیث وحی خفی ہے اور قرآن وحی جلی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ❶ جو میرا رسول بتلائے اس کو لے لو جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ مثال کے طور پر قبر پر سجدہ کرنا اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے لہٰذا اس سے رک جانا چاہئے۔ اسی طرح شادی بیاہ میں، تیجہ، چالیسواں، برسی وغیرہ سینکڑوں قسم کی رسمیں ہیں جو کہ دین سمجھ کر کی جارہی ہیں ان سے بچنا چاہئے کیونکہ ان کا حکم نہیں دیا گیا۔ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اہل خانہ تیسرے دن جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں ایصال ثواب کے لئے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک انسان کو اچانک حادثہ پیش آگیا شدید زخمی ہوگیا مگر اہل خانہ کہتے ہیں کہ ہماری خاندانی روایت یہ ہے کہ تین دن کے بعد فرسٹ ایڈ (First Aid) دی جاتی ہے زخمی بے چارہ تکلیف کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہوجائے گا۔ اسی طرح موت ایک حادثہ ہے مردے کو فوراً ثواب کی ضرورت ہے۔ سوال جواب شروع ہے، مَنْ رَّبُّكَ؟ تمہارا رب کون ہے؟ مَا دِيْنُكَ ؟ تمہارا دین کیا ہے؟ پھر

❶ الحشر: ۷

آپ ﷺ کے بارے میں سوال ہوگا کہ یہ کون ہے؟ (1) وہ مصیبت میں ہے مگر اہل خانہ جہالت کی بناء پر تین دن تک اس کو تڑپاتے ہیں اور عشق رسول کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ یہاں حضرت والد صاحب مدظلہٗ کے چار اشعار یاد

---

(1) أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٧٥٥) في باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، حدثنا جرير، ح وحدثنا هناد بن السري، حدثنا أبو معاوية -وهذا لفظ هناد- عن الأعمش، عن المنهال، عن زاذان، عن البراء بن عازب قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة رجل من الأنصار، فانتهينا إلى القبر، ولما يلحد فجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وجلسنا حوله، كأنما على رؤوسنا الطير، وفي يده عود ينكت به في الأرض، فرفع رأسه، فقال: استعيذوا بالله من عذاب القبر، مرتين أو ثلاثاً - زاد في حديث جرير ها هنا- وإنه ليسمع خفق نعالهم إذا ولوا مدبرين، حين يقال له: يا هذا! من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ ......إلخ۔

أخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (١٨٥٥٧، ١٨٦٣٧)، والحاكم في "المستدرك" برقم (١٠٧)، والطبري في تهذيب الآثار برقم (١٧٢، ١٧٤)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٣٩٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (١٢١٨٥)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (٦٧٣٧)۔

وروي بمعناه عن أبي هريرة رضي الله عنه، أخرجه البزار في مسنده برقم (٩٧٦٠)، والطبري في تهذيب الآثار برقم (١٧٥)، وروى الطبراني في معجمه الكبير برقم (٩٠٤٤) والطبري في تهذيب الآثار برقم (١٨٣) عن عبد الله بن مسعود معناه۔

وروى ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٥٩١٣) عن البراء بن عازب، قال=

آ گئے، فرماتے ہیں:

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبع سنت ہو اور بدعت سے بیزار ہو

اتباع سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حاملِ انوار ہو

عشق کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جان فدا کرنے کو ہر دم سر بکف تیار ہو

عشقِ سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عاشق رسول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیجہ نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تیجہ نہیں کیا، حضرت عمرؓ کا حضرت عثمانؓ نے تیجہ نہیں کیا اور حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ نے نہیں کیا۔ غرض کسی صحابی نے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یا کسی بھی صحابی کا تیجہ، چالیسواں یا برسی نہیں کی۔ عشق رسول کا دعویٰ کرنے والوں کو سوچنا

= في قوله: ﴿يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا﴾ قال: التثبيت في الحياة الدنيا إذا جاء الملكان إلى الرجل في القبر فقالا له: من ربك؟ فقال: ربي الله، وقالا: ما دينك؟ قال: ديني الإسلام، قالا: ومن نبيك؟ قال: محمد، قال: فذلك التثبيت في الحياة الدنيا۔

چاہئے کہ کون سچا عاشق ہے؟ صحابہ کرامؓ یا موجودہ دور کے عشقِ رسول کے دعوے دار؟

یہاں ایک سبق آموز واقعہ نقل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جسے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ایک وعظ میں بیان فرمایا کہ بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہوگیا، ان کے اعزہ و اقرباء چاروں طرف سے جمع ہوگئے۔ رئیس زادے نے قسم قسم کے عمدہ کھانے پکوائے، جب کھانا چنا گیا تو اس نے مہمانوں سے کہا کہ مجھے آپ حضرات سے کچھ عرض کرنا ہے پہلے میری گزارش سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ ہر خاندان میں باپ کی حیثیت مرکزی نوعیت کی ہوتی ہے آج ہمارے گھر کی مرکزی حیثیت ہم سے جدا ہوگئی ہے۔ میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا ہے۔ شدت غم سے ہمارے کلیجے منہ کو آگئے ہیں اور آپ حضرات ہیں کہ آستین چڑھائے ہوئے مرغن ولذیذ کھانا کھانے کے لئے تیار ہوگئے ہیں اور کیوں صاحب یہی آپ کی ہمدردی ہے؟ کیا اسی طرح سے غم بانٹنا اور ہلکا کیا جاتا ہے؟ افسوس! صد افسوس! ہم پر تو قیامت ٹوٹ پڑی ہے اور آپ...... بس مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے۔ اب آپ کھانا شروع کیجئے۔ بھلا اب کون کھاتا سب لوگ خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چپکے سے رخصت

ہو گئے ۔ بعد ازاں رئیس زادے نے محلے کے غرباء کو بلوا کر تمام کھانا کھلوا دیا۔ غریب لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے اس کے بعد برادری کے چند معزز لوگوں نے اس مروجہ رسم کے بارے میں غور کیا اور سب نے بالاتفاق طے کیا کہ واقعی یہ رسمیں بالکل عقل کے خلاف ہے اور شریعت کے خلاف تو ہیں ہی اس لئے ان سب کو یک لخت موقوف کر دینا چاہئے۔ کسی نے ان رئیس زادے سے کہا کہ میاں! جب تم کو کھانا کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے یہ بات کہہ دی ہوتی اتنا انتظام تم نے کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا اگر میں یہ انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا تو لوگ یوں سمجھتے کہ اپنی بچت کے لئے یہ بات کی ہے اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے سکے کیونکہ میں نے عمدہ سے عمدہ کھانا تیار کروادئے تھے۔

غرض شادی، بیاہ، خوشی، غمی، مسلمان کی ہر چیز عبادت ہے بشرطیکہ اس کا ثبوت موجود ہو۔ جتنی رسومات علاقائی، قبائلی، ملکی، اور خاندانی ہو رہی ہے اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے کہ یہ حکم یہ چیز قرآن مجید میں ہے کہ نہیں یا حدیث پاک میں ہے کہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ کی (۲۳) تیئیس سالہ مبارک زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس کو صحابہ کرامؓ نے محفوظ نہ کیا ہو اور محدثین نے اس کو نقل نہ کیا ہو۔ چپہ چپہ سے چھانٹ کر سب کو تلاش کر کے محفوظ کر دیا ہے، جمع کر دیا ہے کوئی حدیث ضائع ہونے نہیں دی۔

آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی حصہ بھی مخفی نہیں ہے ہر چیز کتب میں موجود ہے، صحابہ کرامؓ کی عملی زندگی میں موجود ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نے اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے کہ **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ** میری سنتوں کو لازم پکڑلو، اب حضور ﷺ کی ۲۳ سالہ زندگی (۱۳) سالہ مکی اور (۱۰) سالہ مدنی زندگی میں اس کو تلاش کیا جائے گا اگر اس میں نہ ملے تو آگے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ** [1] تو

---

[1] أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٦٠٩) في باب في لزوم السنة، قال: حدثنا أحمد بن حنبل، حدثنا الوليد بن مسلم، حدثنا ثور بن يزيد، قال: حدثني خالد بن معدان، قال: حدثني عبد الرحمن بن عمرو السلمي، وحجر بن حجر قالا: أتينا العرباض بن سارية، وهو ممن نزل فيه ﴿ولا على الذين إذا ما أتوك لتحملهم قلت لا أجد ما أحملكم عليه﴾ فسلمنا وقلنا: أتيناك زائرين وعائدين ومقتبسين، فقال العرباض: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يا رسول الله! كأن هذه موعظة مودع، فماذا تعهد إلينا؟ فقال: أوصيكم بتقوى الله، والسمع والطاعة، وإن عبداً حبشياً، فإنه من يعش منكم فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔

وأخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٦٧٦) في باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، وقال: هذا حديث صحيح، وابن ماجه في سننه برقم (٤٢-٤٣) في باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، وأحمد بن حنبل في =

خلفائے راشدین کی سیرت کو لازم پکڑلو۔ لہٰذا دیکھنا پڑے گا کہ خلفائے راشدین کی سیرت میں ان کے اعمال میں یہ چیز موجود ہے کہ نہیں؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دو سال تین ماہ دس دن کی زندگی میں تلاش کیجئے، حضرت عمرؓ کے دس سال پانچ ماہ چار دن اور حضرت عثمان غنیؓ کے بارہ سال گیارہ دن اور حضرت علیؓ کے چار سال نو ماہ دس دن میں۔ اگر خلفائے راشدین کے دور میں بھی نہ ملے تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ [1] میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی بھی اقتداء

= مسنده برقم (١٧١٨٢، ١٧١٨٤-١٧١٨٥)، وابن حبان في صحيحه برقم (٥)، والبزار في مسنده برقم (٤٢٠١)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢٠٨٣٥)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٥٠٢١-١٥٠٢٧، ١٥٠٤٥)، وفي معجمه الأوسط برقم (٦٦)، والحاكم في "المستدرك" برقم (٣٢٩-٣٣٣)، والبيهقي في "دلائل النبوة" (٦/٥٤١) في باب ما جاء في إخباره بظهور الاختلاف في أمته وإشارته عليهم بملازمة سنته وسنة الخلفاء الراشدين من أمته، والدارمي في سننه برقم (٩٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (١٠٢)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١١٨٦-١١٨٧)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٧١٠٩-٧١١٠)، والطبراني في مسند الشاميين برقم (٤٣٧، ٤٩٧، ٧٨٦، ١١٨٠، ١٣٧٩، ٢٠١٧)۔

[1] أخرجه البيهقي في كتابه "المدخل" قال: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو بكر أحمد بن الحسن، قالا: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا بكر بن سهل الدمياطي، ثنا عمرو بن هاشم البيروتي، ثنا سليمان بن أبي كريمة، عن =
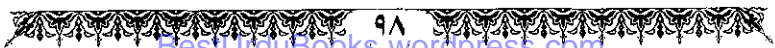
کرلو گے نجات پا جاؤ گے۔ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ کم وبیش موجود تھے، اب دیکھنا ہے کہ کسی صحابی نے قبروں پر سجدہ کیا ہے؟ کسی صحابی نے تیجہ کیا ہے؟ چالیسواں کیا ہے؟ برسی منائی ہے؟ اگر نہیں منائی ہے اور یقیناً نہیں منائی ہے تو دیکھنا ہے کہ ائمہ مجتہدین جنہوں نے دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور بے شمار مسائل قرآن کریم سے، احادیث سے، آثار صحابہ سے استنباط کرکے امت کے سامنے پیش کردئے۔اب اگر یہ مروجہ رسمیں ان کے ہاں بھی نہیں پائی جاتیں تو پھر یہ کیسا دین ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ وہ دین نہیں جو حضور ﷺ نے امت کو عطا فرمایا ہے۔اس دورِ پُرفتن میں کوئی کہتا ہے کہ قبروں پر سجدہ کرو، قبروں سے اپنی مرادیں مانگو، زندہ پیروں کو سجدہ کرو، تیجہ کرو، چالیسواں کرو، اور ان چیزوں کو دین بتلایا جاتا ہے ایسا شخص گویا قرآن کریم پر اعتراض کرتا ہے، کیونکہ قرآن حکیم ہی میں ہے کہ: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ......﴾ [1] قرآن نے چودہ سو سال قبل یہ اعلان کردیا تھا۔

= جويبر، عن الضحاك، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مهما أوتيتم من كتاب الله فالعمل به، لا عذر لأحد في تركه، فإن لم يكن في كتاب الله، فسنة مني ماضية، فإن لم يكن سنتي، فما قال أصحابي، إن أصحابي بمنزلة النجوم في السماء فأيما أخذتم به اهتديتم، واختلاف أصحابي لكم رحمة۔

وأخرجه الديلمي في مسنده برقم (٦٤٩٧)۔

[1] المائدة: ٣

جو شخص دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتا ہے نعوذ باللہ وہ قرآن کے اس حکم کو گویا صحیح نہیں مانتا ہے یا پھر حضور ﷺ پر اعتراض کرتا ہے کہ جو چیز آپ پر نازل کی جائے وہ دوسروں تک پہنچائے پھر ہمیں آپ نے نہیں پہنچائی (نعوذ باللہ) لہٰذا ایسا شخص حضور ﷺ کی امانت و دیانت کو مخدوش نظر سے دیکھتا ہے، اعتماد نہیں کرتا یا پھر صحابہ کرامؓ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کہ حضور ﷺ نے تو بتلا دیا تھا مگر صحابہ کرامؓ نے نہ تو خود عمل کیا نہ دوسروں تک پہنچایا۔ حالانکہ حضور ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو حکم دیا تھا کہ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً [1] میری طرف سے جو چیز تم کو پہنچی اس کو پہنچا دو۔ پھر یہ شخص صحابہ کرامؓ پر

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٣٤٦١) في باب ما ذكر عن بني إسرائيل، قال: حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد، أخبرنا الأوزاعي، حدثنا حسان بن عطية، عن أبي كبشة، عن عبد الله بن عمرو: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: بلغوا عني ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار۔

وأخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٦٦٩) في باب ما جاء في الحديث عن بني إسرائيل، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٦٤٨٦، ٦٨٨٨، ٧٠٠٦)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٥٢٥)، وفي معجمه الصغير برقم (٤٦٢)، والدارمي في سننه برقم (٥٤٢)، والبغوي في شرح السنة برقم (١١٣)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١٣٣، ٣٩٨)، وفي شرح معاني الآثار برقم (٦٠٢١)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (١٠١٥٧، ١٩٢١٠)۔

اعتراض کرتا ہے کہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ تھے۔ صحابہ کی اس جماعت میں کچھ ایسے تھے جو چھوٹے تھے جو بچپن میں دنیا سے رخصت ہوگئے کچھ صحابہ ایسے تھے جو بڑے ہوئے کتنوں نے احادیث بیان کی، کتنوں نے احادیث بیان نہیں کی، صحابہ کرامؓ کی اتنی بڑی جماعت کہ جس کے صدق پر پورا بھروسہ کیا جائے کہ اعتماد کیا جائے، انہوں نے احادیث بیان کیں اگر صحابہ کرامؓ پر اعتراض ہوتو پھر دین کے آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ پر اعتماد نہ کیا جائے تو پھر تابعین کے پاس دین کیسے پہنچا، تبع تابعین کے پاس کیسے پہنچا، اس کے پہنچنے کی کوئی صورت ہی نہیں، اسی وجہ سے تمام صحابہ کرامؓ پر اعتماد لازم ہے۔ **اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ** [1] نقل دین میں سارے صحابہ عادل ہیں کسی بھی صحابی نے ساری عمر میں کوئی حدیث گھڑ کر حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب نہیں کی۔ حضور اقدس ﷺ کی جو چیز بھی نقل کی بالکل صحیح نقل کی۔ اس لئے سارے

---

[1] كما قال العراقي في كتابه "شرح التبصرة والتذكرة" (٢/ ١٣١ ط: دار الكتب العلمية): والذي عليه الجمهور كما قال الآمدي وابن الحاجب: إنهم عدول كلهم مطلقاً، وقال الآمدي: إنه المختار، وحكى ابن عبد البر في "الاستيعاب" إجماع أهل الحق من المسلمين وهم أهل السنة والجماعة على أن الصحابة كلهم عدول۔

وذكر الذهبي في "سير أعلام النبلاء" (٢/ ٦٠٨) أن الصحابة كلهم عدول۔

کے سارے صحابہ عادل ہیں کسی بھی صحابی پر جرح کرنا جائز نہیں ہے حرام ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کا ارشاد ہے اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِّنْ بَعْدِيْ (1) خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے بعد میرے صحابہ کو ملامت کا نشانہ مت بنانا۔ جب اللہ نے اپنی رضا مندی کی ان پر مہر لگادی رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمْ تو کسی غلام کی کسی بندہ کی کیا مجال ہے کسی احمق کسی بے وقوف کی کیا مجال ہے کہ ان پر تنقید کرے ؎

خدا نے خود جنہیں بخشا رضامندی کا پروانہ
انہیں پر بعض ناداں کچھ گڑھا کرتے ہیں افسانہ
خدا کی رائے سے بھی منحرف ہے تو معاذ اللہ
میں کہہ دوں کیوں نہ اے ظالم تجھے پھر حق سے بے گانہ

---

(1) أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٨٦٢) قال: حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد، حدثنا عبيدة بن أبي رائطة، عن عبد الرحمن بن زياد، عن عبد الله بن مغفل، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰه اللّٰه في أصحابي لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه۔ قال أبو عيسى: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه۔

وأخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٠٥٦٨، ٢٠٥٩٧)، وابن حبان في صحيحه برقم (٧٢٥٦)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٨٦٠)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (١٤٢٤)، والروياني في مسنده برقم (٨٩٠)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٧٣)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا معمول تھا کہ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں منبر نبوی پر ہاتھ رکھ کر احادیث بیان فرماتے تھے، بایں الفاظ سَمِعْتُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ کہ میں نے سنا ہے اس صاحب قبر ﷺ سے کہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اسی طریقے سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہفتہ میں ایک روز اپنے یہاں مجلس منعقد کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کی احادیث بیان کرتے تھے۔ (1) ایک مرتبہ حضرت عمران بن حصینؓ حدیث بیان فرمارہے تھے کسی شخص نے اعتراض کیا کہ حدیث ہمارے سامنے بیان نہ کیجئے بلکہ آیات قطعیات بیان کیجئے تو آپ نے اس کو قریب بلایا مجلس میں پھر فرمایا کہ بتاؤ اگر قرآن کریم تمہارے حوالہ کردیا جائے قرآن میں ہے اَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ تو بتلاؤ گے کہ نماز پانچ وقت کی تفصیل کیا ہے؟ پھر قرآن مجید میں بتلاؤ گے کہ فجر کی دو رکعت، مغرب کی تین رکعت،

---

(1) أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٧٠) في باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومة، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، قال: حدثنا جرير، عن منصور، عن أبي وائل قال: كان عبد الله يذكر الناس في كل خميس، فقال له رجل: يا أبا عبد الرحمن! لوددت أنك ذكرتنا كل يوم، قال: أما إنه يمنعني من ذلك أني أكره أن أملكم، وإني أتخولكم بالموعظة كما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السآمة علينا۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٧٣٠٧) في باب الاقتصاد في الموعظة، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٤٤٣٩)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٥١٣٧)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٢٧٥)۔

عشاء کی چار رکعت، یا زکوۃ کا نصاب بتلاؤ گے کہ سونے کا نصاب چاندی کا نصاب کیا ہے؟ بیت اللہ کے سات چکر، صفا و مروہ کے سات چکر قرآن ہی میں بتلا سکتے ہو؟ وہ شخص خاموش ہو گیا تو فرمایا کہ دیکھو! احادیث کو سنو سمجھو اس پر عمل کرو تو راہ راست پر رہو گے ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے [1] کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿مَآ اٰتٰـىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [2] جس چیز کا حکم میرے حبیب ﷺ نے دیا اس پر عمل کرو جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ اب یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ کوئی بھی چیز کوئی شخص اپنی بتلا کر پیش کرے آپ اس سے دلیل مانگئے کہ قرآن میں ہے؟ حدیث میں ہے؟ حضور ﷺ کی ۲۳ سالہ زندگی میں اس کا ثبوت ہے؟

---

[1] أخرجه البزار في مسنده برقم (۳۵۷٦) قال: حدثنا عبد الواحد بن غياث، قال: حدثنا حماد بن زيد، عن علي بن زيد، عن الحسن، أن قوماً أتوا عمران بن حصين فقالوا: لا تحدثنا إلا بما في كتاب الله فغضب، وقال: من أين تجدون في كتاب الله الصلاة الخمس، وفي كل مائتين خمسة دراهم، وفي كل أربعين ديناراً دينار، وفي كل عشرين نصف دينار، أشياء من هذا عددها ولكن خذوا كما أخذنا۔

وروى عبد الله بن المبارك في مسنده برقم (۲۳۳) عن عمران بن حصين: أن رجلاً أتاه فسأله عن شيء فحدثه، فقال الرجل: حدثوا عن كتاب الله ولا تحدثوا عن غيره، فقال: إنك امرؤ أحمق، أتجد في كتاب الله أن صلاة الظهر أربعاً لا يجهر فيها؟ وعدد الصلوات، وعدد الزكاة ونحوها، ثم قال: أتجد هذا مفسراً في كتاب الله؟ إن الله قد أحكم ذلك والسنة تفسر ذلك۔

[2] الحشر: ۷

خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں اس کا ثبوت ہے؟ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ہے؟ ائمہ مجتہدین نے قرآن وحدیث سے استنباط کیا ہے یا نہیں؟ اگر کہیں سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے تو یہ چیز دین نہیں بن سکتی ہے یہ بدعت ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے: **لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَلَاةً وَّلَا صَوْماً وَّ صَدَقَةً وَّ لَا حَجَّةً** [1] جو شخص بدعت میں مبتلا ہو اللہ تعالیٰ نہ اس کی نماز قبول فرمائیں گے نہ روزہ قبول فرمائیں گے نہ صدقہ قبول فرمائیں گے نہ حج قبول فرمائیں گے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے: **مَنْ وَّقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ** [2] جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں

---

[1] أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٤٩) في باب اجتناب البدع والجدل، قال: حدثنا داود بن سليمان العسكري، حدثنا محمد بن علي أبو هاشم بن أبي خداش الموصلي، حدثنا محمد بن محصن، عن إبراهيم بن أبي عبلة، عن عبد الله بن الديلمي، عن حذيفة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يقبل الله لصاحب بدعة صوماً، ولا صلاة، ولا صدقة، ولا حجاً، ولا عمرة، ولا جهاداً، ولا صرفاً، ولا عدلاً، يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين۔

[2] أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٦٧٧٢) قال: حدثنا محمد بن أبي زرعة، نا هشام بن خالد، نا الحسن بن يحيى الخشني، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام۔

ورواه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٩٠١٨) عن إبراهيم بن ميسرة مرسلاً، ورواه ابن الأعرابي في معجمه برقم (١٩٠٩) عن الحسن مرسلاً۔

اعانت کی، دوسری حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی ہے حضرت عائشہؓ سے:
مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ❶ جس نے کوئی نئی چیز نکالی دین میں جو کہ دین میں نہیں ہے پس وہ رد ہے، یعنی وہ شخص مردود ہے، تیسری حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی ہے کتاب العلم میں حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ❷ یعنی جس شخص نے جان بوجھ کر جھوٹی حدیث کی نسبت میری طرف کی، چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے (وَالْأَمْرُ هٰهُنَا بِمَعْنَى الْخَبَرِ) یہ حکم بمعنی خبر کے ہے یعنی اس کا ٹھکانہ جہنم ہی بن گیا۔

❶ تقدم تخريجه في صـ ٩٠

❷ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (١١٠) في باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، قال: حدثنا موسى، قال: حدثنا أبو عوانة، عن أبي حصين، عن أبي صالح، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تسموا باسمي، ولا تكنوا بكنيتي، ومن رآني في المنام فقد رآني، فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي، ومن كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار۔

وأخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦١٩٧) في باب من سمى بأسماء الأنبياء، ومسلم في مقدمة صحيحه برقم (٤) في باب في التحذير من الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

وأخرجه البخاري في صحيحه برقم (١٢٩١) في باب ما يكره من النياحة على الميت، ومسلم في صحيحه برقم (٥) كلاهما عن المغيرة رضي الله عنه۔

وروي عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه مثل هذا، أخرجه البخاري في=

شارح بخاری حافظ بدرالدین عینی الحنفیؒ المتوفی ۸۵۵ھ بدعت کے معنی یہ تحریر فرماتے ہیں: وَالْبِدْعَةُ فِيْ الْأَصْلِ إِحْدَاثُ أَمْرٍ لَمْ يَكُنْ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم . ❶ یعنی بدعت دراصل ایسی نئی ایجاد کو کہتے ہیں جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔ بدعت نام ہے کسی نئی چیز کا ایجاد کرنا دین سمجھ کر، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی

= صحيحه برقم (٣٤٦١) في باب ما ذكر عن بني إسرائيل، والترمذي في سننه برقم (٢٦٦٩) في باب ما جاء في الحديث عن بني إسرائيل، وقال: هذا حديث حسن صحيح۔

ورواه أبو داود في سننه برقم (٣٦٥٣) في باب في التشديد في الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الزبير بن العوام رضي الله عنه، وكذا أخرجه عنه ابن ماجه في سننه برقم (٣٦) في باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

وروي عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه مثله، أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٢٥٧، ٢٦٥٩) في باب ما جاء في تعظيم الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وابن ماجه في سننه برقم (٣٠) في باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

وأخرجه الترمذي في سننه عن ابن عباس رضي الله عنه برقم (٢٩٥١)، وعن علي بن أبي طالب رضي الله عنه برقم (٣٧١٥)، وابن ماجه عن جابر برقم (٣٣) وعن أبي سعيد رضي الله عنه برقم (٣٧)۔

❶ عمدة القاري (٨/٢٤٥) ط: دار الفكر

نور اللہ مرقدہٗ نے بدعت کی تعریف کی ہے إحداث في الدین یعنی دین کے اندر کسی نئی چیز کو عبادت سمجھ کر ایجاد کرنا یہ بدعت ہے اور إحداث للدین یعنی دین کے لئے کسی چیز کا ایجاد کرنا جیسے لاؤڈ اسپیکر حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا اس کو کوئی دین سمجھ کر استعمال نہیں کرتا ہے صرف آواز پہنچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح گھڑی پہلے نہیں تھی اب اس کا استعمال کیا جاتا ہے کہ نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لئے۔ اسی پر اور چیزوں کو بھی قیاس کرلیا جائے۔ بعض لوگ ہر نئی چیز کو بدعت سمجھنے لگتے ہیں جب کہ ایک دوست نے یہ دلچسپ اور مزے دار قصہ سنایا کہ مکۃ المکرّمہ میں میں ہر نماز کے بعد ہاتھ میں تسبیح لے کر تسبیح پڑھتا ہوا نکلتا تھا کہ ایک صاحب اس کے سخت مخالف تھے کہنے لگے یہ بدعت ہے، انہوں نے بہت سمجھایا کہ یہ بدعت نہیں ہے صحابہ کرامؓ گٹھلیوں پر یا دھاگہ پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ كَانَ لَهٗ خَيْطٌ فِيْهِ عُقَدٌ كَثِيْرَةٌ ایک دھاگہ تھا اس پر بہت سی گرہیں لگی ہوئی تھیں اس پر تسبیح پڑھتے تھے [1] مگر وہ نہ مانے کہنے لگے کہ یہ تسبیح حضور ﷺ کے زمانے میں

---

[1] كما في "تذكرة الحفاظ" للذهبي (١ / ٣٠) : وروى زيد بن الحباب عن عبد الواحد بن موسى، أنا أبو نعيم بن المحرر بن أبي هريرة، عن جده: أنه كان له خيط فيها ألفا عقدة لا ينام حتى يسبح به۔ وهكذا ذكره الذهبي في كتابه "سير أعلام النبلاء" (٢/٦٢٣)۔

نہیں تھی بس ان کو غصہ آ گیا اور اس شخص کو کہا کہ مَا كُنْتَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰـهِ ﷺ لَأَقْتُلَنَّكَ تیرا وجود بھی حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھا لہٰذا میں تجھے قتل کروں گا۔ تجھ سے چھوٹی سی تسبیح برداشت نہیں ہو رہی ہے تو میں تیرا چھ فٹ کا جسم کیسے برداشت کر سکتا ہوں کیونکہ تیرا وجود حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائیں اور بدعت سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔ اہل بدعت کو آنحضرت ﷺ حوض کوثر سے دھتکار کر بھگائیں گے اور فرمائیں گے: سُحْقاً سُحْقاً دور ہو دور ہو، (1) مسلم شریف کی روایت ہے کہ حوض کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں جو موتی اور یاقوت پر بہتی ہوگی، اس کی مٹی

---

(1) أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٥٨٤) في باب في الحوض، قال: قال أبو حازم: فسمعني النعمان بن أبي عياش فقال: هكذا سمعت من سهل؟ فقلت: نعم! فقال: أشهد على أبي سعيد الخدري لسمعته، وهو يزيد فيها، فأقول: إنهم مني، فيقال: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك، فأقول: سحقاً سحقاً لمن غير بعدي۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦١٠٩) في باب إثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (١١٢٣٦)، والروياني في مسنده برقم (١٠٣٢، ١٠٦٤)۔

وروي في هذا الباب عن سهل بن سعد، وأبي هريرة، وأم سلمة رضي الله عنهم أجمعين۔ أما حديث سهل بن سعد رضي الله عنه فأخرجه البخاري في =

مشک سے زیادہ پسندیدہ اور مہک دار ہوگی اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں، برف سے زیادہ سفید ہوگا۔ ❶

= صحيحه برقم (٧٠٥٠-٧٠٥١)، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٢٨٧٣، ٢٢٩٢٤)، والبغوي في شرح السنة برقم (٤٣٤٤)۔ وأما حديث أبي هريرة رضي الله عنه فأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦٠٧)، وابن ماجه في سننه برقم (٤٣٠٦)، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٧٩٨٠، ٩٢٨١)، وابن خزيمة في صحيحه برقم (٦)، والبزار في مسنده برقم (٨٣٠٠)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٦٥٠٢)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٧٤٦٠)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٢٧٢)، والبيهقي في "دلائل النبوة" (٦/ ٥٣٧) في باب ما جاء في إخباره بقوم لم يروه فيؤمنون به فكان كما أخبر۔ وأما حديث أم سلمة رضي الله عنها فأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٩٤٣٠)، وفي معجمه الأوسط برقم (٨٧١٤)۔

❶ أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٣٦١) في باب ومن سورة الكوثر، قال: حدثنا هناد، حدثنا محمد بن فضيل، عن عطاء بن السائب، عن محارب بن دثار، عن عبد الله بن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الكوثر نهر في الجنة، حافتاه من ذهب، ومجراه على الدر والياقوت، تربته أطيب من المسك، وماؤه أحلى من العسل، وأبيض من الثلج۔ قال: هذا حديث حسن صحيح۔

وأخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٤٣٣٤) في باب ذكر الحوض، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٥٣٥٥، ٥٩١٣، ٦٤٧٦)، والطيالسي في مسنده برقم (٢٠٤٥)، والحاكم في المستدرك برقم (٦٣٠٨)، والدارمي في سننه برقم (٢٨٣٧)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٢٣١٩، ٣٥٢٣٣)۔

مسلم شریف ہی کی روایت ہے کہ جو ایک مرتبہ بھی اس سے پی لے گا پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ ❶

رزقنا الله تعالیٰ منه بفضله وكرمه بحرمة حبيبه صلى الله عليه وسلم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد ○ اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صراط مستقیم کے بارے میں حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم دراصل سنت کا راستہ ہے جس کا ایک سرا دنیا میں ہے اور دوسرا سرا جنت میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے

---

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٥٨٣) في باب في الحوض، قال: حدثنا سعيد بن أبي مريم، حدثنا محمد بن مطرف، حدثني أبو حازم، عن سهل بن سعد، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إني فرطكم على الحوض من مر علي شرب، ومن شرب لم يظمأ أبداً، ليردن علي أقوام أعرفهم ويعرفونني ثم يحال بيني وبينهم۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦١٠٨) في باب إثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته۔

نقشِ قدم پر چلنے کی اور ایک ایک سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں یہاں تک کہ ہماری سیرت اور صورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو جائے آمین۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

مجذوب

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکستِ آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ
سر فروشی دل فروشی جاں فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیف جامِ قرب دیکھ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جان دے دی میں نے ان کے نام پر

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

میر مت مرنا کسی گلفام پر
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پر

رشک سب کرتے ہیں اس ناکام پر
جی رہا ہوں میں تمہارے نام پر

تُف ہے یارو طالبِ اکرام پر
میں فدا ہوں عاشقِ بدنام پر

لڑ رہے ہو ان سے کیوں دشنام پر
کتنا پردہ ہے تمہارے کام پر

کیا تعجب ہے ترے دشنام پر
اور کیا برسے گا اس بدنام پر

کیوں فدا ہے میر تو آرام پر
عشق ہوتا ہے فدا آلام پر

ظاھر وباطن

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی

خلیفہ مجاز: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

ناشر:

کتب خانہ مظہری

فدا تجھ پہ اے خاکِ شہر مدینہ

مبارک تجھے ہو اے ارضِ مدینہ
نبی کا شہر ہے یہ شہرِ مدینہ

ترے پاس جب سیّد دو جہاں ہیں
نہ کیوں رشکِ افلاک ہو پھر مدینہ

ترے سبز گنبد پہ عالم فدا ہے
فلک جیسے چومے زمینِ مدینہ

ترا ذرہ ذرہ نشانِ نبی ہے
فدا تجھ پہ میں خاک شہرِ مدینہ

اُحد کے یہ دامن میں خونِ شہیداں
سبق دے رہا ہے وفائے مدینہ

نشانی ہے اسلام کی عظمتوں کی
صحابہؓ کے قدموں سے خاک مدینہ

وفاداریوں پر صحابہؓ کی اخترؔ
ہے تاریخ روشن یہ شہرِ مدینہ

ظاہر و باطن

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى أما بعد : فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم ٥ بسم الله الرحمن الرحيم ٥ وذروا ظاهر الإثم وباطنه إن الذين يكسبون الإثم سيجزون بما كانوا يقترفون ٥ [1]

اس آیت کریمہ کے اندر حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ و اور باطنی گناہوں کو بھی۔ شریعت میں دونوں ہی مقصود ہیں۔ ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے۔ شریعت میں دونوں ہی کی اہمیت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک تو مقصود ہو اور دوسرا غیر مقصود۔ جس طرح ظاہر کو شریعت کے مطابق بنانا اور اس کی پابندی کرنا ضروری ہے اسی طرح باطن کو بھی موافق شریعت بنانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [1] ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ و اور باطنی گناہ کو بھی۔ اس سے دونوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے یعنی ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو۔ ظاہری احکام پر بھی عمل کرو اور باطنی احکام پر بھی عمل کرو۔

---

[1] الأنعام: ١٢١

ظاہراور باطن کا باہمی ربط

ظاہراور باطن کا آپس میں اس طرح تعلق اور ربط ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہرایک کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے۔ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔مثلاً ایک شخص نہادھو کر صاف ستھرا عمدہ لباس پہنے ہوئے کسی عزیز کے ہاں جارہا ہے۔راستے میں ایک بچے کے قلم سے کچھ چھینٹیں پڑگئیں تو دیکھئے اس روشنائی کے کپڑے پر پڑجانے سے دل پر اثر ہوجاتا ہے۔حالانکہ روشنائی ظاہری کپڑے پر پڑی ہے مگر دل میلا اور مکدر ہوگیا۔کپڑے کی گندگی سے دل پر یہ اثر ہوا اور اگر یہی روشنائی چہرے پر پڑجائے تو قلب کا کیا حال ہوگا ؟ اور اگر روشنائی کے بجائے پیشاب کے قطرے ہوں تو دل کے انقباض کا کیا حال ہوگا؟

ظاہری اعمال پر ہی فتویٰ دیا جاتا ہے

یہاں سے ایک مسئلہ اور حل ہوگیا کہ انسان کا باطن خواہ کتنا ہی اچھا ہولیکن فیصلے کا انحصار ظاہر پر ہوتا ہے۔اس کی ایک بڑی عمدہ مثال یاد آئی کہ مسجد کے امام صاحب جو پنجوقتہ نماز پڑھاتے ہیں اگر وہ کسی دن نماز کے وقت اپنے حجرہ سے صرف ناف سے گھٹنے تک ستر ڈھانکے ہوئے نماز پڑھانے آجائیں اور یہ کہیں کہ میں اس حالت میں محض اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو مسئلہ بتاؤں کہ نماز اس میں بھی ہوجاتی ہے تو کیا آپ انہیں نماز پڑھنے دیں گے یا یہ سمجھیں گے کہ ان کی عقل میں فتور آگیا ہے

حالانکہ امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہم کو نماز پڑھانے دو، نماز کے مسائل اور سورتیں یاد ہیں میرا باطن بالکل ٹھیک ہے صرف ظاہر میں کچھ کمی ہے لیکن آپ نہ تو ان کی بات سنیں گے اور نہ انہیں نماز پڑھانے دیں گے اور انہیں کسی دماغ کے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔

ظاہر کا اثر باطن پر

اسی طرح اعمال ظاہری مثلاً نماز روزہ میں کمی ہونے کی وجہ سے اور معمولات کے درست نہ ہونے کی وجہ سے قلب پر اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں حکم یہ ہے کہ صفوں کو درست رکھا جائے اور ان کو سیدھی رکھنے کا خصوصیت سے اہتمام کیا جائے، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ اے لوگو! اپنی صف کو درست کرلو ورنہ تمہارے صفوں کی کجی سے تمہارے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے گا [1] تو ظاہر کا اثر باطن میں منتقل ہوا یا نہیں؟ (مجالس ابرار صفحہ: ۷۷)۔ اس پر فتن دور میں جس کسی کو

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٧١٧) في باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها، قال: حدثنا أبو الوليد هشام بن عبد الملك، قال: حدثنا شعبة، قال: أخبرني عمرو بن مرة، قال: سمعت سالم بن أبي الجعد، قال: سمعت النعمان بن بشير، يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لتسون صفوفكم، أو ليخالفن الله بين وجوهكم- وفي رواية "بين قلوبكم" مكان "وجوهكم"

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (١٠٠٦-١٠٠٧) في باب تسوية الصفوف......إلخ، وأبو داود في سننه برقم (٦٦٢-٦٦٣) في باب تسوية الصفوف، =

ظاہری گناہوں کو چھوڑنے کے لئے کہیں تو جواب ملتا ہے کہ مولانا صاحب! باطن ٹھیک ہونا چاہئے ظاہر کا ٹھیک ہونا ضروری نہیں ہے جبکہ انسان اپنے دنیاوی معاملات کو اپنے ظاہر پر مقدم رکھتا ہے اور ظاہر کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، مثال کے طور پر:-

دنیوی معاملات میں ہماری ترجیحات

(۱) ہم جب کیلا یا سیب خریدتے ہیں تو ظاہر کو پہلے دیکھتے ہیں اگر چھلکا خراب ہو تو ہرگز نہیں خریدتے جبکہ فروخت کرنے والا قسم کھاتا ہے کہ یہ اندر سے بالکل ٹھیک ہے مگر آپ نہیں مانتے اور یہی کہتے ہیں کہ نہیں اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ اس کا باطن بھی خراب ہو چکا ہے۔

(۲) کسی نوجوان کی شادی کسی لڑکی کے ساتھ طے ہو جائے اور

= والنسائي في سننه برقم (٨١٠) في باب كيف يقوم الإمام الصفوف، وابن ماجه في سننه برقم (٩٩٤) في باب إقامة الصفوف، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (١٨٤١٣، ١٨٤٢٤، ١٨٤٥٠، ١٨٤٥٣، ١٨٤٦٣-١٨٤٦٤)، وابن خزيمة في صحيحه برقم (١٦٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٢١٦٥، ٢١٧٥-٢١٧٦)، والبزار في مسنده برقم (٣٢١٥، ٣٢٨٥)، والطيالسي في مسنده برقم (٨٢٨، ٨٣٦)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٨٨٦)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٣٦٠، ٢٣٨٣، ٥٣٨٥-٥٣٨٨)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (١٠٨٥-١٠٨٦)، والبغوي في شرح السنة برقم (٨٠٦)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٥٤٥)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (٢٤٢٩)۔

نکاح سے قبل معلوم ہو کہ اس کا ایک کان کٹا ہوا ہے لیکن قوت سماعت پوری پوری موجود ہے، بہری نہیں ہے اور آنکھوں میں بھینگا پن ہے لیکن بینائی سے محروم نہیں ہے تو بتلایئے کہ وہ نوجوان اس سے شادی کرے گا؟ لاکھ گھر والے اس کے باطن کی تعریف کریں کہ بالکل ٹھیک ہے نیک ہے اللہ والی ہے مگر نوجوان اس لڑکی سے شادی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

جہاز کے ٹائر کی مثال

(۳) ہوائی جہاز کراچی ایئر پورٹ پر تیار کھڑا ہے انجن اسٹارٹ ہے اور جہاز کے ٹیک آف کا وقت پورا ہو چکا ہے مگر پرواز نہیں کرتا، مسافروں میں تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے، پائلٹ سے پوچھتے ہیں کہ جہاز پرواز کیوں نہیں کر رہا؟ وہ کہتا ہے کہ اس کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے جس کی وجہ سے جہاز پرواز سے خود بھی محروم ہے اور مسافر بھی محروم ہے بظاہر ایک معمولی سے ٹائر کی خرابی جہاز کے اڑنے سے مانع ہو گئی تو معلوم ہوا کہ اس کا ظاہر اس کی باطنی ترقی کا ذریعہ ہے۔

ظاہر باطن کا محافظ ہے

(۴) میرے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ کبوتر کا پر اس کا ظاہری حصہ ہے اگر پر کٹا ہوا ہے تو بلی کا بیمار بچہ بھی اسے پکڑ کر چیر پھاڑ کر کھا سکتا ہے اور اس کا پر تو ظاہری حصہ ہے اگر پر صحیح سالم ہو تو صحت مند بلی بھی اس کو نہیں پکڑ سکتی ہے جبکہ کبوتر کا پر کٹنے سے

وہ مرتا تو نہیں مگر اس کی جان جو اس کا باطن ہے خطرے میں پڑ جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کے ظاہر سے اس کے باطن کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔

صاحب منصب کے نامکمل لباس کی مثال

(۵) ایک مفتی اعظم جن کی بڑی شہرت ہو وہ مسجد کے منبر پر جمعہ کے دن بیٹھ جاتے ہیں خطبہ کے لئے صرف لنگی باندھی ہوئی ہے کرتا غائب ٹوپی غائب، سامعین مفتی اعظم کو حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ کیوں پریشان ہو جتنے لباس کی ضرورت ہے ناف سے گھٹنے تک چھپانا فرض ہے وہ میرا چھپا ہوا ہے حدیث اور قرآن مجھے بالکل یاد ہے فقہ کے مسائل بالکل ازبر ہیں، تم لوگ تقریر غور سے سنو مگر لوگ سننے کے لئے تیار نہیں۔ کہتے ہیں کہ ظاہر میں فرق آگیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دماغ میں کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔

زنانہ کپڑوں کی مثال

(۶) اسی طرح سپریم کورٹ میں کسی اہم مقدمہ کی سماعت کی تیاری ہو رہی ہے چیف جسٹس صاحب تاخیر سے پہنچتے ہیں مگر ان کے لباس کو دیکھ کر تمام وکلاء پریشان ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنی بیوی کا غرارہ پہن رکھا ہے اور سر پر دوپٹہ اوڑھا ہوا ہے وکلاء پریشان ہیں۔ جج صاحب کہتے ہیں کہ کارروائی شروع کی جائے میرے لباس کی طرف مت دیکھو مجھے دیر ہو رہی تھی کپڑے پر استری نہیں تھی اس لئے جلدی میں اپنی اہلیہ کا لباس پہن لیا

ہے۔ باطن میں کوئی قباحت نہیں ہے صرف ظاہر میں کچھ فرق ہے، باطن بالکل ٹھیک ہے۔تو کیا وکلاء ان کی اس دلیل کو تسلیم کریں گے یا دماغی خلل قرار دیں گے؟ اسی طرح کوئی پولیس کی وردی پہن کر گھر گھر ڈاک تقسیم کرنے لگے یا ڈاکیہ کی وردی پہن کر کسی چوراہے پر ٹریفک کانسٹیبل کے فرائض انجام دینے لگے تو لوگ پاگل کہیں گے حالانکہ صرف ظاہری وردی میں فرق آیا ہے۔

ظاہر کتنا ٹھیک ہو؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ظاہر کتنا ٹھیک کیا جائے؟ اس کی کوئی حد بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○ [1] یعنی سید الانبیاء ختم الرسل ﷺ کو ایک نمونہ بنا کر بھیجا۔ اب آئینہ محمدی ﷺ میں اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک دیکھنے کی اور اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ أُمَّتِي مُعَافاً إِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ [2] یعنی میرا ہر امتی قابل

---

[1] الأحزاب: ٢١

[2] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٠٦٩) في باب ستر المؤمن علـى نفسه، قال: حدثنا عبد العزيز بن عبد الله، حدثنا إبراهيم بن سعد، عن ابن أخي ابن شهاب، عن ابن شهاب، عن سالم بن عبد الله، قال: سمعت أبا هريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كل أمتي معافى إلا المجاهرين، وإن =

معافی ہے مگر وہ جو علانیہ (کھلم کھلا) گناہ کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنے کسی عمل کو گناہ ہی نہ سمجھیں اور وہ حدیث پاک کی روشنی میں عظیم گناہ ہو۔

سر سے پاؤں تک شریعت کے احکام موجود ہیں ان کا جائزہ لیجئے۔

اپنے سر کے بالوں کا جائزہ لیجئے

(۱) آپ ﷺ نے بال رکھے ہیں اور حلق بھی کروایا ہے۔ دین بہت آسان ہے جیسا موسم ہو اس کے مطابق بال رکھ سکتے ہیں مگر آج کل ہم لوگ سروں پر انگریزی بال رکھتے ہیں آگے سے بڑے اور پیچھے سے چھوٹے، یہ ناجائز ہونے کے علاوہ ایسا گناہ ہے کہ جب تک ایسے بال ہمارے سر پر رہیں گے اس کا گناہ لکھا جاتا رہے گا۔ حفظنا الله منه. بال یا تو کان کے درمیانی حصہ تک یا کان کی لو تک یا شانوں کو چھوتے ہوئے رکھیں یا پورا سر منڈوا دیں۔ یہ بھی سنت ہے درمیانے بال جو ہر طرف سے برابر ہوں ان کا رکھنا بھی جائز ہے۔

=من المجانة أن يعمل الرجل بالليل عملاً ثم يصبح وقد ستره الله فيقول: يا فلان! عملت البارحة كذا و كذا وقد بات يستره ربه، ويصبح يكشف ستر الله عنه۔

وأخرجه البزار في مسنده برقم (۸۰۹۶)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (۱۸۰۵٤)، وفي شعب الإيمان برقم (۹۲۲۵)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (۸٦، ۲۳۹۰)۔

وأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٤٤۹۸) وفي معجمه الصغير برقم (٦۳۲) عن أبي قتادة رضي الله عنه۔

کسی نیکی کو حقیر نہ جانئے

(۲) اللہ تعالیٰ نے دماغ پیدا کیا اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے خاص بندے وہ ہیں جو یَتَفَکَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ❶ زمین اور آسمان کے بارے میں غور کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے کس طرح پیدا کیا۔ ایک بدو صحابی کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی چھت پر رات کے وقت لیٹے ہوئے تھے آسمان پر تارے نکلے ہوئے تھے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: یَآ اَیُّھَا السَّمَاءُ وَالنُّجُوْمُ اِنَّ لَکَ رَبًّا وَّخَالِقًا پھر فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ ❷ معلوم ہوا کہ اس جملہ کو کبھی کبھی آسمان کی طرف منہ کرکے پڑھ لینا چاہئے کیونکہ۔

رحمت خدا بہانہ می جوید

اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے کہ کوئی بہانہ ملے اور اس کی مغفرت کردی جائے۔ اللہ تعالیٰ قیمت نہیں مانگتے۔ سبحان اللہ

---

❶ آل عمران: ۱۹۱

❷ کما في "الکشاف" للزمخشري (۱/۴۵۴) : وعن النبي صلی اللہ علیه وسلم: بینما رجل مستلق علی فراشه إذ رفع رأسه فنظر إلی النجوم وإلی السماء، فقال: أشهد أن لك ربًّا وخالقاً، اللهم اغفر لي، فنظر الله إليه فغفر له۔

وفي هامشه: أخرجه الثعلبي من رواية زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبي هريرة، وفي إسناده من لا يعرف۔

انسان کا جسم مکمل طور پر ایک کارخانہ ہے اس کو کارِ خیر اور نیکی کی طرف چلائیں تو نفع ہی نفع ہے خسارہ ہے ہی نہیں اور نیک کام کی نیت پر بھی ثواب ملتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے قحط کے زمانے میں ریت کا ایک ٹیلہ دیکھا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ ریت کا ٹیلہ غلہ بن جاتا تو میں اللہ کے راستے میں خیرات کر دیتا صرف خیال ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو بذریعہ وحی خبر کر دی کہ اللہ نے اس کو قبول فرمالیا اور ریت کے پہاڑ کے برابر غلہ خیرات کرنے کا ثواب عطا فرمادیا۔ [1]

اپنی قوت سماعت کا جائزہ لیجیے

(۳) اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان بنائے اور اس قدر حساس قوت سماعت عطا فرمائی کہ جونہی کوئی آواز ہمارے کانوں کے پردے سے ٹکرائی ہم جان لیتے ہیں کہ یہ آواز کس کی ہے؟ مرد کی ہے یا عورت کی، بچے کی ہے یا بوڑھے کی، کسی صحتمند کی ہے یا بیمار کی، آشنا کی ہے یا غیر آشنا کی، قریب کی

---

[1] ذکره الملا علي القاري في "مرقاة المفاتيح" (١ /٤٤) قال: روي أن رجلاً من بني إسرائيل مر بكثبان رمل في مجاعة، فقال: في نفسه: لو كان هذا الرمل طعاماً لقسمته بين الناس، فأوحى الله إلى نبيهم: قل: إن الله قد صدقك، وشكر حسن صنيعك، وأعطاك ثواب ما لو كان طعاماً فتصدقت به۔

ہے یا دور کی اور ایک سے زائد آوازیں ہوں تو ان میں بآسانی تمیز کر لیتے ہیں کہ اتنی آوازیں تھیں اور فلاں فلاں کی تھیں۔ اور انہی کانوں کی مدد سے بچے اپنے ماں باپ کی گفتگو سن کر ان الفاظ کو نقل کرنے کی اور دہرانے کی کوشش کرتے ہیں اور کوشش کرتے کرتے بولنے اور سمجھنے لگ جاتے ہیں کیونکہ جو لوگ بول نہیں سکتے وہ دراصل بہرے بھی ہوتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ ہم لوگ اسی کان سے گانے سنتے ہیں جبکہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں پر انگلیاں رکھ لیں اور اپنی سواری کو راستے سے موڑ لیا۔ پھر کہنے لگے نافع! آواز آرہی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ چلتے رہے حتی کہ میں نے عرض کیا کہ اب آواز نہیں آرہی ہے تو آپ نے اپنے کانوں سے ہاتھ ہٹا لئے اور اسی راستہ پر آگئے۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا۔ [1]

---

[1] أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٩٢٦) في باب كراهية الغناء والزمر، قال: حدثنا أحمد بن عبيد الله الغداني، حدثنا الوليد بن مسلم، حدثنا سعيد بن عبد العزيز، عن سليمان بن موسى، عن نافع قال: سمع ابن عمر مزماراً -قال- فوضع إصبعيه على أذنيه ونأى عن الطريق، وقال لي: يا نافع! هل تسمع شيئاً؟ قلت: لا، -قال- فرفع إصبعيه من أذنيه، وقال: كنت مع النبي صلى الله عليه وسلم فسمع =

علامہ ابن اثیر جزریؒ نے جامع الاصول کی جلد ۸ کے صفحہ ۴۵۷ پر صراحت کردی ہے کہ اس وقت حضرت نافعؒ چھوٹے یعنی نابالغ تھے ❶ ورنہ وہ بھی اپنے کان بند کرلیتے۔

اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ ❷ گانا بجانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی (سبزہ) کو اگاتا ہے۔

اپنی قوت بصارت کا جائزہ لیجئے

اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں بنائیں اور ان میں قوت بصارت عطا فرما کر پوری دنیا کو دیکھنے کی اجازت دے دی اور صرف چند چیزوں مثلاً

= مثل هذا فصنع مثل هذا۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٤٥٣٥، ٤٩٦٥)، وابن حبان في صحيحه برقم (٦٩٣)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٢٦٨)، وفي معجمه الأوسط برقم (١١٧٣)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢١٥٢٦)۔

❶ في جامع الأصول برقم (٦٢٢٥): نافع مولى ابن عمر رحمه الله قال: كنت مع ابن عمر في الطريق، فسمع مزماراً، فوضع إصبعيه على أذنيه، ونأى عن الطريق إلى الجانب الآخر، ثم قال لي بعد أن بعُدنا: يا نافع! هل تسمع شيئاً؟ فقلت: لا، فرفع إصبعيه من أذنيه، وقال: كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمع صوت يراع، فصنع مثل ما صنعت، قال نافع: وكنت إذ ذاك صغيراً۔

❷ تقدم تخريجه في صـ ٣٢

نامحرم عورتوں اور حسین لڑکوں اور تصویروں وغیرہ کو دیکھنے سے منع فرمایا تاکہ ہمارا جسم، ہماری روح اور ہمارا معاشرہ سلامت رہے، ہم ان آنکھوں سے قرآن کریم کو دیکھیں بیت اللہ شریف کو دیکھیں اپنے والدین کو دیکھیں، بھائی بہنوں کو اور بیوی بچوں کو دیکھیں، صحراء و چمن کو دیکھیں، شجر، حجر اور چاند سورج غرض یہ کہ دیکھنا چاہیں تو ساری دنیا کو دیکھ لیں مگر صرف نامحرم عورتوں اور حسین لڑکوں کو نہ دیکھیں اپنے اللہ کے عشق و محبت میں آنسو بہائیں۔ کسی نے کیا خوب شعر کہا ہے۔

آنسو گرا رہا ہوں جگہ چھوڑ چھوڑ کے
دیوانہ بھاگا جائے ہے زنجیر توڑ کے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی ہے **اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ** ❶ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں ایسی دو آنکھوں کا جو آپ کی محبت میں موسلا دھار بہنے والی ہوں۔ ماں باپ کو محبت و شفقت سے

---

❶ أخرجه الطبراني في كتابه "الدعاء" برقم (١٤٥٧) قال: حدثنا الفضل بن الحباب، حدثنا العباس بن الفرج الرياشي، حدثنا سهل بن صالح أبو معروف، حدثنا الوليد بن مسلم، عن أبي سلمة الدوسي، عن سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه رضي الله عنه، قال: كان من دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم ارزقني عينين هطالتين تشفيان القلب بذروف الدمع من خشيتك قبل أن يكون الدمع دماً والأضراس جمراً۔

دیکھنے سے ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ صحابہ نے سوال کیا کہ اگر ہم بار بار دیکھیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ ❶

لیکن افسوس! یورپ کی تعلیم سے متاثر ہوکر ہمارے نوجوان اپنے ماں باپ کا احترام نہیں کرتے انہیں ڈانٹتے، جھڑکتے رہتے ہیں اور ماں باپ کو بے وقوف بھی سمجھتے ہیں کہ یہ بوڑھے ہوگئے ہیں انہیں اب عقل ہی کہاں رہی ہے حالانکہ عقل چالیس سال کے بعد کامل ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی۔

بوڑھے کی ذہانت کا دلچسپ واقعہ

ایک واقعہ یاد آیا عقل کے بارے میں دمشق کے بادشاہ کے دربار میں مسئلہ چل رہا تھا کہ عقل بوڑھوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ فیصلہ ہوا کہ امتحان کیسے ہو؟ اس کے لئے بادشاہ نے ایک سونے کا ہاتھی بنوایا اس پر ہیرے

---

❶ أخرجه البيهقي في "شعب الإيمان" برقم (٧٤٧٢) قال: أخبرنا أبو منصور أحمد بن علي الدامغاني، وأبو الحسن علي بن عبد الله البيهقي قالا: نا أبو بكر الإسماعيلي، نا أبو جعفر أحمد بن الحسين الحذاء، نا محمد بن حميد، نا زافر بن سليمان، نا المستسلم بن سعيد، عن الحكم بن أبان، عن عكرمة، عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما من ولد بار ينظر نظرة رحمة إلا كتب الله بكل نظرة حجة مبرورة، قالوا وإن نظر كل يوم مأة مرة؟ قال: نعم! الله أكبر وأطيب۔ وأخرجه أيضاً برقم (٧٤٧٥)، والإسماعيلي في معجمه برقم (٧)۔

جڑوائے اور ملک بھر میں اعلان کرادیا کہ تین سوال کئے جائیں گے جو بھی
اس کا صحیح جواب دے گا اس کو سونے کا یہ قیمتی ہاتھی دے دیا جائے گا۔ پندرہ
دن کا وقت تجویز ہوا۔ بڑے بڑے پروفیسر آئے مگر صحیح جواب نہ دے سکے
یہاں تک کہ چودہ دن گذر گئے۔ پندرہویں دن ایک بوڑھا چرواہا ایک بھیڑ
(دنبہ) کے ساتھ تھا ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے محل میں داخل ہوا اور اس
وقت کے آداب شاہی بجالایا۔ بادشاہ نے آنے کا سبب دریافت کیا تو اس
نے کہا کہ ایک پیغام پہنچانے آیا ہوں آپ کے والد محترم نے مرتے وقت
وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد تم محل میں جانا اور میرے بیٹے کو سلام
کرنا اس کے پاس سونے کا ہاتھی ہوگا وہ تمہیں دے دے گا۔ دے دے تو
سمجھ لینا وہ میری اولاد ہے یعنی حلالی ہے اور اگر نہ دے تو اس کے برعکس سمجھ
لینا۔ بادشاہ یہ سن کر پریشان ہوگیا آ کر مجبوراً ہاتھی اس کو دے دیا وزیر نے شور
مچایا کہ بادشاہ سلامت اتنا قیمتی ہاتھی آپ نے اس بوڑھے کی ذرا سی بات پر
دے دیا بادشاہ نے کہا کہ یہ بوڑھا شخص ہے اور بوڑھوں کی عقل زیادہ ہوتی
ہے وزیر اعظم نے کہا کہ یہ چرواہا بے وقوف ہے آپ مجھے اجازت دیجئے اور
لشکر دیجئے میں ابھی ہاتھی واپس لے آؤں گا بادشاہ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے
کہ کہیں یہ تمہارے کپڑے بھی نہ اتروا لے کیونکہ بوڑھوں میں عقل زیادہ
ہوتی ہے۔ وزیر نہیں مانا اور اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا بالآخر اس کو جالیا اور کہا
کہ بڑے میاں! اتنا قیمتی ہاتھی تم بے وقوف بنا کر لے آئے لہٰذا اب اس کو

واپس کرو کیونکہ ہمارے ہاں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جو شخص تین سوالوں کا صحیح جواب دے گا اس کو یہ ہاتھی دیا جائے گا اور تم بغیر جواب دیئے لے آئے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ گھبراتے کیوں ہو اب سوالات کرلو، اگر جواب ٹھیک ہوں تو ہاتھی میرا، اگر جواب غلط ہوں تو ہاتھی واپس۔ وزیر بہت خوش ہوا اور کہا کہ سوالات بہت مشکل ہیں۔ بوڑھے نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آسمان پر ستارے کتنے ہوتے ہیں؟ بوڑھے نے کہا کہ یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے میرے ساتھ جو بھیڑ ہے اس پر جتنے بال ہیں اتنے آسمان پر ستارے ہیں یقین نہ آئے تو شمار کر کے دیکھ لو اگر ایک کا بھی فرق نکلے تو تمہارا ہاتھی واپس۔ وزیر پریشان ہو گیا کہ بھیڑ کے بال کون گنے؟ دنیا میں کوئی گن ہی نہیں سکتا اور آسمان پر ستارے کون گنے؟ مجبوراً اس نے کہا کہ بڑے میاں! ابھی دو سوالات باقی ہیں۔ اس نے کہا کہ اس کا بھی شوق پورا کر لیجئے۔ وزیر نے کہا بتلایئے کہ دنیا کا مرکز یعنی درمیان حصہ کون سا ہے؟ بوڑھے چرواہے نے کہا یہ بھی کوئی مشکل سوال ہے اور گھوڑے سے اتر کر چھڑی زمین میں گاڑ دی اور کہا کہ یہ ہے زمین کا مرکز، اگر یقین نہ آئے تو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کی پیمائش کر لیجئے اور ذرہ برابر بھی فرق نکلے تو یہ ہاتھی واپس۔ وزیر پھر پریشان ہو گیا کہ دنیا میں مشرق اور مغرب شمال اور جنوب کی کون پیمائش کر سکتا ہے۔ پھر وزیر نے کہا یہ بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت آسمان پر کیا کر رہے ہیں؟ بوڑھے نے کہا یہ واقعی

مشکل سوال ہے اور اہم ہے اس کا جواب بھی اہمیت سے دیا جائیگا وزیر سے کہا کہ آپ گھوڑے سے نیچے اتر جایئے سوال اہم ہے۔ وزیر صاحب اتر گئے پھر کہا کہ اپنے کپڑے اتار کر مجھے دے دیجئے تا کہ اہم سوال کا جواب اہمیت سے دیا جاسکے۔ وزیر نے اپنے کپڑے اتار کر بوڑھے کو دے دیئے جسے پہن کر وہ وزیر کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے پھٹے پرانے کپڑے وزیر کو دے دیئے جس پر وزیر نے کہا کہ آپ نے ابھی تک جواب نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر کیا کر رہے ہیں۔ بوڑھے نے کہا کہ بے وقوف! ابھی تک تیری سمجھ میں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر کیا کر رہے ہیں؟ سن! اللہ تعالیٰ اس وقت ایک چرواہے کے کپڑے وزیر کو پہنا رہے ہیں اور وزیر کے کپڑے چرواہے کو پہنا رہے ہیں وزیر کے گھوڑے پر فقیر چرواہے کو بیٹھا رہے ہیں اتنا کہہ کر گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور یہ جا اور وہ جا، غائب ہو گیا۔ اب وزیر شرمندہ پریشان کہ کس منہ سے بادشاہ کے پاس جاؤں کیونکہ بادشاہ نے کہا تھا کہ بوڑھے بہت عقلمند ہوتے ہیں وہ تمہارے کپڑے بھی کہیں نہ اتروا لے بادشاہ کی بات پوری ہوگئی۔

بدنظری آنکھوں کا زنا ہے

بات آنکھ کی چل رہی تھی کہ اللہ رب العزت کی اتنی بڑی نعمت کو ہم لوگ غلط جگہ استعمال کر رہے ہیں بدنگاہی کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٢٤٣) في باب زنا الجوارح دون الفرج، قال: حدثني محمود، أخبرنا عبد الرزاق، أخبرنا معمر، عن ابن طاؤوس، عن أبيه، عن ابن عباس قال: ما رأيت شيئاً أشبه باللمم مما قال أبو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم: إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا أدرك ذلك لا محالة، فزنا العين النظر، وزنا اللسان المنطق، والنفس تمنع وتشتهي والفرج يصدق ذلك كله ويكذبه۔

وأخرجه أيضاً برقم (٦٦١٢) في باب ﴿وحرام على قرية أهلكناها أنهم لا يرجعون﴾، وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٤٨٠١) في باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا وغيره، وأبو داود في سننه برقم (٢١٥٤) في باب ما يؤمر به من غض البصر، وأحمد في مسنده برقم (٧٧٠٥، ٨٣٣٨، ١٠٩٣٣)، والبزار في مسنده برقم (٧٦١١، ٩٣٤١)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٨٩٢، ٢١٢٦٤)، وفي شعب الإيمان برقم (٥٠٤٤)، والحاكم في "المستدرك" برقم (٣٧٥١) وقال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، وأقره الذهبي في التلخيص، والبغوي في شرح السنة برقم (٧٤)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٢٢٨١)۔

وأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٤٤٣٦)، قال: حدثنا إبراهيم، نائلة الأصبهاني، حدثنا شباب العصفري، حدثنا فضيل بن سليمان، حدثنا محمد بن مطرف، حدثني جدي، قال: سمعت علقمة بن الحويرث، من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: زنا العينين النظر۔

وروى البيهقي في شعب الإيمان برقم (٦٦٥٩) عن ابن مسعود رضي الله عنه مثله۔

پر نظر ڈالی جائے یا حسین لڑکوں پر حرام ہے اور زنا میں داخل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **النظر سهم من سهام إبليس مسموم** [1] نظر بازی ابلیس کا زہر آلود تیر ہے۔ **اللهم احفظنا** اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

اپنی قوت گویائی کا جائزہ لیجئے

زبان ہی ہمارے دل کی ترجمان ہے جس کسی نے کلمہ شہادت پڑھ لیا یعنی اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک لہ ہونے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق اور آخری نبی ہونے کی گواہی دے دی وہ اسلام میں داخل ہو گیا مسلمانوں کو حاصل تمام حقوق کا وہ حقدار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا اور جس نے اپنی زبان سے اس کا انکار کیا (العیاذ باللہ) وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا جنت سے محروم ہو گیا۔

---

[1] أخرجه الحاكم في "المستدرك" برقم (٧٨٧٥) قال: حدثنا أبو بكر بن إسحاق، أنبأ محمد بن غالب، ثنا إسحاق بن عبد الواحد القرشي، ثنا هشيم، عن عبد الرحمن بن إسحاق، عن محارب بن دثار، عن صلة بن زفر، عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النظرة سهم من سهام إبليس مسمومة، فمن تركها من خوف الله أثابه جل وعز إيماناً يجد حلاوته في قلبه۔

وأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٠٢١١)۔

اس لئے زبان کی بہت اہمیت ہے، نہایت احتیاط سے استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ جھوٹ بولنے سے، غیبت کرنے سے، چغلی کرنے سے، فحش کلامی سے، طعن و تشنیع سے، اور لایعنی باتوں سے اس کو محفوظ رکھا جائے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: **الكذب يهلك** جھوٹ ہلاکت ہے اسی طرح ارشاد فرمایا گیا: **الغيبة أشد من الزنا** [1] کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا زنا سے زیادہ سخت ہے اسی طرح ارشاد فرمایا کہ: **لا يدخل الجنة قتات** [2] یعنی چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا لہذا بہت سوچ سمجھ کر زبان

---

[1] أخرجه أبو بكر الدينوري في المجالسة برقم (٣٥٤١) قال: حدثنا أحمد، نا النضر بن عبد الله الحلواني، قال: قال أسباط بن محمد: نا أبو رجاء الخراساني، عن عباد بن كثير، عن الجريري، عن أبي نضرة، عن جابر بن عبد الله وأبي سعيد الخدري قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والغيبة؛ فإن الغيبة أشد من الزنا۔ قيل: يا رسول الله! وكيف الغيبة أشد من الزنا؟ قال: الرجل يزني فيتوب، فيتوب الله عليه، وإن صاحب الغيبة لا يغفر له حتى يغفر له صاحبه۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٦٣١٥-٦٣١٦)۔

[2] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٠٥٦) في باب ما يكره من النميمة، قال: حدثنا أبو نعيم، حدثنا سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، عن همام قال: كنا مع حذيفة فقيل له: إن رجلاً يرفع الحديث إلى عثمان، فقال حذيفة: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا يدخل الجنة قتات۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٣٠٤-٣٠٥) في باب بيان غلظ =

ہلانے کی ضرورت ہے۔ بلکہ بعض بزرگوں نے یہاں تک فرمایا ہے کہ کہنے سے پہلے سوچو کہ کیا کہنا ہے پھر بولو۔ ادھر ادھر کی بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے قرآن کریم کی تلاوت کی جائے کہ ہر ہر لفظ پر دس نیکیاں ملتی ہیں خواہ سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے۔ جو شخص یہ کہے کہ بغیر سمجھے پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں وہ شخص بے دین ہے جاہل ہے۔

اپنی مونچھوں کا جائزہ لیجئے

مونچھوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ:

= تحريم النميمة، وأبو داود في سننه برقم (٤٨٧٣) في باب في القتات، والترمذي في سننه برقم (٢٠٢٦) في باب ما جاء في النمام، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٣٢٩٥، ٢٣٣٥٣، ٢٣٣٥٨، ٢٣٤١٦، ٢٣٤٦٨، ٢٣٤٨١)، وابن حبان في صحيحه برقم (٥٧٦٥)، والبزار في مسنده برقم (٢٩٥٤)، والطيالسي في مسنده برقم (٤٢٢)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (١١٥٥٠)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٧١١٦، ٢١٦٩٢)، وفي شعب الإيمان برقم (١٠٥٩١)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٦٩-٧٠)، وابن خزيمة في "التوحيد" برقم (٥٦٠)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (٣٢٢)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٢٩٥٠)، وفي معجمه الأوسط برقم (٤١٩٢)، وفي معجمه الصغير برقم (٥٦١)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٥٦٩-٣٥٧٠)، والحميدي في مسنده برقم (٤٧٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٧١١٧-٢٧١١٨) مرفوعاً وموقوفاً، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٤٥٧)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٤٠٣)۔

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٨٩٢) في باب تقليم الأظفار، قال: حدثنا محمد بن منهال، حدثنا يزيد بن زريع، حدثنا عمر بن محمد بن زيد، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج، أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه۔

وأخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٨٩٣) في باب إعفاء اللحى، وفيه: انهكوا الشوارب وأعفوا اللحى، ومسلم في صحيحه برقم (٦٢٣-٦٢٥) في باب خصال الفطرة، وأبو داود في سننه برقم (٤٢٠١) في باب في أخذ الشوارب، والترمذي في سننه برقم (٢٧٦٣-٢٧٦٤) في باب ما جاء في إعفاء اللحية، وقال: هذا حديث صحيح، والنسائي في سننه برقم (١٥) في باب إحفاء الشارب وإعفاء اللحى، وبرقم (٥٠٤٥-٥٠٤٦) في باب إحفاء الشارب، وبرقم (٥٢٢٦) في باب إحفاء الشوارب وإعفاء اللحية، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٤٦٥٤، ٥١٣٥، ٥١٣٨، ٦٤٥٦)، ومالك بن أنس في الموطأ برقم (١٦٩٦) في باب السنة في الشعر، والبزار في مسنده برقم (٥٥٦٦)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (١٣)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٥٧٣٠، ٥٥٨٨)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٧٠٨-٧٠٩، ٧٢٠)، وفي شعب الإيمان برقم (٢٥٠٧، ٦٠١٥) وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٣٥١-٣٥٣)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣١٩٣-٣١٩٤)، والطحاوي في شرح معاني الآثار برقم (٦٥٦٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٥٤٧٥)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٦٠٠٣)۔

وروي عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه =

کٹاؤ لیکن آج کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی جارہی ہے کہ جس چیز کے کاٹنے کا حکم ہے اس کو بڑھایا جارہا ہے اور جس کو بڑھانے کا حکم ہے اس کو گھٹایا جارہا ہے پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعوی ہے۔

مونچھوں کا حکم ہے باریک کرنا۔ ترمذی شریف اور نسائی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **من لم یأخذ من شاربه فلیس منا** [1] جو شخص اپنی مونچھیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

= وسلم: جزوا الشوارب وأرخوا اللحى خالفوا المجوس۔

أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦٢٦) في باب خصال الفطرة، وأخرج معناه عنه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٧١٣٢ ، ٨٦٥٧ ، ٨٧٦٤ ، ٨٧٧١ ، ٩٠١٤)، والبزار في مسنده برقم (٨١٢٣ ، ٨٦٧٥)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٦٥٨٨)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٧١٠)، وفي معرفة السنن والآثار برقم (٣٤٣)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٣٥٠)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٧٩ ، ١٢٧٨)، وفي معجمه الأوسط برقم (٥٠٦٢)، وفي معجمه الصغير برقم (٨٠٧)، والطحاوي في شرح معاني الآثار برقم (٦٥٦٣-٦٥٦٤)۔

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٧٦١) في باب ما جاء في قص الشارب، قال: حدثنا أحمد بن منيع، حدثنا عبيدة بن حميد، عن يوسف بن صهيب، عن حبيب بن يسار، عن زيد بن أرقم: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من لم يأخذ من شاربه فليس منا۔ قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (١٩٢٨٣ ، ١٩٢٩٢)، والبزار في مسنده برقم (٤٣٣٢)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (١٤ ، ٩٢٤٨)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٤٨٩٣-٤٨٩٦)، وفي معجمه الأوسط برقم (٣٠٢٧)، وفي معجمه الصغير برقم (٢٧٨)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٦٠٠٤)۔

اپنے گالوں کا جائزہ لیجئے

داڑھی کا مسئلہ اسلامی نقطہ نظر سے نہایت واضح اور سادہ اور سہل ہے لیکن آج کے دور میں اسے نہایت مشکل اور پیچیدہ بنا دیا گیا ہے۔ جس طرح بھوک اور پیاس کا لگنا فطری عمل ہے اور اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن بھوک اور پیاس اگر بند ہو جائے تو یہ غیر فطری بات ہوگی اور اس کے علاج کی ضرورت پیش آئے گی۔ بالکل اسی طرح داڑھی رکھنا بھی فطری عمل بتایا گیا ہے اور حضرت عائشہ رضي الله عنہا کی ایک حدیث میں دس باتوں کو فطرۃ (اصلیت) بتایا گیا ہے۔ (1) ان میں مونچھیں کم کرنا اور داڑھی

---

(1) أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦٢٧) في باب خصال الفطرة، قال: حدثنا قتيبة بن سعيد، وأبو بكر بن أبي شيبة، وزهير بن حرب، قالوا: حدثنا وكيع، عن زكرياء بن أبي زائدة، عن مصعب بن شيبة، عن طلق بن حبيب، عن عبد الله بن الزبير، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء، وقص الأظفار، وغسل البراجم، ونتف الإبط، وحلق العانة، وانتقاص الماء۔ قال زكريا: قال مصعب: ونسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة، زاد قتيبة قال وكيع: انتقاص الماء يعني الاستنجاء۔

وأخرجه أبو داود في سننه برقم (٥٣) في باب السواك من الفطرة، والترمذي في سننه برقم (٢٧٥٧) في باب ما جاء في تقليم الأظفار، وقال: هذا حديث حسن، وابن ماجه في سننه برقم (٢٩٣) في باب الفطرة، وأحمد في مسنده =

بڑھانا بھی شامل ہے گویا داڑھی رکھنا فطری عمل ہے اور نہ رکھنا غیر فطری عمل۔

داڑھی رکھنا ایسا ہی فطری عمل ہے جیسے درخت پر پھل آنا

پس یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آم کے درخت پر آم کا آنا، کیلے کے درخت پر کیلوں کا لگنا، غرض ہر درخت پر اس کا پھل آجانا۔ درختوں پر پھل لگے ہوں تو کوئی تعجب نہیں کرتا کہ کیوں لگے ہیں کیونکہ یہ ان کا فطری عمل ہے البتہ کسی درخت پر پھل نہ آتے ہوں تو وجہ دریافت کی جاتی ہے، ماہرین سے مشورہ کیا جاتا ہے اور اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ درخت پھل دینے لگے۔ اسی طرح داڑھی رکھنا بھی فطری عمل ہے اور جو لوگ اس کو منڈاتے ہیں ان کا یہ اقدام غیر فطری ہے جو یقیناً کسی خطرناک مرض کی نشاندہی کرتا ہے۔ بعض لوگ جانتے ہوئے بھی محض اس سے بچنے کے لئے دلیل دریافت کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ داڑھی نہ رکھنے کی ان

= برقم (٢٥١٠٤)، وابن خزيمة في صحيحه برقم (٨٨)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٩٢٤١)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٤٥١٧)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٥٦، ٢٤٤)، وفي معرفة السنن والآثار برقم (٣٤٧)، وفي سننه الصغرى برقم (٥٧)، وفي شعب الإيمان برقم (٢٥٠٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٢٠٥)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (٦٨٥)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٥٤٧)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٠٥٨)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٧٨٤)۔

کے پاس کیا دلیل ہے؟ حالانکہ حدیث شریف میں آتا ہے بعض فرشتے اس تسبیح پر مامور کیے گئے ہیں: **سبحان من زین الرجال باللحی و النساء بالذوائب** ❶ یعنی فرشتوں کی تسبیح ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو چوٹیوں سے زینت بخشی۔

کسی فعل کے شرعی ہونے کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ شریعت کی جانب سے اس کی ترغیب دی جائے اور اس عمل کو مستحسن قرار دیا جائے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کے کرنے پر دباؤ ڈالا جائے اور نہ کرنے پر ڈرایا جائے ان تمام مفہومات کے لئے شریعت میں سنت کا لفظ استعمال ہوتا ہے پس سنت کا معنی ہے فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔ حدیث میں ہے ''جو میری سنت کا تحفظ کرے گا اسے اللہ نوازے گا''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت رکھی'' ❷ ایک اور

---

❶ قال العجلوني في كشف الخفاء ومزيل الإلباس (١/٤٤٤): سبحان من زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب، رواه الحاكم عن عائشة، وذكره في تخريج أحاديث مسند الفردوس للحافظ ابن حجر في أثناء حديث بلفظ ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحى الرجال، ويقولون: سبحان الذي زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب، أسنده عن عائشة۔

❷ أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٦٧٨) في باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، قال: حدثنا مسلم بن حاتم الأنصاري البصري، حدثنا محمد بن عبد الله الأنصاري، عن أبيه، عن علي بن زيد، عن سعيد بن المسيب، قال: قال =

جگہ ارشاد ہے ''جس نے میری سنت سے گریز کیا وہ مجھ سے نہیں''۔ ❶

= أنس بن مالك: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا بنّي! إن قدرت أن تصبح وتمسي وليس في قلبك غش لأحد فافعل، ثم قال لي: يا بني! وذلك من سنتي ومن أحيا سنتي فقد أحبني، ومن أحبني كان معي في الجنة، وفي الحديث قصة طويلة۔ قال أبو عيسى: هذا حسن غريب من هذا الوجه۔

❶ وأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٥٩٩١، ٩٤٣٩)، وفي معجمه الصغير برقم (٨٥٦)۔

أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٠٦٣) في باب الترغيب في النكاح، قال: حدثنا سعيد بن أبي مريم، أخبرنا محمد بن جعفر، أخبرنا حميد بن أبي حميد الطويل، أنه سمع أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: جاء ثلاثة رهط إلى بيوت أزواج النبي صلى الله عليه وسلم يسألون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم فلما أخبروا كأنهم تقالوها، فقالوا: وأين نحن من النبي صلى الله عليه وسلم، قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، قال أحدهم: أما أنا فإني أصلي الليل أبداً، وقال آخر: أنا أصوم الدهر، ولا أفطر، وقال آخر: أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبداً، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أنتم الذين قلتم كذا وكذا، أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٣٤٦٩) في باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه......إلخ، والنسائي في سننه برقم (٣٢١٧) في باب النهي عن التبتل، وأحمد في مسنده برقم (١٣٥٥٨، ١٣٧٥٣، ١٤٠٧٧) وابن حبان في صحيحه برقم (١٤، ٣١٧)، والبزار في مسنده برقم (٦٨٠٧)، والنسائي في سننه =

= الكبرى برقم (٥٣٠٥)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٨٣٠-١٣٨٣١)، وفي سننه الصغرى برقم (٢٣٣١)، وفي شعب الإيمان برقم (٥٠٩٣)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٣٢٢٣)، والبغوي في شرح السنة برقم (٩٥)، وابن أبي عاصم في السنة برقم (٦١)۔

وروي مثله عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه۔

أخرجه أحمد في مسنده برقم (٦٤٧٧)، وابن خزيمة في صحيحه برقم (١٩٧)، وأبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (١٤٧٤)، وابن أبي عاصم في السنة برقم (٦٢)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١٣٤١)۔

وروي عن مجاهد أنه قال: دخلت أنا ويحيى بن جعدة على رجل من الأنصار من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ذكروا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم مولاة لبني عبد المطلب فقال: إنها تقوم الليل وتصوم النهار، قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكني أنا أنام وأصلي وأصوم وأفطر فمن اقتدى بي فهو مني، ومن رغب عن سنتي فليس مني، إن لكل عمل شرة، ثم فترة، فمن كانت فترته إلى بدعة، فقد ضل، ومن كانت فترته إلى سنة فقد اهتدى۔

أخرجه أحمد في مسنده برقم (٢٣٥٢١)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١٢٤٠)۔

وروى ابن خزيمة في صحيحه برقم (٢٠٢٤) عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من رغب عن سنتي فليس مني۔

وروى الدارمي في سننه برقم (٢١٦٩) عن سعد بن أبي وقاص أنه قال: لما كان من أمر عثمان بن مظعون الذي كان من ترك النساء بعث إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا عثمان! إني لم أومر بالرهبانية أرغبت عن سنتي، قال: =

داڑھی منڈانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

امت مسلمہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو اپنا سہارا سمجھتی ہے کس قدر افسوس کی بات ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف مونچھ بڑھانے اور داڑھی کٹانے سے ہوتی تھی۔ عہد صحابہ میں داڑھی منڈانے والا کوئی نہیں تھا ایک مرتبہ کسریٰ کے دو سفیر جن کی مونچھیں بڑی اور ڈاڑھی منڈھی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ انور کو پھیر لیا **فکره النظر إليهما** فرمایا **ويلكما** دونوں ہلاک ہو جاؤ **من أمر كما؟** تمہیں ایسا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے رب کسریٰ نے ہمیں حکم دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ولكن**

= لا، يا رسول الله! قال: إن من سنتي أن أصلي وأنام وأصوم وأطعم وأنكح وأطلق، فمن رغب عن سنتي فليس مني، يا عثمان! إن لأهلك عليك حقاً، ولنفسك عليك حقاً، قال سعد: فوالله لقد كان أجمع رجال من المسلمين على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إن هو أقر عثمان على ما هو عليه أن نختصي فنتبتل۔

وروى الطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١٢٤١) عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لكل عمل شرة، ثم تكون شرته إلى فترة، فإن كانت فترته إلى سنتي فقد هدي، ومن كانت فترته إلى غير ذلك فقد ضل، إني لأقوم وأنام، وأصوم وأفطر، فمن رغب عن سنتي فليس مني۔

وروى الشاشي في مسنده برقم (٨٨٣) مثله۔

ربي أمرني بإعفاء لحيي وقصب شاربي لیکن میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے۔ [1] جب غیر مسلموں کو اس حالت میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی تکلیف ہوئی تو اپنی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کو اس حال میں دیکھ کر کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔

داڑھی کا ثبوت قرآن مجید سے

داڑھی رکھنے کے عمل کو تمام انبیاء سے منسوب کیا گیا ہے پھر کسی ایک پیغمبر سے بھی داڑھی منڈانے یا کم کرانے کا عمل ثابت نہیں ہوتا قرآن شریف میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "(اے) میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرا سر مت پکڑو" [2]

---

[1] كما في البداية والنهاية (٤ /٢٦٩) ......ودخلا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد حلقا لحاهما وأعفيا شواربهما، فكره النظر إليهما، وقال: ويلكما من أمركما بهذا؟ قالا: أمرنا ربنا -يعنيان كسرى- فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ولكني ربي أمرني بإعفاء لحيتي، وقص شاربي، ثم قال: ارجعا حتى تأتياني غداً، قال وأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر من السماء بأن الله قد سلط غلى كسرى ابنه شيرويه، فقتله في شهر كذا وكذا في ليلة كذا وكذا من الليل سلط عليه ابنه شيرويه فقتله۔

[2] قال تعالیٰ: ﴿قال يا ابن أم لا تأخذ بلحيتي ولا برأسي﴾ [طه: ٩٤]

ظاہر ہے کہ داڑھی جب ہی پکڑی جاسکتی ہے جب مٹھی بھر ہو۔ اس سے چھوٹی داڑھی ہو تو وہ پکڑی ہی نہیں جاسکتی۔

داڑھی کے بارے میں احادیث

ترمذی في الشمائل وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی کیفیت اور مقدار اس طرح بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اس قدر گھنی تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں بائیں اور سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ [1]

---

[1] أخرجه الترمذي في الشمائل برقم (٤١٠) قال: حدثنا محمد بن بشار، قال: حدثنا ابن أبي عدي، ومحمد بن جعفر، قالا: حدثنا عوف بن أبي جميلة، عن يزيد الفارسي - وكان يكتب المصاحف - قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام زمن ابن عباس قال: فقلت لابن عباس: إني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في النوم، فقال ابن عباس: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: إن الشيطان لا يستطيع أن يتشبه بي، فمن رآني في النوم فقد رآني، هل تستطيع أن تنعت هذا الرجل الذي رأيته في النوم؟ قال: نعم، أنعت لك رجلاً بين الرجلين، جسمه ولحمه أسمر إلى البياض، أكحل العينين، حسن الضحك، جميل دوائر الوجه، ملأت لحيته ما بين هذه إلى هذه، قد ملأت نحره - قال عوف: ولا أدري ما كان مع هذا النعت - فقال ابن عباس: لو رأيته في اليقظة ما استطعت أن تنعته فوق هذا۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٣٤١٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٢٤٦٩)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضي اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، وہ داڑھیاں منڈاتے ہیں تم داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ ❶

ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مونچھیں کٹائی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ ❷

اسی طرح ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مونچھیں نہ کٹائے وہ ہم میں سے نہیں۔ ❸

اس حدیث کی شرح میں محدث عظیم ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب ایسے شخص کو ڈرانا اور خوف دلانا ہے کہ اس کی موت ملت اسلام پر نہ ہوگی۔ ❹

اس حدیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب مونچھیں کٹوانے پر اتنی سخت وعید ہے تو داڑھی نہ رکھنے پر کیا کچھ ہوگا کیونکہ یہ ایک ہی حدیث پاک کے دو جملے ہیں۔

---

❶ تقدم تخريجه في صـ ۱۳۷

❷ تقدم تخريجه في صـ ۱۳۷

❸ تقدم تخريجه في صـ ۱۳۸

❹ كما قال الملا علي القاري في مرقاة المفاتيح برقم (٤٤٣٨): والظاهر أن معناه ليس من كمل أهل طريقتنا، أو تهديد لتارك هذه السنة، أو تخويف له على الموت لغير هذه الملة۔

حضرت عثمان رضي اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک میں خلال فرمایا کرتے تھے۔ [1]

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اصلاح الرسوم کے صفحہ ۱۵ پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ حدیث میں ہے کہ بڑھاؤ داڑھی کو اور کترا ؤ مونچھوں کو [2] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صیغۂ

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣١) في باب ما جاء في تخليل اللحية، قال: حدثنا يحيى بن موسى، حدثنا عبد الرزاق، عن إسرائيل، عن عامر بن شقيق، عن أبي وائل، عن عثمان بن عفان: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يخلل لحيته۔ قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح۔

وأخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٤٣٠) في باب ما جاء في تخليل اللحية۔

وروى ابن خزيمة في صحيحه برقم (١٥١-١٥٢-١٦٧) عن عثمان بن عفان أنه توضأ فغسل وجهه ثلاثاً واستنشق ثلاثاً، ومضمض ثلاثاً، ومسح برأسه، وأذنيه ظاهرهما وباطنهما، ورجليه ثلاثاً، وخلل لحيته، وأصابع الرجلين، وقال: هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتوضأ۔

وأخرجه ابن حبان في صحيحه برقم (١٠٨١)، والبزار في مسنده برقم (٣٩٣)، والدار قطني في سننه برقم (٢٨٧، ٣٠٢)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢٤٩، ٢٩٨)، والحاكم في المستدرك برقم (٥٢٧)، والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٦٢٥٣)، وفي مسند الشاميين برقم (٢٤٠٢)، وفي سننه الصغرى برقم (٦٤)، والدارمي في سننه برقم (٧٠٤)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (١١٣، ٣٧٦١٣)، وعبد الرزاق في مصنفه برقم (١٢٥)۔

[2] تقدم تخريجه في صـ ١٣٧

امر سے دونوں حکم فرمائے اور امر حقیقتاً وجوب کے لئے ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے پس داڑھی کا کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں فعل حرام ہیں۔ اس سے زیادہ دوسری حدیث میں مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جو شخص اپنی لبیں نہ لے وہ ہمارے گروہ سے نہیں''۔ (1) جب اس کا گناہ ہونا ثابت ہو گیا تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور داڑھی کو بڑھانے کو عیب جانتے ہیں بلکہ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا از بس دشوار ہے۔ ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان اور نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق بنائیں۔

داڑھی کی شرعی مقدار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تھے تو رخسار مبارک کو کسی قدر ملا کرتے تھے پھر ریش مبارک میں اپنی انگلیاں نیچے کی طرف سے داخل کر کے جال سا بنا کر خلال کیا کرتے تھے۔ (2)

---

(1) تقدم تخريجه في صـ ١٣٨

(2) أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٤٣٢) في باب ما جاء في تخليل =

حضرت حسان بن بلال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو اپنی داڑھی میں خلال فرمایا۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ چکا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریش مبارک میں خلال فرمایا کرتے تھے تو مجھے اپنی داڑھی میں خلال کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ ❶

= اللحية، قال: حدثنا هشام بن عمار، حدثنا عبد الحميد بن حبيب، حدثنا الأوزاعي، حدثنا عبد الواحد بن قيس، حدثني نافع، عن ابن عمر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا توضأ عرك عارضيه بعض العرك، ثم شبك لحيته بأصابعه من تحتها۔

وأخرجه الدارقطني في سننه برقم (٣٧٤ ، ٥٥٥-٥٥٧)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢٥٢ ، ٢٥٤-٢٥٥)۔

❶ أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٩) في باب ما جاء في تخليل اللحية، قال: حدثنا ابن عمر، حدثنا سفيان بن عيينة، عن عبد الكريم بن أبي المخارق أبي أمية، عن حسان بن بلال، قال: رأيت عمار بن ياسر توضأ فخلل لحيته، فقيل له أو فقلت له: أتخلل لحيتك؟ قال: وما يمنعني؟ ولقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخلل لحيته۔

وأخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٤٢٩) في باب ما جاء في تخليل اللحية، والطيالسي في مسنده برقم (٦٨٠)، وأبو يعلى في مسنده برقم (١٦٠٤)، والبيهقي في معرفة السنن والآثار برقم (١٩٣)، والحاكم في المستدرك برقم (٥٢٨)، والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٢٣٩٥)، والحميدي في مسنده برقم (١٥٤)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٩٨ ، ٣٧٦١٢)۔

اور جب حضرت ابن عمرؓ جب کبھی حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی میں پکڑلیا کرتے پس جو بال مٹھی سے زیادہ ہوتے اس کو کترا دیتے تھے۔ ❶ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضي اللہ عنہما ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کو پکڑ کر چار انگل کے نیچے سے جو داڑھی بچتی تھی اس کو کاٹ دیا کرتے تھے تاکہ وہ لمبائی میں برابر ہو جائے۔ اور اس کی تائید میں آگے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کی بے ڈھب لمبی داڑھی دیکھی تو اپنے ہاتھ سے ایک قبضہ (مٹھی) سے زائد کاٹ دی۔ ❷

---

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٨٩٢) في باب تقليم الأظفار، قال: حدثنا محمد بن منهال، حدثنا يزيد بن زريع، حدثنا عمر بن محمد بن زيد، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب، وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه۔

وأخرجه النسائي في سننه الكبرى برقم (٣٣١٥، ١٠٠٥٨)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣١٩٤)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٦٠١٥، ٦٠١٧)۔

❷ قال ابن حجر في فتح الباري (١٠/٤٣٠ ط: دار السلام) : قلت: الذي يظهر أن ابن عمر كان لا يخص هذا التخصيص بالنسك، بل كان يحمل الأمر بالإعفاء على غير الحالة التي تتشوه فيها الصورة بإفراط طول شعر اللحية أو عرضه۔

وقال قوم: إذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد ثم ساق بسنده إلى ابن عمر أنه فعل ذلك، وإلى عمر أنه فعل ذلك برجل۔

حضرات صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا کہ پوری داڑھیاں رکھتے تھے حضرت جابر رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی صحابہ کرام ہمیشہ داڑھی بڑھائے رکھتے تھے مگر جب حج یا عمرہ کرتے تو قبضہ سے زیادہ کٹوا دیا کرتے تھے۔ [1]

پس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک اور صحابہ کرامؓ کی داڑھیاں چھوٹی نہیں تھیں بلکہ اتنی بڑی تھیں کہ ان میں نیچے سے انگلیاں ڈال کر پانی پہنچایا جاتا اور خلال کیا جاتا تھا۔

مندرجہ بالا احادیث اور آثار سے کم ازکم ایک مشت داڑھی رکھنے کا عمل ظاہر ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ اور امت کو داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے جو کہ ان کا مخصوص شعار اور یونیفارم ہے۔

انہی مذکورہ احادیث وآثار کی روشنی میں علماء امت نے ایک مشت داڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے چنانچہ علامہ محمود خطاب لکھتے ہیں:

ولذالك كان حلق اللحية محرماً عند أمة المسلمين المجتهدين أبو حنيفة و مالك و الشافعي وغيرهم [2] اسی وجہ

---

[1] أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٢٠٣) في باب في أخذ الشارب، قال: حدثنا ابن نفيل، حدثنا زهير، قرأت على عبد الملك بن أبي سليمان، وقرأه عبد الملك على أبي الزبير ورواه أبو الزبير عن جابر قال: كنا نعفي السبال إلا في حج أو عمرة۔

[2] المنهل (١٨٦/١)

سے ائمہ اربعہ نے داڑھی منڈوانے کو حرام قرار دیا ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ داڑھی اپنے وقت میں جمال ہے اس کو منڈانا زینت کو ختم کرنا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اگر داڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بدنما لگتا
تو پھر داڑھی میرے سرکار کی سنت نہیں ہوتی

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ کیا عمل لے کر آیا ہے؟ تو میں اپنی داڑھی پکڑ کر یہ شعر پڑھوں گا

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

تازیانۂ عبرت

سکھوں سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے اگرچہ وہ کافر ہیں لیکن ان کو اپنے باطل پیشوا گورونانک سے محبت ہے جس کی وجہ سے اپنے گرو کے کلچر کو نہیں چھوڑتے اور نہ کسی سے مرعوب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مجبورِ محبت کردے کہ ہم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت بنانے میں کسی سے مرعوب نہ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چل کر نجات پائیں۔ اس سنت کو لوگ بہت معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

فرمان ہے۔

سوشہیدوں کا بھی ثواب کمائیے

من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضي اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس زمانے میں سنتوں کا مذاق اڑایا جارہا ہو لوگ سنتوں کو حقیر سمجھ رہے ہوں اس وقت ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سوشہیدوں کے برابر ملتا ہے۔

ایک دلچسپ جواب

ایک بزرگ نے کسی کو نصیحت کی کہ داڑھی رکھ لو اس نے کہا کہ داڑھی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ یہ پیدائش کے وقت نہیں ہوتی۔ بزرگ نے فرمایا بتیس دانت تڑوا لیجئے کیونکہ یہ بھی پیدائش کے وقت نہیں تھے۔ بس اس نے کہا کہ حضرت اب بات سمجھ میں آ گئی۔

---

[1] أخرجه البيهقي في الزهد برقم (٢١٧) قال: أخبرنا أبو الحسين بن بشران، أنبأنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس، حدثنا عبد الله بن روح، حدثنا الحسن بن قتيبة، حدثنا عبد الخالق بن المنذر، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد، عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال صلى الله عليه وسلم: من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد۔

وأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٣٢٠) وفي معجمه الأوسط برقم (٥٤١٤) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: المتمسك بسنتي عند فساد أمتي له أجر شهيد۔

میرے بزرگو اور دوستو! داڑھی رکھ کر تو دیکھئے، دل میں اتنا کیف وسرور محسوس ہوگا کہ جس کو آپ بیان نہیں کرسکیں گے جیسے کوئی چونسا آم کھارہا ہو آپ اس کی لذت اس سے پوچھئے۔ وہ نہیں بتا سکتا۔ وہ کہے گا کہ میٹھا ہے۔آپ پوچھیں گے چینی کی طرح؟ وہ کہے گا کہ نہیں، آپ پوچھیں گے کہ گڑ کی طرح؟ وہ کہے گا نہیں۔ اس کے صحیح ذائقے کو بیان نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے، ان کی صورت وسیرت اپنانے والے اپنے کیف وسرور کو نہیں بتا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان کو پیار ومحبت سے دیکھتے رہتے ہیں کہ یہ میرے محبوب کی شکل میں ہیں۔ سبحان اللہ۔ والد صاحب مدظلہ العالی کا شعر ہے ؎

نقش قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

داڑھی کے لئے شرط ہے کہ ایک مشت ہونی چاہئے اس سے کم پر یہ کیفیت وسرور محسوس نہ ہوگا۔

اپنی ستر کا جائزہ لیجئے

اسی طرح ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے خواہ گھر میں تنہا ہو رات کی تاریکی کیوں نہ ہو۔ بعض لوگ نیکر پہن کر صبح دوڑتے ہیں یا چہل قدمی کرتے ہیں یہ درست نہیں۔ کیونکہ نیکر سے ستر کھل جاتے ہیں گھٹنہ اور ران ستر میں داخل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے علی! اپنی ران (دوسرے کے سامنے) ظاہر نہ کرو اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف مت دیکھو۔ ❶ افسوس کہ کھیل کود میں اس حکم کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا نہایت غفلت برتی جاتی ہے۔ چنانچہ ہاکی کے کھلاڑی نیکر پہن کر کھیلتے ہیں اور کشتی لڑنے کے لئے پہلوان لنگوٹ باندھ کر دنگل میں اترتے ہیں۔

اپنے پاؤں کا جائزہ لیجئے

پاؤں کا مسئلہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار** ❷ جتنا حصہ شلوار یا لنگی یا پتلون یا عربی جبہ

---

❶ أخرجه أبو داود في سننه برقم (٣١٤٢) في باب في ستر الميت عند غسله، قال: حدثنا علي بن سهل الرملي، حدثنا حجاج، عن ابن جريج، قال: أخبرت عن حبيب بن أبي ثابت عن عاصم بن ضمرة، عن علي أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تبرز فخذك ولا تنظرن إلى فخذ حي وميت۔

وأخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٠١٧) في باب النهي عن التعري، وابن ماجه في سننه برقم (١٤٦٠) في باب ما جاء في غسل الميت، وأحمد في مسنده برقم (١٢٤٨)، والبزار في مسنده برقم (٦٩٤)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٣٣١)، والدار قطني في سننه برقم (١٨٧٦)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٣٣٥٧، ٦٨٦٣)، وفي شعب الإيمان برقم (٧٣٦٩)، والحاكم في المستدرك برقم (٧٣٦٢)۔

❷ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٧٨٧) في باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار، قال: حدثنا آدم، حدثنا شعبة، حدثنا سعيد بن أبي سعيد، عن =

= أبـي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار۔

وأخـرجـه الـنسائي في سننه برقم (٥٣٣١) في باب ما تحت الكعبين من الإزار، وأحـمـد بـن حـنبـل فـي مسنده برقم (٩٣٠٨، ٩٩٣٦)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٩٦٢٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٠٨١)۔

وروى ابـن مـاجـه فـي سننه برقم (٣٥٧٣) في باب موضع الإزار أين هو، قـال: حـدثـنا علي بن محمد، حدثنا سفيان بن عيينة، عن العلاء بن عبد الرحمن، عن أبيـه، قـال: قلت لأبي سعيد: هل سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً في الإزار؟ قـال: نـعـم، سـمـعـت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إزرة المؤمن إلى أنـصـاف سـاقيه، لا جناح عليه ما بينه وبين الكعبين، وما أسفل من الكعبين في النار، يقول ثلاثاً: لا ينظر الله إلى من جر إزاره بطراً۔

وأخـرجـه أحـمد في مسنده برقم (١١٠٤٢)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٩٦٣١)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٩٨٠)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٥٧٢٦)، والحميدي في مسنده برقم (٧٧١)۔

وروي مثـلـه عـن عبـد الـله بن عمر رضي الله عنهما۔ أخرجه النسائي في سـنـنـه الـكبـرى بـرقـم (٩٦٣٥)، والـطبـراني في معجمه الكبير برقم (٢٠٤)، وفي معجمه الأوسط برقم (٤١٢)۔

وروي عـن سـمرة بن جندب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار۔

أخـرجه أحمد في مسنده برقم (٢٠١١٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٥٣٢١)۔

کا ٹخنے سے نیچے لٹکا ہوا ہوگا اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔ لوگ اس میں بہت غفلت کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف نماز کا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ حکم عام ہے۔ (شرط ہے) ماشیاً اور قائماً کہ چلتے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہو۔ لیٹنے اور بیٹھنے والے کا ٹخنہ ڈھک جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور نازلاً کی شرط ہے کہ اوپر سے نیچے آرہا ہو۔ اگر نیچے سے اوپر جارہا ہو جیسے موزہ تو کوئی حرج نہیں خواہ وہ موزہ آپ کی گردن تک کیوں نہ ہو۔

درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہ نے ہمیں تمام اعضاء کا امین بنایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی امانت میں ہم لوگ خیانت کرتے ہیں، سر ہے بال ہے آنکھ ہے چہرہ ہے زبان ہے ہاتھ ہے ہر عضو میں ہم لوگ خیانت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: كل أمتي معافى إلا المجاهرون [1]

آج جس کو دیکھو کوئی یہودی کا لباس پہنے ہوئے ہے کوئی عیسائیوں کی وضع اختیار کئے ہوئے ہے کوئی نصرانیوں کی وضع اختیار کئے ہوئے ہے جس کو منع کریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: من تشبه بقوم فهو منهم [2] جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ١٢٢.

[2] أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٠٣٣) في باب في لبس الشهرة، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، حدثنا أبو النضر، حدثنا عبد الرحمن بن ثابت، =

میں ہوگا۔ تو لوگ کہتے ہیں کہ ظاہری تشبہ سے کیا فرق پڑتا ہے میرے استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ تشبہ کی حقیقت اس طرح بیان فرماتے ہیں:

تشبہ کی حقیقت

حق جل شانہ نے زمین سے لے کر آسمان تک خواہ حیوانات ہوں یا نباتات ہوں یا جمادات، سب کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا اور شکل علیحدہ بنائی تا کہ ان میں امتیاز قائم رہے اور ایک دوسرے سے پہچانا جائے کیونکہ امتیاز کا ذریعہ صرف یہی ظاہری شکل وصورت اور ظاہری رنگ وروپ ہے انسان اور

= حدثنا حسان بن عطية، عن أبي منيب الجرشي، عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٥١١٤-٥١١٥، ٥٦٦٧)، وأبو بكر الدينوري في المجالسة برقم (١٤٧)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (٢٣١)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (١١٥٤)، والطبراني في مسند الشاميين برقم (٢١٦)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (١٩٧٤٧، ٣٣٦٨٧)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (١١٠٤)۔

وأخرجه البزار في مسنده برقم (٢٩٦٦) عن أبي عبيدة بن حذيفة عن أبيه رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من تشبه بقوم فهو منهم۔ وأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٨٣٢٧) بهذا الإسناد۔

وروى البزار في مسنده برقم (٨٦٠٦) عن أبي هريرة رضي الله عنه مثله۔

حیوان میں، شیر اور گدھے میں، گھاس اور زعفران میں، باورچی خانہ اور پائخانہ میں، جیل خانہ اور شفاخانہ میں جو امتیاز ہے وہ صرف ظاہری شکل وہیئت کی بناء پر ہے اگر کسی نوع کا کوئی فرد اپنی خصوصیت اور امتیاز کو چھوڑ کر دوسری نوع کے امتیازات اور خصوصیات اختیار کرے گا تو اس کو پہلی نوع کا فرد نہ کہیں گے بلکہ وہ دوسری نوع کا فرد کہلائے گا۔

اگر کوئی مرد مردانہ خصوصیات کو چھوڑ کر زنانہ خصوصیات اختیار کرلے عورتوں ہی کا لباس پہننے لگے اور انہی کی طرح بولنے لگے حتی کہ اس مرد کی تمام حرکات وسکنات عورتوں ہی جیسی ہوجائیں تو وہ شخص مرد نہ کہلائے گا بلکہ ہیجڑا کہلائے گا۔ حالانکہ اس کی حقیقت رجولیت میں کوئی فرق نہیں آیا صرف لباس اور امتیاز کی حفاظت نہ کی جائے اور التباس اور اختلاط کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر اس نوع کا وجود باقی نہ رہے گا۔

اختلاف اقوام وامم

اسی طرح اقوام اور امم کے اختلاف کو سمجھو کہ مادی کائنات کی طرح دنیا کی قومیں اپنے معنوی خصائص اور باطنی امتیازات کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں مسلم قوم ہندو قوم عیسائی قوم باوجود ایک باپ کی اولاد ہونے کے مختلف قومیں بن گئیں۔ مذہب اور ملت کے اختلاف کے علاوہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کو تمدن اس کی تہذیب اور اس کا معاشرہ اور اس کا طرز لباس اور طریق خورد ونوش دوسرے سے جدا ہے اور باوجود
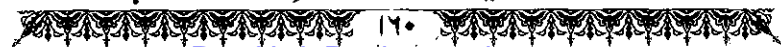
ایک خدا کے ماننے کے ہر ایک کی عبادت کی صورت مختلف ہوگئی۔

عبادت کی انہی خاص خاص شکلوں اور صورتوں کی وجہ سے ایک مسلم مشرک اور بت پرست سے علیحدہ ہے اور ایک عیسائی ایک پارسی سے جدا ہے۔

غرض یہ کہ قوموں میں امتیاز کا ذریعہ سوائے ان قومی خصوصیات کے اور کیا ہے جب تک ان مخصوص شکلوں اور ہیئتوں کی حفاظت نہ کی جائے تو قوموں کا امتیاز باقی نہیں رہ سکتا۔ پس جب تک کسی قوم کی مذہبی اور معاشرتی خصوصیت باقی ہے اس وقت تک وہ قوم بھی باقی ہے اور جب کوئی قوم اپنی خصوصیات اور اشکال کو چھوڑ کر دوسری قوم کے ساتھ مختلط (مل گئی) اور مشتبہ (مشابہ) ہوگئی تو سمجھو کہ یہ قوم اب فنا ہوگی اور اب ہستی پر اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا۔

تشبہ کی تعریف

اب اس کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد کی تعریف سنئے تا کہ آپ اس کی قباحتوں اور مضرتوں کا اندازہ لگا سکیں۔

(۱) اپنی حقیقت اور اپنی صورت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت اور اس کی صورت اور اس کے وجود میں مدغم ہو جانے کا نام تشبہ ہے۔ یا بالفاظ دیگر

(۲) اپنی ہستی (ذات) کو دوسرے کی ہستی میں فنا کر دینے کا نام تشبہ

ہے یا

(۳) اپنی ہیئت (شکل وصورت) اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت اختیار کر لینے کا نام تشبہ ہے یا

(۴) اپنی شان امتیاز کو چھوڑ کر دوسری قوم کی شان امتیازی کو اختیار کر لینے کا نام تشبہ ہے یا

(۵) اپنی اور اپنوں کی صورت اور سیرت کو چھوڑ کر غیروں اور پرائیوں کی صورت اور سیرت کو اپنا لینے کا نام تشبہ ہے۔

اس لئے شریعت حکم دیتی ہے کہ مسلمان قوم دوسری قوموں سے ظاہری طور پر ممتاز اور جدا ہونی چاہئے لباس میں بھی ممتاز ہونی چاہئے، وضع قطع میں بھی اس لئے ظاہری علامت کے علاوہ خاص جسم کے اندر بھی کسی علامت کا ہونا ضروری ہے سو وہ ختنہ اور داڑھی ہے اور ظاہری لباس ہے بغیر ان علامتوں کے شناخت کس طرح ہوگی۔ بعض قومیں داڑھی رکھتی ہیں ان کی شناخت لباس کے کسی چیز سے نہیں ہوسکتی معلوم ہوا کہ اسلامی امتیاز کے لئے لباس اور داڑھی دونوں کی ضرورت ہے یعنی تشبہ کے حکم کا منشاء معاذ اللہ تعصب، تنگ نظری نہیں بلکہ غیرت اور حمیت ہے جس سے مقصد ملت اسلامیہ اور امت مسلمہ کو غیروں کے التباس اور اشتباہ (مشابہت) کی تباہی سے بچانا ہے اس لئے کہ جو قوم اپنی خصوصیات اور امتیازات کی محافظ نہ ہو وہ کوئی آزاد اور مستقل قوم کہلانے کی مستحق نہیں۔

اعتقادات اور عبادات میں غیروں کی مشابہت

تشبہ بالکفار اعتقادات اور عبادات میں کفر ہے اور مذہبی رسومات میں حرام ہے جیسا کہ نصاریٰ کی طرح سینوں پر صلیب لٹکانا اور ہنود کی طرح زنار باندھ لینا، یا پیشانی پر قشقہ لگالینا ایسی تشبہ بلاشبہ کفر ہے جس میں اندیشہ کفر کا ہے اسلئے کہ علی الاعلان کفر اختیار کرنا اس کے مرضی قلبی کی علامت ہے۔

اور تشبہ کی یہ قسم ثانی ہے اگر چہ قسم اول سے درجہ میں ذرا کم ہے مگر پیشاب پاخانہ میں فرق ہونے کیا کوئی پیشاب کا پینا گوارہ کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں، اور عبادات اور مذہبی رسومات اور عیدین میں کفر کی مشابہت کی ممانعت ہے اشارات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ وکثیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے **اقتضاء الصراط المستقیم** میں بالتفصیل ان تمام آیات اور روایات کو بیان کیا ہے۔

عادات اور قومی شعائر میں غیروں کی مشابہت

اور معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں تشبہ مکروہ تحریمی ہے مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص لباس استعمال کرنا جو خاص ان ہی کی طرف منسوب ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا ایک فرد سمجھا جانے لگے جیسے نصرانی ٹوپی (یعنی ہیٹ) اور ہندوانہ دھوتی اور جوگیانہ جوتی یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے اور تشبہ میں داخل ہیں بالخصوص جبکہ بطور تفاخر یا انگریزوں کی وضع

بنانے کی نیت سے پہنی جائے تو اور بھی زیادہ گناہ ہے جوگیوں اور پنڈتوں کی وضع قطع اختیار کرنے کا جو حکم ہے وہی انگریزی وضع قطع اختیار کرنے کا حکم ہے۔

اور علی ہذا کافروں کی زبان اور ان کا لب ولہجہ اور طرز کلام کو اس لئے اختیار کرنا کہ ہم انگریزوں کے مشابہ ہو جائیں اور ان کے زمرہ میں داخل ہو جائیں تو بلاشبہ یہ ممنوع ہوگا ہاں اگر انگریزی زبان سیکھنے سے انگریزوں کی مشابہت مقصود نہ ہو بلکہ محض زبان سیکھنا مقصود ہو کہ کافروں کی غرض سے آگاہ ہو جائیں اور ان سے تجارتی اور دنیاوی امور میں خط وکتابت کر سکیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جیسے کوئی ہندی اور سنسکرت اس لئے سیکھے کہ ہندؤں اور پنڈتوں کی مشابہت ہو جائے اور ہندو مجھے اپنا وطنی بھائی سمجھیں اور اپنے زمرہ میں مجھے شمار کریں (جیسا کہ آج کل بھارت میں یہ فتنہ برپا ہے) تو بلاشبہ اس نیت سے ہندی زبان سیکھنا ممنوع ہوگا اور اگر فقط یہ غرض ہو کہ ہندوؤں کی غرض سے آگاہی ہو جائے اور ان کے خطوط پڑھ لیا کریں تو ایسی صورت میں ہندی زبان سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

صنعت وحرفت میں مشابہت

اور ایجادات اور انتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لے لینا جائز ہے جیسے توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز اور موٹر اور

مشین گن وغیرہ وغیرہ۔ یہ درحقیقت شریعت اسلامیہ نے ایجادات کے طریقہ نہیں بتلائے ایجادات اور صنعت اور حرفت کو لوگوں کی عقل اور تجربہ اور ضرورت پر چھوڑ دیا البتہ اس کے احکام بتلا دئے کہ کونسی صنعت اور حرفت جائز ہے اور کس حد تک جائز ہے اور کس طریق سے اس کا استعمال جائز ہے اسلام مقاصد کی تعلیم ہے۔

غیر مقصد کی تعلیم نہیں طبیب جوتا بنانے کی ترکیب نہیں بتاتا اور نہیں سکھاتا، ہاں یہ بتاتا ہے کہ جوتا اس طرح مت سلوانا کہ اس کی میخیں ابھری ہوئی ہوں جس سے پیر زخمی ہو جائے اسی طرح اسلام ایجادات نہیں سکھاتا ہاں یہ بتلاتا ہے کہ ایجاد ایسی نہ ہو کہ جس سے تمہارے دین میں خلل آئے یا جان کا خطرہ ہو۔

یہ ان ایجادات کا حکم ہے کہ جن کا بدل مسلمانوں کے پاس نہیں اور جو ایجاد ایسی ہو کہ جس کا بدل مسلمانوں کے یہاں بھی موجود ہو تو اس میں تشبہ مکروہ ہے جیسے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کمان کے استعمال سے منع فرمایا ہے [1] اس لئے کہ اس کا بدل مسلمانوں

---

[1] أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (۲۸۱۰) في باب السلاح، قال: حدثنا محمد بن إسماعيل بن سمرة، أنبأنا عبيد الله بن موسى، عن أشعث بن سعيد، عن عبد الله بن بشر، عن أبي راشد، عن علي قال: كانت بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم قوس عربية، فرأى رجلاً بيده قوس فارسية، فقال: ما هذه؟ ألقها، وعليكم =

کے پاس عربی کمان موجود تھی اور دونوں کی منفعت برابر تھی صرف ساخت کا فرق تھا۔ اسلام میں تعصب نہیں غیرت ہے پس جو چیز مسلمانوں کے پاس ہے اور کفار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے تو ایسی صورت میں اسلام نے تشبہ بالکفار سے منع کیا ہے کہ اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے غیرتی تو یہ ہے کہ بلا وجہ اور بلا ضرورت اپنے گھر سے بے خبر ہوکر بلکہ یوں کہئے کہ اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کی عادات اور معاشرت کا اتباع کرنے لگیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

یک سبد پر نان ترا بر فرق سر
تو ہمی جوئی لب نان در بدر

یعنی اے شخص روٹیوں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا تیرے سر پر ہے اور تو روٹی کا ایک ٹکڑا در بدر ڈھونڈھتا ہے۔

= بهذه وأشباهها ورماح القنا، فإنهما يزيد الله لكم بهما في الدين، ويمكن لكم في البلاد۔

وروي عن عبد الرحمن بن سالم بن عتبة بن عويم بن ساعدة عن أبيه عن جده قال: أبصر رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً معه قوس فارسية، فقال: اطرحها، ثم أشار إلى القوس العربية فقال: بهذه ورماح القنا يمكن الله لكم بها في البلاد، وينصركم على عدوكم۔

أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (٢٠٢٢٦-٢٠٢٢٧)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٣٧٩٦)۔

تا برا نوئی میان قعراب

وزعطش وز جوع گشتی خراب

تو خودتو گھٹنوں تک پانی میں ہے اور پیاس و بھوک سے پریشان ہے۔

(یعنی سر پر روٹیوں سے بھرا ہوا ٹوکرا موجود ہے اور گھٹنوں گھٹنوں پانی ہے لیکن اس کے باوجود یہ شخص روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کے لئے اور پانی کی ایک ایک بوند کے لئے در در مارا مارا پھر رہا ہے۔ جامع)

ہاں جن نئی ایجادات اور جدید اسلحہ کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود نہیں مسلمانوں کے لئے ان نئی ایجادات اور جدید اسلحہ کا استعمال اپنی ضرورت اور راحت اور رفع حاجات کے لئے جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے استعمال سے نیت اور ارادہ کافروں کی مشابہت کا نہ ہو محض اپنے فائدہ کے لئے جدید اسلحہ اور نئی ایجادات کا استعمال شرعاً جائز ہے مگر تشبہ بالکفار کے ارادہ اور نیت سے ان کے استعمال کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

شراب کے طریقے پر اگر دودھ کا دور و تسلسل کیا جائے تو شریعت اسلامیہ اس کو ممنوع قرار دیتی ہے دودھ کے استعمال میں شراب کی مشابہت اختیار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کے دل میں شراب کی رغبت اور محبت کا خاص داعیہ مضمر اور مستور ہے۔

اسی طرح کسی جائز چیز کا استعمال کافروں کی مشابہت کی نیت اور

ارادہ سے اور دشمنان دین کی تشبہ کے قصد سے اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں کافروں کی طرف میلان اور رغبت خاص طور پر مرکوز خاطر ہے۔

پس اگر تمہیں اپنے دشمنوں کی مشابہت اور ان کا تشبہ گوارا نہیں تو خداوند کریم قدوس کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے نام لیوا (یعنی مسلمان) اس کے دشمنوں (یعنی کافروں) کی طرح مشابہت اختیار کریں یا ان کی تشبہ کی نیت اور ارادہ سے کوئی کام کریں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ: ولا ترکنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار. [1]

ترجمہ: اور اے مسلمانو! ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔ (بیان القرآن)

کفار کے ساتھ مشابہت کی ممانعت

دین اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے اور تمام ملتوں اور شریعتوں کا ناسخ بن کر آیا ہے وہ اپنے پیروؤں کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ناقص اور منسوخ ملتوں کے پیروؤں کی مشابہت اختیار کی جائے غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔

ایک قوم دوسری سے اسی ظاہری معاشرے کی بناء پر ممتاز ہے اور جدا سمجھی جاتی ہے جب ایک قوم دوسرے کی خصوصیات اور امتیازات اور اس کی صورت اور ہیئت اختیار کر لیتی ہے تو اس کی اپنی ذاتی قومیت فنا ہو جاتی

[1] الھود: ۱۱۳

ہے اور ظاہر ہے کہ اپنی قومیت اور اپنی شخصیت کو دوسروں کی قومیت اور شخصیت میں فنا کر دینا سراسر غیرت کے خلاف ہے۔

اسلام ایک کامل مذہب ہے جس طرح وہ اعتقادات اور عبادات میں مستقل ہے کسی کا تابع اور مقلد نہیں اسی طرح اسلام اپنے معاشرہ اور عادات میں بھی مستقل ہے کسی دوسرے کا تابع اور مقلد نہیں۔

کسی حکومت میں یہ جائز نہیں کہ اس سلطنت کی فوج دشمنوں کی فوجی وردی استعمال کر سکے یا اپنے فوجی دستے کے ساتھ دشمن حکومت کا جھنڈا استعمال کر سکے۔ جو سپاہی ایسا رویہ اختیار کرے گا وہ قابل گردن زدنی سمجھا جائے گا۔

اسی طرح حزب اللہ (مسلمانوں) کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ حزب الشیطان کی ہیئت اختیار کرے جس سے دیکھنے والوں کو اشتباہ ہوتا ہو۔ یا فرض کرو کوئی جماعت حکومت سے برسر بغاوت ہو اور وہ جماعت اپنا کوئی امتیازی لباس یا نشان بنائے تو حکومت اپنے وفاداروں کو ہرگز ہرگز اس باغی جماعت کی تشبہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔

حیرت کی بات ہے کہ ایک برطانوی جنرل کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جرمنی یا روسی وردی کے استعمال کو جرم قرار دیدے جبکہ وہ اللہ کا دشمن ہے مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق نہ ہو کہ وہ دشمنوں کے مشابہ بننے اور انہی جیسا لباس اور ان کی وردی پہننے سے نہ روک سکیں؟

☆......اسلام نور مطلق ہے اور کفر ظلمت ہے۔

☆......اسلام حق ہے اور کفر باطل۔

☆......اسلام حسن مطلق اور جمال مطلق ہے اور کفر قبیح مطلق۔

☆......اسلام روز روشن ہے اور کفر شبِ تاریک ہے۔

☆......اسلام عزت ہے اور کفر ذلت ہے۔

لہٰذا اسلام اپنے پیروؤں کو عزت اور نور دیتا ہے اور باطل کا لباس پہننے کی اوران کا ہمشکل بننے کی اجازت نہیں دیتا تاکہ التباس نہ ہو۔

پس جس طرح اسلام کی حقیقت کفر کی حقیقت سے جدا ہے اسی طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کی صورت وشکل ولباس بھی اس کے دشمنوں سے جدا اور علیحدہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ شریعت میں تشبہ بالغیر کی ممانعت کسی تعصب پر مبنی نہیں بلکہ غیرت اور حمیت اور تحفظ خود اختیاری پر مبنی ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک قوم نہیں کہلا سکتی جب تک اس کی خصوصیات اور امتیازات پائیدار اور مستقل نہ ہوں۔

اسی طرح ملت اسلام اور امت اسلامیہ کو کفر و الحاد و زنادقہ سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلامی خصوصیات اور امتیازات کو محفوظ رکھا جائے اور تشبہ بالکفار سے اس کو بچایا جائے کیونکہ تشبہ کے معنی اپنی ہستی کو دوسرے میں فنا کر دینے کے ہیں۔

حضرت مجذوبؒ کے چند اشعار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی ایک دن گزرنی ہے ضرور
قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قال تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین آمنوا لا تکونوا کالذین آذوا موسی......﴾ (۱)

اے مسلمانو! ان لوگوں کے مشابہ اور مانند نہ بنو کہ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دی۔

مومن (خدا کے دوست) کو خدا کے دشمن (کافر) سے جدا اور ممتاز رہنا چاہئے حکومت کے وفادار کے لئے یہ روا نہیں کہ حکومت کے دشمنوں اور باغیوں کے مشابہ اور ان کا ہم رنگ اور ہم لباس بنے۔

---

(۱) الأحزاب: ٦٩

وقال تعالیٰ: ﴿ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق ولا يكونوا كالذين أوتوا الكتاب من قبل فطال عليهم الأمد فقست قلوبهم وكثير منهم فاسقون﴾ [1]

کیا مسلمانوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور اس کے نازل کئے ہوئے حق کے سامنے ان کے دل پست ہوجائیں اور ان لوگوں کے مشابہ اور مانند نہ بنیں کہ جن کو پہلے کتاب دی گئی یعنی یہود اور نصاریٰ کے مشابہ نہ بنیں جن پر زمانہ دراز گزرا پس ان کے دل سخت ہوگئے اور بہت سے ان میں سے بدکار ہیں۔

یہ ایک اندیشہ ہے کہ اگر تم نے یہود ونصاریٰ کی مشابہت اور مماثلت اختیار کی تو تمہارے دل بھی ان کی طرح سخت ہوجائیں گے اور قبول کی صلاحیت ان سے جاتی رہے گی۔

علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ نے اپنی کتاب الزواجر عن إقتاف الكبائر میں مالک بن دینار محدث کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے وہ یہ ہے:

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ انبیاء سابقین میں سے ایک نبی کی طرف اللہ کی طرف سے یہ وحی آئی کہ آپ قوم سے کہہ دیں کہ میرے دشمنوں

---

[1] الحديد: ١٦

کے گھسنے کی جگہ میں نہ گھسیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا لباس پہنیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا کھانا کھائیں اور نہ میرے دشمنوں جیسی سواریوں پر سوار ہوں یعنی ہر چیز میں ان سے ممتاز اور جدا ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی میرے دشمنوں کی طرح میرے دشمن بن جائیں۔ ❶

اس وحی کا آخری جملہ فیکونوا أعدائي ایسا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی ممانعت کے بعد فرمایا إنکم إذاً مثلهم اس وقت تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے اور ارشاد فرمایا من تشبه بقوم فهو منهم ❷ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے شمار ہوگا۔

تشبہ بالاغیار کے مفاسد اور نتائج

غیروں کی سی وضع قطع اور ان جیسا لباس اختیار کرنے میں بہت مفاسد ہیں:

(۱)...... پہلا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ کفار اور اسلام میں ظاہراً کوئی فرق نہیں رہے گا

---

❶ قال ابن حجر المكي الهيتمي في كتابه "الزواجر عن اقتراف الكبائر" (۱۱/۱): وقال مالك بن دينار: أوحى الله إلى نبي من الأنبياء أن قل لقومك: لا يدخلوا مداخل أعدائي، ولا يلبسوا ملابس أعدائي، ولا يركبوا مراكب أعدائي، ولا يطعموا مطاعم أعدائي، فيكونوا أعدائي كما هم أعدائي۔

❷ تقدم تخريجه في صفحہ ۱۵۸

اور ملت حقہ ملت باطلہ کے ساتھ ملتبس ہو جائے گی سچ پوچھتے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ تشبہ بالنصاری معاذ اللہ نصرانیت کا دروازہ اور دہلیز ہے۔

(۲)...... دوم یہ کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے آخر قومی نشان اور قومی پہچان بھی کوئی چیز ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں قوم کا ہے پس اس سے اگر یہ ضروری ہے تو اس کا طریقہ سوائے اس کے کیا ہے کہ کسی دوسری قوموں کا لباس نہ پہنیں جیسے اور قومیں اپنی اپنی وضع کی پابند ہیں اسی طرح اسلامی غیرت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہم اپنی وضع کے پابند رہیں اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہماری خاص پہچان ہو۔

(۳)...... کافروں کا معاشرہ اور تمدن اور لباس اختیار کرنا در پردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔

بلکہ!

اپنی کمتری اور کہتری اور تابع ہونے کا اقرار اور اعلان ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس لئے کہ کمتر ہی وضع اختیار کرتا ہے نہ کہ برعکس محکوم حاکم کی تقلید پر مجبور ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی کے لئے اس جیسا لباس پہنتا ہے اسلام جب ایک کامل اور مستقل دین ہے تو وہ اوروں کی کیونکر تقلید کرے۔

(۴)...... نیز اس تشبہ بالکفار کا ایک نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور داعیہ پیدا ہوگا جو صراحتاً ممنوع ہے کما قال

تعالیٰ: ﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من أولیاء ثم لا تنصرون﴾ (۱)

اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جو ظالم ہیں مبادا ان کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے تم کو آگ نہ لگے اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا دوست اور مددگار نہیں پھر تم کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

بلکہ غیر مسلموں کا لباس اور شعار اختیار کرنا ان کی محبت کی علامت ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿یا أیھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ أولیآء بعضھم أولیآء بعض ومن یتولھم منکم فإنہ منھم إن اللہ لا یھدی القوم الظالمین.﴾ (۲)

اے ایمان والو! تم یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں وہ تمہارے دوست نہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہو جائے گا تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت کرتا ظالم لوگوں کو۔

کیا یہ صریح ظلم نہیں ہے کہ دعویٰ تو ایمان اور اسلام کا یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اور صورت اور ہیئت اور وضع اور لباس اس کے دشمنوں کا ہو کوئی حکومت کبھی اس امر کو برداشت نہیں کرسکتی کہ

---

(۱) الھود: ۱۱۳

(۲) المائدۃ: ۵۱

دعویٰ تو ہو اس کی دوستی کا اور دوستانہ تعلقات ہوں حکومت کے دشمنوں سے لہٰذا ان سے دوستی اور تجارت تعلقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست یہ سب باتیں قانوناً جرم ہیں پس اگر خداوند احکم الحاکمین اپنے دشمنوں اور اپنے وزراء اور سفراء یعنی انبیاء و مرسلین کے منکر اور مخالفوں سے دوستانہ تعلقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور وضع قطع اور ہیئت اور لباس میں ان کی مشابہت سے منع کرتا ہے تو اس پر کیوں ناک منہ چڑھاتے ہو۔

(۵)......اس کے بعد رفتہ رفتہ اسلامی لباس اور اسلامی تمدن کے استہزاء اور تمسخر کی نوبت آئے گی اسلامی لباس کو حقیر سمجھے گا اور طبعاً اس کے پہننے والوں کو بھی حقیر سمجھے گا اگر اسلامی لباس کو حقیر نہ سمجھتا تو انگریزی لباس کیوں اختیار کرتا۔

(۶)......اسلامی احکام کے اجراء میں دشواری پیش آئے گی مسلمان اس کی کافرانہ صورت دیکھ کر گمان کریں گے کہ یہ کوئی یہودی یا نصرانی ہے یا ہندو ہے اور اگر کوئی ایسی لاش مل جائے تو تردد ہوگا کہ اس کافرنما انسان کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اور کس قبرستان میں اس کو دفن کریں۔

(۷)......جب اسلامی وضع کو چھوڑ کر دوسری قوم کی وضع اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہے گی اور جب قوم ہی نے اس کی عزت نہ کی تو غیروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کی عزت کریں غیر بھی اسی کی عزت کرتے ہیں جس کی قوم میں عزت ہو۔
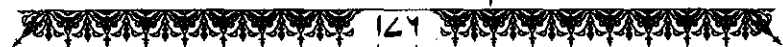
(۸)......دوسری قوم کا لباس اختیار کرنا اپنی قوم سے بے تعلقی کی دلیل ہے۔

(۹)......افسوس کہ دعویٰ تو اسلام کا مگر لباس، طعام، معاشرہ، تمدن، زبان اور طرز زندگی سب کا سب اسلام کے دشمنوں جیسا، جب حال یہ ہے تو اسلام کے دعویٰ ہی کی کیا ضرورت ہے اسلام کو ایسے مسلمانوں کی نہ کوئی حاجت ہے اور نہ کوئی پرواہ ہے کہ جو اس کے دشمنوں کی مشابہت کو اپنے لئے موجب عزت اور باعث فخر سمجھتے ہوں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کافروں کی وضع قطع اختیار کرنے کی کیا ضرورت اور کیا مصلحت داعی ہوئی بلا ضرورت کافر قوم کا لباس اختیار کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ لاؤ ہم بھی کافر بنیں اگرچہ صورت ہی کے اعتبار سے بن جائیں۔

بالفاظ دیگر

یوں کہو کہ لاؤ کہ اپنے دشمنوں کا لباس ہم بھی رواداری ظاہر کرنے کے لئے دشمن کے ہم شکل اور ہم لباس بن جائیں اور نصاریٰ کا دشمن اسلامی اور دشمن مسلمان ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے قرآن وحدیث نے خبر دی ہے۔ إن الکافرین کانوا لکم عدواً مبیناً ❶ اور تقسیم ہند کے وقت اسلام کے ساتھ نصاریٰ کی دشمنی کا مشاہدہ ہو گیا کہ جس قدر زائد علاقہ حکومت برطانیہ مسلمانوں کو دے سکتی تھی وہ ہندوؤں کو دے گئی اور مسلمانوں

---

❶ النساء: ۱۰۱
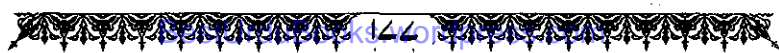
کو محروم کرگئی۔ برطانیہ نے باہر سے چار لاکھ یہودی لاکر فلسطین میں بسائے اور اس طرح فلسطین کو تقسیم کیا اس قاعدہ سے ہندوؤں میں جہاں کہیں بھی چار لاکھ اور آٹھ لاکھ مسلمان آباد تھے برطانیہ کو چاہئے تھا کہ فلسطین کی طرح ہندوستان کے صوبہ یوپی میں تنہا مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ ہے۔ تقسیم فلسطین کے اصول سے صوبہ یوپی میں بھی اسی (۸۰) لاکھ مسلمانوں کی الگ ریاست قائم کرنی تھی غرض یہ کہ نصاریٰ کی مسلمانوں سے دشمنی آفتاب کی طرح روشن ہے۔ پھر نہ معلوم کیوں مسلمان اپنے دشمنوں کے معاشرہ کو اختیار کرتے جارہے ہیں اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ انگریزی وضع قطع کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وضع قطع اہل حکومت اور اہل شوکت کی ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ انگریزوں کے ہم شکل بنیں گے تو عزت اور شوکت حاصل ہوگی۔

مگر افسوس کہ عزت اور شوکت تو اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ غیروں کے مقابلہ میں اس سے کام لیا جائے اپنی قوم پر اور اپنوں پر رعب جمانے کے لئے عزت وشوکت حاصل نہیں کی جاتی دعویٰ تو قومی ہمدردی کا مگر اپنی قوم کے معاشرہ سے وحشت اور نفرت اور غیر قوم کے معاشرہ سے انس ومحبت۔

گرگٹ کی طرح وقتاً فوقتاً رنگ بدلنے میں کیا خاک عزت رکھی ہے کہ ٹکٹکی باندھے ہوئے یورپ کو دیکھ رہے ہیں جو فیشن اور لباس انہوں نے اختیار کیا وہی لباس اور فیشن عاشقان مغرب نے بھی اختیار کرلیا۔ جو کسی کا

عاشق بنے گا اس کو معشوق کے سامنے ذلیل وخوار بن کر رہنا پڑے گا اب اختیار ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے اور خلفاء راشدین کے اور ان کے معاشرہ کے عاشق بن جاؤ یا یورپ کے اوباشوں اور عیاشوں کے معاشرہ کے عاشق ہو جاؤ خوب سمجھ لو کہ عشق کی بنیاد تذلل پر ہے۔

ترقی کا دارومدار

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام کی روشنی مکہ مکرمہ کے افق سے روئے زمین پر پھیلی ہوئی جس سے تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کی کایا پلٹ گئی اور دینی و دنیوی ترقی ان کو حاصل ہوئی اور آسمانی شریعت کے پھیلانے کے ضمن میں جو سلطنت، جہانداری اور فرمانروائی ان کو حاصل ہوئی اس کا سبب یہ نہ تھا کہ انہوں نے سلاطین وقت کے مروجہ علوم نہایت سرگرمی سے حاصل کئے تھے یا تجارت وصنعت میں انہوں نے بڑی دستگاہ پیدا کی تھی یا سودی کاروبار کو انہوں نے وسیع پیمانے پر پھیلایا تھا اور بڑی تجارتوں کے لئے سودی بینک قائم کئے تھے۔

بلکہ اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ آسمانی شریعت کی مشعل ان کی ہادی اور رہنما تھی اور اتباع نبوی ہی ان کی فتح ونصرت کا جھنڈا تھا جس سے چند روز میں انہوں نے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی کہ جس نے قیصر وکسریٰ کی عظمت وجلال کو خاک میں ملا دیا۔

یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ جس پر کسی قسم کی دلیل اور برہان قائم

کرنے کی حاجت نہیں اور یہود اور نصاریٰ کے مؤرخین اس پر گواہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے اور تن تنہا عرب کے وحشیوں اور جاہلوں اور اونٹ چرانے والوں کو توحید وتفرید کا سبق پڑھایا اور آسمانی کتاب کی تعلیم دی ایک طرف تو ان کو عبودیت اور معرفت سے آگاہ کیا اور دوسری طرف ان کو جہانبانی اور عدل وعمرانی کے وہ طریقے بتلائے کہ جس سے چند ہی روز میں وہ ایک زبردست سلطنت کے مالک بن گئے حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی مال ودولت تھا نہ کوئی فوج اور طاقت تھی اور نہ انہوں نے غیر قوموں کے علوم وفنون حاصل کیے اور نہ انہوں نے سود کو حلال قرار دیا تھا یہ سب اتباع شریعت کی برکت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق اکبرؓ آپ کے جانشین ہوئے تو آپ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں شریعت کی پابندی کو پورا پورا ملحوظ رکھا اور آپ کے عہد خلافت میں جب قبیلوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا ان پر فوج کشی کی اور قسم کھا کے یہ فرمایا کہ جو لوگ ایک رسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے اگر اس کے دینے میں بھی تامل کریں گے تو میں ان سے جہاد وقتال کروں گا اور مرتدین اور مدعیان نبوت سے جہاد وقتال کیا اور ان کا قلع قمع کیا۔

اسی طرح خلیفہ ثانی کے زمانے میں جو ہیبت اور شوکت تھی وہ بھی اتباع شریعت ہی کی برکت تھی دنیا کے بڑے بڑے سلاطین ان سے ڈرتے تھے۔

خوب سمجھ لو کہ جس نبی امی فداہ نفسي و أبي و أمي کے اتباع کی برکت سے صحابہ کو ذوالقرنین اور سلیمان علیہ السلام جیسی حکومت ملی اور جس سے قیصر وکسریٰ کا تختہ الٹ گیا اور ان کی فوجوں کو اور ان کے تمدن اور معاشرے کو صحابہ نے کھلے بندوں پچھاڑا اسی طریق کو اختیار کرو گے تو ترقی ہوگی۔ امام مالکؒ کا ارشاد ہے:

لا يصلح آخر هذه الأمة إلا ما صلح به أولها [1]

ترجمہ: اس امت کے آخر کو اسی چیز سے صلاح اور فلاح حاصل ہوگی جس چیز سے امت اول کو صلاح اور فلاح حاصل ہوئی۔

شریعت اسلامی نے حکمرانی کے وہ اصول بتائے کہ جو دنیا نے نہ کبھی دیکھے نہ سنے تھے۔ اسی کی اتباع سے ترقی ہوگی غیروں کی پیروی اور نقالی سے ترقی نہیں ہوسکتی۔ ترقی کا دار ومدار یہود ونصاریٰ کی مشابہت پر نہیں بلکہ اسوۂ نبوی کی پیروی پر ہے جیسا کہ خلفاء راشدین اور خلفاء عباسیہ کے دور میں جو ترقی ہوئی وہ مشابہت کفار کی بناء پر نہ تھی بلکہ اتباع نبوی کی بناء پر تھی لباس ذلت اور حقارت کو دفع نہیں کرسکتا۔

---

[1] نقله أبو القاسم الجوهري في كتابه "مسند الموطأ" (١/ ٢٣٣) قال: أخبرنا الحسن بن علي بن شعبان، قال حدثنا أحمد بن مروان، قال: حدثنا إبراهيم بن داريل، قال: حدثنا ابن أبي أويس، قال: قال مالك: كان وهب بن كيسان يقعد إلينا ثم لا يقول أبداً حتى يقول لنا: إنه لا يصلح آخر هذه الأمة إلا ما أصلح أوله، قلت له: يريد ماذا؟ قال: يريد التقى۔

بلکہ!

ہماری تنزلی کا اصلی سبب تشبہ بالانبیاء سے انحراف ہے اور علی ہذا یہ گمان کرنا کہ اسلامی لباس انگریزوں کی نگاہوں میں بے وقعتی کا موجب ہے سو یہ خیال خام ہے عزت وقعت کا دارومدار قابلیت پر ہے نہ کہ لباس پر بلکہ نقل اتارنے والے کو خوشامدی سمجھتے ہیں اسلامی لباس میں بے وقعتی نہیں بے وقعتی تو غیروں کے لباس میں ہے لندن میں گول میز کانفرنس ہوئی بہت سے ہندو لیڈر انگریزی لباس میں گئے مگر گاندھی اپنے لنگوٹے میں گیا سو حکومت برطانیہ نے جو اعزاز ننگے فقیر گاندھی کا کیا وہ انگریزی لباس والوں کا نہیں کیا۔

دہلی میں بہت سے دربار ہوئے جو والیان ریاست لائق اور قابل تھے اور اسلامی لباس میں آتے تھے ان کا اعزاز و اکرام کوٹ پتلون والوں سے زیادہ ہوتا تھا۔

خوب سمجھ لو کہ یہود و نصاریٰ مسلمان سے اس وقت تک کبھی راضی نہیں ہوسکتے جب تک کہ مسلمان اپنے کو ملت اسلام کا پیروکار بتاتے رہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے: ﴿ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارىٰ حتى تتبع ملتهم﴾[1]

---

[1] البقرة: ١٢٠

اے مسلمانو!

اگر ترقی چاہتے ہو تو اس طریقے کو اختیار کرو کہ جس سے صدر اول میں اسلام کو ترقی ہوئی اور چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا جیسا کہ تاریخ عالم کی شاہد ہے کہ جو شوکت واقتدار اور فتوحات کی ترقی اور علمی اور فنی اخلاقی عروج خلفائے راشدین اور خلفائے بنی امیہ وخلفائے بنی عباس کے زمانے میں مسلمانوں کو حاصل ہوا امریکہ و برطانیہ کو مل کر بھی وہ عروج حاصل نہیں ہوا۔

مغربی قومیں عرب کے جاہلوں سے زیادہ وحشی تھیں خلفائے عباسیہ کے دور میں جو علم وحکمت کا چرچا ہوا تو مغربی اقوام نے مسلمانوں سے علوم وفنون حاصل کئے اور اپنی زبانوں میں ترجمے کئے اور ترقی کی جس منزل پر پہنچے وہ دنیا کے سامنے ہے اب اسلامی فرمانرواؤں کو چاہئے کہ علوم جدیدہ کو اپنی زبان میں منتقل کریں تاکہ عام مسلمان اس سے استفادہ کرسکیں اور کالج میں جاکر عمر عزیز کے چودہ سال اور اپنی گاڑھی کمائی کے بیس بیس ہزار روپیہ غیر قوموں کی زبان سیکھنے کے لئے نذر نہ کریں۔

انگریزی لباس کے اقتصادی نتائج

پہلے اکثر وبیشتر کپڑے گھر میں سلا کرتے تھے خصوصاً عورتوں کے زنانے کپڑے درزیوں کے پاس بھیجنا معیوب تھا جب سے فیشن کا دروازہ کھلا سارے گھر کے کپڑے درزیوں کے پاس جانے لگے آمدنی میں تو

اضافہ نہ ہوا خرچ میں اضافہ ہوگیا اب یا تو قرض لو یا حصول زر کے لئے
ناجائز طریقے اختیار کرو انگریز جیسی دولت بھی چاہئے مگر مشکل یہ ہے کہ ہر
وقت دماغ میں یہ بسا ہوا ہے کہ جس طرح بھی ہو انگریز کی طرح زندگی بسر
کریں۔

ان بدنام کنندگان اسلام سے پوچھتا ہوں کہ تم نے کس وجہ سے
انگریزی لباس کو اسلامی لباس پر ترجیح دی اگر وجہ یہ ہے کہ اسلامی لباس میں
کوئی جسمانی مضرات یا نقصانات محسوس کئے ہیں تو اس کو بیان کریں تا کہ
اس پر غور کیا جائے کہ اسلامی لباس میں جسمانی مضرتیں ہیں یا انگریزی لباس
میں، اور اگر وجہ یہ ہے کہ اسلامی لباس میں حقارت پائی جاتی ہے اور اگر یہی
بات ہے تو پھر اسلام کے دعوے کی بھی ضرورت نہیں مغربی قومیں تو سرے
سے اسلام اور مسلمان ہی کو حقیر اور ذلیل سمجھتی ہیں **ولن ترضی عنك
الیھود ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم**[1] اسلام کو ایسے مسلمانوں کی
کوئی ضرورت نہیں کہ جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہوں اور ہر نئے
فیشن کے دلدادہ اور عاشق ہوں اور استقلال اور خودی سے کورے ہوں جیسا
دیس ویسا بھیس ان کا مذہب ہو جس کے مزاج میں استقلال اور خودداری نہ
ہو وہ کیا حکومت کر سکے گا۔

---

[1] البقرة: ۱۲۰

الحاصل

جب تک خلفائے اسلام اتباع شریعت میں سرگرم رہے ان کی سلطنت روبہ ترقی رہی اور مخالفوں کی نظروں میں ان کی عزت اور ہیبت رہی اور دشمنوں کے دل ان سے ملتے رہے اور تائید الٰہی ان کے شامل حال رہی۔

قال تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین آمنوا إن تنصروا الله ینصر کم ویثبت أقدامکم○ (١) وأنتم الأعلون إن کنتم مؤمنین (٢)﴾

اے مؤمنو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم پکے مسلمان بنے رہے۔

پھر جس قدر وقتاً فوقتاً سلاطین اسلام کی پابندی شریعت کا خیال کم ہوتا گیا اور عیش وعشرت اور نفسانی خواہشوں میں اشتغال بڑھتا گیا اسی قدر اسلامی سلطنت کی بنیاد کمزور ہوتی گئی اور اسلامی حکومت کا دائرہ مختصر ہوتا گیا۔

إن الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بأنفسهم (٣) اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر پیدا نہیں کرتے جب تک وہ خود اپنی حالتوں

---

(١) محمد: ٧

(٢) آل عمران: ١٣٩

(٣) الرعد: ١١

میں تغیر نہ پیدا کرلیں یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نگہبانی اور مہربانی سے محروم نہیں کرتے جب تک وہ اپنی چال اور طریق کو اللہ کے ساتھ نہ بدلیں۔

تشبہ کے مفاسد اور مضرتوں پر فاروق اعظمؓ کی تنبیہ

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور قیصر و کسریٰ کی حکومت کا تختہ الٹ گیا تو فاروق اعظمؓ کو فکر دامنگیر ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی امتیازات اور خصوصیات میں کوئی فرق نہ آجائے اس لئے ایک طرف تو مسلمانوں کو تاکید کی کہ غیر مسلموں کی تشبہ سے پرہیز کریں اور ان جیسی ہیئت اور لباس اور وضع قطع اختیار نہ کریں اور دوسری طرف کافروں کے لئے ایک فرمان جاری کیا کہ کفار اپنی خصوصیات اور امتیازات میں نمایاں رہیں اور مسلمانوں کی وضع قطع اور ان کا ازار و عمامہ استعمال نہ کریں تا کہ اپنے اور پرائے میں التباس نہ ہوسکے اور اشتباہ اور التباس کا دروازہ بند ہوجائے۔

مسلمانوں کے نام فاروق اعظمؓ کا فرمان

حضرت امام بخاریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مسلمانوں کے نام جو بلاد فارس میں مقیم تھے یہ فرمان جاری کیا کہ اے مسلمانو! اپنے آپ کو اہل شرک اور اہل کفر کے لباس اور ہیئت سے دور رکھنا۔ (1)

---

(1) كما قال ابن تيمية في كتابه "اقتضاء الصراط المستقيم" (ص ٦٠): وقد قدمنا ما رواه البخاري في صحيحه عن عمر بن الخطاب: أنه كتب إلى المسلمين المقيمين ببلاد فارس: إياكم وزي أهل الشرك۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس طرح فرمان جاری فرمایا:

امابعد، اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور جوتے پہنو اور اپنے جدامجد اسماعیل علیہ السلام کے لباس (لنگی اور چادر) کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو مبادا کہ تم لباس اور وضع قطع میں عجمیوں کے مشابہ بن جاؤ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نبیرہ معد بن عدنان کی وضع قطع اختیار کرو اور موٹے اور کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو جو اہل تواضع کا لباس ہے۔ ❶

اور مسند احمد میں ہے کہ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ہم آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے امیر لشکر عتبہ بن فرقد کے نام فاروق اعظمؓ کا فرمان پہنچا:

اے عتبہ بن فرقد! تم سب کا یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو عیش پرستی اور کافروں اور مشرکوں کے لباس اور ہیئت اور وضع قطع سے اپنے کو دور اور محفوظ رکھیں اور ریشمی لباس کے استعمال سے پرہیز رکھیں۔ ❷

---

❶ قال ابن حجر العسقلاني في فتح الباري (١/ ٢٤٠): زاد الإسماعيلي فيه من طريق علي بن الجعد، عن شعبة بعد قوله مع عتبة بن فرقد: أما بعد! فاتزروا وارتدوا وانتعلوا وألقوا الخفاف والسراويلات، وعليكم بلباس أبيكم إسماعيل، وإياكم والتنعم وزي العجم، وعليكم بالشمس فإنها حمام العرب وتمعددوا واخشوشنوا واخلولقوا واقطعوا الركب، وانزوا نزواً وارموا الأغراض فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... الحديث۔

❷ أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٥٥٣٢) في باب تحريم استعمال =

کافروں کے متعلق فاروق اعظمؓ کا فرمان

فاروق اعظمؓ کا وہ فرمان کہ جو نصاریٰ شام کے عہد اور اقرار کے بعد بطور شرائط تمام قلمرو خلافت میں جاری کیا گیا اور جن شرائط پر نصاریٰ شام کو جان و مال اور اہل و عیال کا امن دیا گیا وہ یہ تھا۔

ہم نصاریٰ شام اپنی جانوں اور مالوں اور اہل و عیال اور اپنے مذہب کے لئے امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ سے امان طلب کرتے ہیں اور اپنے نفسوں پر بطور شرط اور عہد امور ذیل کو لازم گردانتے ہیں:

کہ ہم مسلمانوں کی تعظیم و توقیر کریں گے۔ اور اگر مسلمان ہماری مجلسوں میں بیٹھنا چاہیں تو ہم ان کے لئے مجلس چھوڑ دیں گے۔ اور ہم کسی

= إنباء الذهب ......إلخ، قال: حدثنا أحمد بن عبد الله بن يونس، حدثنا زهير، حدثنا عاصم الأحول، عن أبي عثمان، قال: كتب إلينا عمر ونحن بأذربيجان: يا عتبة بن فرقد! إنه ليس من كدك، ولا من كد أبيك، ولا من كد أمك، فأشبع المسلمين في رحالهم مما تشبع منه في رحلك، وإياكم والتنعم وزي أهل الشرك ولبوس الحرير، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن لبوس الحرير، قال: إلا هكذا، ورفع لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إصبعيه الوسطى والسبابة وضمهما، قال زهير: قال عاصم: هذا في الكتاب، قال: ورفع زهير إصبعيه.

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٩٢)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٦٢٩٦)، وفي شعب الإيمان برقم (٥٦٩٢)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٦٨٧١)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٦٨٧)۔

امر میں مسلمانوں کے ساتھ تشبہ اور مشابہت نہ کریں گے نہ لباس میں نہ ٹوپی میں نہ عمامہ میں نہ جوتے میں نہ سر کی مانگ میں۔ ہم ان جیسا نام کلام نہ کریں گے۔ اور نہ مسلمانوں جیسا نام اور کنیت رکھیں گے۔ اور نہ زین پر گھوڑے کی سواری کریں گے۔ اور نہ تلوار لٹکائیں گے۔ اور نہ کسی قسم کا ہتھیار بنائیں گے اور نہ اٹھائیں گے۔ اور نہ اپنی مہروں پر عربی نقش کندہ کرائیں گے۔ اور نہ شراب کا کاروبار کریں گے۔ اور سر کے اگلے حصہ کے بال کٹائیں گے اور ہم جہاں بھی رہیں گے اپنی وضع پر رہیں گے۔ اور کسی راستہ اور بازار میں اپنی مذہبی کتاب شائع نہ کریں گے۔ اور ہم اپنے گرجاؤں میں ناقوس نہایت آہستہ بجائیں گے۔ اور ہم اپنے مردوں کے ساتھ آواز بلند نہ کریں گے۔ اور ہم اپنے مردوں کے ساتھ آگ نہیں لے جائیں گے۔ [1] یہ مجوس کے متعلق ہے جو آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ اس روایت کی سند نہایت عمدہ اور کھری ہے۔

---

[1] أخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (١٩١٨٦) قال: أخبرنا أبو طاهر الفقيه، أخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن سختويه، حدثنا أبو بكر بن يعقوب بن يوسف المطوعي، حدثنا الربيع بن ثعلب، حدثنا يحيى بن عقبة بن أبي العيزار، عن سفيان الثوري، والوليد بن نوح، والسري بن مصرف يذكرون عن طلحة بن مصرف، عن مسروق، عن عبد الرحمن بن غنم قال: كتبت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه حين صالح أهل الشام: بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب لعبد الله عمر أمير المؤمنين من نصاري مدينة كذا وكذا إنكم لما قدمتم علينا سألناكم الأمان=

= لأنفسنا وذرارينا وأموالنا وأهل ملتنا، وشرطنا لكم على أنفسنا أن لا نحدث في مدينتنا ولا فيما حولها ديراً ولا كنيسة ولا قلاية ولا صومعة راهب، ولا نجدد ما خرب منها، ولا نحيي ما كان منها من خطط المسلمين، وأن لا نمنع كنائسنا أن ينزلها أحد من المسلمين في ليل ولا نهار، ونوسع أبوابها للمارة وابن السبيل، وأن ننزل من مر بنا من المسلمين ثلاثة أيام نطعمهم، وأن لا نؤمن في كنائسنا ولا منازلنا جاسوساً، ولا نكتم غشاً للمسلمين، ولا نعلم أولادنا القرآن، ولا نظهر شركاً، ولا ندعو إليه أحداً، ولا نمنع أحداً من قرابتنا الدخول في الإسلام إن أراده، وأن نوقر المسلمين، وأن نقوم لهم من مجالسنا إن أرادوا جلوساً، ولا نتشبه بهم في شيء من لباسهم من قلنسوة ولا عمامة ولا نعلين ولا فرق شعر، ولا نتكلم بكلامهم ولا نتكني بكناهم، ولا نركب السروج، ولا نتقلد السيوف، ولا نتخذ شيئاً من السلاح، ولا نحمله معنا، ولا ننقش خواتيمنا بالعربية، ولا نبيع الخمور، وأن نجز مقاديم رؤوسنا، وأن نلزم زيناً حيثما كنا، وأن نشد الزنانير على أوساطنا، وأن لا نظهر صلبنا وكتبنا في شيء من طريق المسلمين ولا أسواقهم، وأن لا نظهر الصلب على كنائسنا، وأن لا نضرب بناقوس في كنائسنا بين حضرة المسلمين، وأن لا نخرج سعانيناً ولا باعوثاً، ولا نرفع أصواتنا مع أمواتنا، ولا نظهر النيران معهم في شيء من طريق المسلمين، ولا تجاورهم موتانا، ولا نتخذ من الرقيق ما جرى عليه سهام المسلمين، وأن نرشد المسلمين ولا نطلع عليهم في منازلهم، فلما أتيت عمر رضي الله عنه بالكتاب زاد فيه: وأن لا نضرب أحداً من المسلمين شرطنا لهم ذلك على أنفسنا وأهل ملتنا، وقبلنا عنهم الأمان فإن نحن خالفنا شيئاً مما شرطناه لكم فضمناه على أنفسنا فلا ذمة لنا وقد حل لكم ما يحل لكم من أهل المعاندة والشقاق۔

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ اور نصاریٰ شام کے مابین جو شرائط امن طے پائی وہ تحریر میں لکھی (جس میں علاوہ شرائط مذکورہ کے یہ شرائط بھی تھے۔)

اور ہم اپنی آبادی میں کوئی نیا گرجا نہیں بنائیں گے۔ اور جو گرجا خراب ہو جائے گا اس کی تجدید نہیں کریں گے۔ اور جو خطۂ زمین مسلمانوں کے لئے ہوگا ہم اس کو آباد نہیں کریں گے۔ اور کسی مسلمان کو دن ہو یا رات کسی وقت بھی اپنے گرجا میں اترنے سے نہ روکیں گے۔ اور تین دن تک مسلمان مہمان کی مہمانی کریں گے۔ اور اپنے کسی گرجا اور مکان میں مسلمانوں کے جاسوس کو ٹھکانہ نہیں دیں گے۔ اور مسلمانوں کے کسی غل وغش کو پوشیدہ نہ رکھیں گے نہ کسی کو شرک کی دعوت دینگے۔ اور اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں دیں گے۔ اور کسی شرک کی رسم کو ظاہر اور علانیہ طور پر نہ کریں گے اور نہ کسی کو شرکت کی دعوت دینگے اور نہ کسی رشتہ دار کو اسلام میں داخل ہونے سے روکیں گے۔

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ شرائط نامہ لکھ کر فاروق اعظمؓ کے ملاحظہ کے لئے لاکر رکھا تو فرمایا کہ اس تحریر میں اتنا اضافہ اور کرو۔

اور ہم کسی مسلمان کو ماریں گے نہیں یعنی تکلیف نہیں پہنچائیں گے ہم نے انہی شرائط پر اپنے لئے اور اپنے مذہب کے لئے امان حاصل کیا ہے

پس اگر ہم نے شرائط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو ہمارا عہد اور امان ختم ہو جائے گا اور جو معاملہ اہل اسلام کے دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ ہے وہی ان کے لئے روا ہو جائے گا۔ [1]

شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سر سے پیر تک انگریزی یا ہندوانہ لباس میں غرق ہو جائے تو کیا اس کے اعتقاد توحید و رسالت میں کوئی فرق آجائے گا یا اس لباس سے وہ کافر ہو جائے گا؟

اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنا مردانہ لباس اتاریں اور دولت خانہ میں جا کر بیگم صاحبہ کا کمخواب کا پاجامہ اور سرخ ریشمی اور زرین کرتا اور بنارسی دوپٹہ اور ہاتھوں میں چوڑیاں پاؤں میں پازیب اور گلے میں ہار ڈال کر باہر تشریف لا کر دفتر میں کرسی پر اجلاس فرمائیں تو کیا آپ بیگم صاحبہ بن جائیں گے اور کیا آپ کی باطنی رجولیت (مردانیت) میں کوئی فرق یا خلل آئے گا اور دفتر میں کرسی پر اجلاس فرمانا کیا گوارا کرنا چاہئے کیونکہ آپ کے نزدیک ظاہری مشابہت میں کوئی حرج نہیں، محض لباس میں کیا رکھا ہے اور جب انگریزی لباس سے مسلمان کافر نہیں بن جاتا تو کیا ایک مرد بیگم صاحبہ کا لباس پہن لینے سے عورت یا بیگم صاحبہ بن جائے گا محض زنانہ لباس سے اس کی رجولیت اور مردانگی میں کیا فرق آجائے گا۔

اور علی ہذا اگر کوئی شخص کسی مخنث (ہیجڑے) کا لباس پہن لے تو کیا

---

[1] انظر التخريج السابق۔

حقیقتاً وہ مخنث ہو جائے گا، بے شک زنانہ لباس سے فی الحال تو مرد، عورت نہیں بن جائے گا لیکن اگر خدانخواستہ چند روز اسی زنانہ اور مخنثانہ لباس میں گزر گئے تو آپ دیکھ لیں گے کہ چند روز کے بعد آپ کے اخلاق و اعمال زنانہ اور مخنثانہ ہو جائیں گے اور آپ کا لب ولہجہ اور طرز کلام اور نشست و برخاست زنانہ اور مخنثانہ ہو جائے گی کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اسی طرح باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے اچھے اعمال سے قلب منور ہوتا ہے اور برے اعمال سے قلب تاریک ہوتا ہے۔

پس اس طرح سمجھے کہ انگریزی لباس سے فی الحال اگرچہ اسلامی عقائد میں فرق نہیں آیا لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ آئندہ چل کر بھی اس کے باطنی اعتقاد میں خلل نہ آئے گا خوب یاد رکھو کہ جب تک تمہارا اسلامی عقیدہ اندر سے محفوظ ہے اس وقت تک تو تم انگریزی اور ہندوانہ لباس کے استعمال سے عیسائیوں اور مشرکوں کے فقط مشابہ ہو اور ارشاد نبوی ہے (**من تشبہ بقوم فھو منھم**) جرم تشبہ کے مجرم ہو اور خدانخواستہ اور خدانخواستہ جس وقت تمہارے ظاہر کا اثر تمہارے باطن میں پہنچ جائے اور اسلامی عقائد میں بھی خلل آجائے تو یہ سمجھ لینا کہ تم اس وقت فقط مشرکین اور نصاریٰ کے مشابہ نہیں رہے بلکہ خود نصرانی اور مشرک ہو گئے جو حکم ان کا ہے وہی ان کا ہے اگرچہ اسلام کا دعویٰ کریں ایسا اسلام قومی اسلام کہلائے گا شرعی اسلام وہ ہے جو قواعد شرعیہ کے مطابق ہو۔

قانوناً پاکستانی وہ ہے جو حکومت پاکستان کے قوانین مانتا ہو اور دشمنان حکومت کی وردی کے استعمال کو مبغوض رکھتا ہو اور جو شخص پاکستان کے قوانین اور احکام پر نکتہ چینی کرتا ہو اور اسرائیل کی وردی پہن کر بازار میں پھرتا ہو اگرچہ ایسا شخص قومی حیثیت سے پاکستانی ہو مگر حکومت کے قانون اور ضابطہ سے وہ دشمنان حکومت میں سے ہے۔

ہمارے اس بیان سے ایک شبہ کا بھی جواب نکل آیا وہ یہ کہ کوئی یہ کہے کہ زنانہ لباس پہننے میں قباحت یہ ہے کہ عورت دوسری جنس ہے اور مرد دوسری جنس ہے جواب یہ ہوا کہ شریعت کی نظر میں مؤمن اور کافر دو الگ الگ جنسیں ہیں ایک جنس کو دوسری جنس سے مشابہت کی اجازت نہیں جیسے حکومت کی نظر میں وفادار اور باغی دو الگ الگ قسمیں ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں اگرچہ وہ دونوں ایک ہی باپ کی اولاد اور ایک خاندان کے دو فرد ہوں اسی طرح اسلام کی نظر میں مؤمن اور کافر دو الگ الگ قسمیں ہیں اور ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں **هو الذي خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن** (1) اور جس طرح تمام متمدن حکومتوں میں وہی قانون ہے کہ حکومت کے دشمن اور باغی کو صدارت اور وزارت کا منصب نہیں دیا جاسکتا اسی طرح اسلام کہتا ہے کہ دشمن اسلام (کافر) کو اسلامی حکومت کا امیر اور وزیر نہیں بنایا جاسکتا۔

---

(1) التغابن: ۲

آنند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزار دوہ شوی ورنہ سخن لیبار است

اسلامی لباس کی تعریف

قال تعالیٰ: ﴿ولباس التقوی ذلك خير ذلك من آيات الله لعلهم يذكرون﴾ [1]

کسی فعل اور عمل کو اسلامی کہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کام کو کیا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے اس کی اجازت دی ہو اور اس سے منع نہ فرمایا ہو پس جس امر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو وہ امر غیر اسلامی ہوگا اور جس کو خود کیا ہو یا اس کی اجازت دی ہو وہ امر اسلامی کہلائے گا مثلاً جو کی روٹی کھانا سنت فعلی ہے اور اس پر عمل کرنا اعلیٰ اور افضل ہے اور خمیری روٹی اور بریانی اور مرغ مسلم کا استعمال جائز ہے کیونکہ ان لذائذ اور طیبات کی شریعت سے اجازت ثابت ہے اور کتے اور خنزیر اور شراب کا استعمال غیر اسلامی ہوگا کیونکہ شریعت میں ان چیزوں کی ممانعت ہے اسی طرح لباس کو سمجھو کہ جو لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال کیا مثلاً لنگی اور چادر اور جبہ اور عمامہ وہ لباس اسلامی ہے اور جو لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال نہیں کیا مثلاً پاجامہ اور سلیم شاہی جوتا اور اچکن اور صدری لیکن آپ

---

[1] الأعراف: ٢٦

کی شریعت سے ان کی اجازت ثابت ہے ممانعت نہیں فرمائی جیسے ریشمی کپڑوں اور زعفرانی رنگ اور ٹخنوں سے نیچے لنگی اور پاجامہ پہننے کی ممانعت فرمائی تو ریشمی کپڑوں اور زعفرانی رنگ کا لباس غیر اسلامی کہلائے گا۔ اسی طرح قرآن و حدیث سے اعداء اللہ دشمنان خدا یعنی کافروں کی تشبہ سے ممانعت ثابت ہے اس لئے کافروں جیسا لباس پہننا جس سے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ شخص یہودی ہے یا نصرانی ہے یا مجوسی ہے یا ہندو ہے بلاشبہ ایسا لباس غیر اسلامی ہوگا گاندھی کی دھوتی اور انگریزی ٹوپی اور پتلون کا فیشن سب کا ایک ہی حکم ہے۔

لباس سے متعلق ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں سے اہل فیشن کے اس شبہ کا بھی حل ہو گیا کہ جو علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوٹ پتلون غیر اسلامی ہے تو علماء کے لمبے لمبے کرتے اور اچکن اور سلیم شاہی جوتے بھی غیر اسلامی لباس ہوں گے کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے اس قسم کا معاشرہ و تاریخ اور سیرت سے کہیں ثابت نہیں ہے۔

جس چیز کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً یا فعلاً اجازت دی ہو وہ سب شرعی کہلائے گی اور جس چیز کی ممانعت فرمائی ہو وہ سب غیر اسلامی اور غیر شرعی کہلائے گی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے کرتے اور اچکنیں اور جوتے اگرچہ نہیں پہنے اور اس قسم کے کھانے پلاؤ اور زردے اور

کوفتے اور شامی کباب نوش نہیں فرمائے لیکن اس قسم کے توسعات اور تنعّمات حاصل کرنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ حدود شرعیہ میں داخل رہیں اور اس قسم کے توسعات اور تنعّمات اور عیش وعشرت کے سامان خلافت راشدہ کے زمانے میں ظاہر ہوئے اور جو اسباب راحت حدود شرعیہ میں تھے ان پر صحابہ کرام نے انکار نہیں فرمایا۔ جن خاص حضرات پر زہد کا خاص رنگ تھا تو وہ باریک کپڑے پہننے اور درہم دینار جمع کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔

موسیا آداب دانا دیگرند

سوختہ جاناں رواناں دیگرند

یہ لباس اور تشبہ کا مسئلہ تھا اب بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا، کٹانا یا منڈانا۔

(۲)......شرعی پردہ نہ کرنا، چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائی، چچی اور ممانی وغیرہ سے پردہ فرض ہے۔

(۳)......بلاضرورت شدید کسی جاندار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا، دیکھنا، رکھنا اور تصویر والی جگہ جانا۔

(۴)......گانا باجا سننا۔

(۵)......ٹی وی دیکھنا۔

(۶)......حرام کھانا جیسے بینک اور انشورنس وغیرہ کی کمائی۔

(۷)......غیبت کرنا اور سننا۔

خلاصہ کلام

یہ کہ جو لباس اور جو کھانا اور پینا اور جو وضع قطع جو معاشرہ حدود شرعیہ کے اندر رہے گا وہ اسلامی کہلائے گا اور جو کھانا اور جو وضع قطع حدود شرعیہ سے خارج ہوگی وہ غیر اسلامی کہلائے گی۔

تلك حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه [1]

ترجمہ: یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم۔

زاہد! تسبیح میں زنار کا ڈورا نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلماں کی طرف

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب لوگوں کو ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرنے کے بعد والی زندگی یعنی آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائیں چونکہ ہر ذی روح یعنی جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

---

[1] البقرة: ۲۹۹

كل نفس ذآئقة الموت [1]

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے

ہر انسان اپنی مدت تک زندہ رہنے کے بعد مرے گا یہ نظام فطرت ہے اور ہر قوم اس پر متفق ہے۔ ہم روز بروز اپنی موت کے قریب آتے جارہے ہیں آج کا دن بھی گذر گیا ہماری زندگی سے کم ہو گیا اور ہم ایک دن اور موت کے قریب پہنچ گئے۔ اسی طرح جب ایک ایک دن اپنی زندگی کا پورا ہو جائے گا تو موت آجائے گی اور ہم قبر میں پہنچ جائیں گے۔ قبر، حیات انسانی کے بعد پہلی سخت ترین منزل ہے اور وہ برابر نوع انسانی کا انتظار کررہی ہے۔ چنانچہ جب مردہ قبر میں دفنایا جاتا ہے تو قبر اس کے کفن کو پھاڑ دیتی ہے، خون چوس لیتی ہے گوشت کھالیتی ہے، بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور آدمی کے جوڑ جوڑ کو الگ کر دیتی ہے۔

دنیا دھوکہ کا گھر ہے

دنیا کا قیام بہت تھوڑا ہے لیکن اس کا دھوکہ بہت ہی زیادہ ہے۔ اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا دنیا کا تمہاری طرف متوجہ ہونا دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے ناسمجھ ہے وہ جو اس کے دھوکے میں پھنس جائے۔ کہاں گئے وہ لوگ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیئے بڑی بڑی نہریں نکالیں اور باغات بنائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر

---

[1] آل عمران: ۱۸۵، الأنبیاء: ۳۵، العنکبوت: ۵۷

سب چلے گئے۔ وہ اپنی صحت اور تندرستی سے دھوکے میں پڑ گئے۔ صحت کے بہتر ہونے سے ان کے اندر نشاط پیدا ہو گیا اور وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے اس سے بڑا بدنصیب کون ہو گا جس کے ہاتھوں میں سب کچھ ہو مگر دل میں کچھ نہیں۔ جو دنیا کو سب کچھ دے جائے اور ساتھ کچھ نہ لے جائے جو انسانوں کے درمیان خوشحال رہا ہو مگر جب خدا کے حضور میں حاضر ہو تو اس کو بھوکے ننگے بھکاریوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔

خدا کی قسم وہ لوگ مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے۔ ہزاروں رکاوٹوں کے باوجود وہ خوب مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے اور اس مال کو جمع کرنے میں ہر قسم کی تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھو کہ مٹی نے ان کے جسموں کا کیا حال کر دیا ہے کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ہڈیوں کا کیا حال بنا دیا۔ وہ لوگ اونچی اونچی مسہریوں اور نرم نرم گدوں پر خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے۔ عزیز و اقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کرتے رہتے تھے لیکن کیا ہو رہا ہے! آواز دے کر ان سے پوچھو کہ کیا گذر رہی ہے؟ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں، مالداروں کو ان کے مال نے کیا دیا؟ غریب کو ان کی غریبی نے کیا نقصان پہنچایا ان کی زبان جو بہت چہکتی تھی اس کا حال پوچھ کیا ہوا ان کی نرم کھال والے جسم کہاں چلے گئے کیڑوں نے ان کا کیا حشر بنا دیا!

آہ! کہاں گئے ان کے وہ خدام (نوکر چاکر) جو ہر وقت حاضر

رہتے تھے کہاں ہیں ان کے خیمے اور کمرے؟ کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جمع کر کے رکھتے تھے۔ ان شان وشوکت نے قبر میں جاتے وقت کوئی توشہ بھی نہ دیا ان کی قبر پر سایہ کے لئے کوئی درخت اور پھلواری بھی نہ لگا دی!

آہ! اب وہ بالکل اکیلے اور اندھیرے میں پڑے ہیں۔ اب ان کے لئے رات دن برابر ہیں نہ کسی سے مل سکتے ہیں نہ کسی کو اپنے پاس بلا سکتے ہیں۔ کتنے نازک بدن مرد اور عورتیں تھیں آج ان کے بدن سڑ گئے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ آنکھیں نکل گئیں منہ میں پانی، پیپ اور لہو بھرا ہوا ہے۔ سارے بدن میں کیڑے رینگ رہے ہیں۔ ادھر یہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کے وارثان مزے اڑا رہے ہیں۔ بیٹوں نے مکان اور جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔

ہاں مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر یعنی دنیا میں قبر کو یاد رکھا اور اپنے لئے توشہ جمع کیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنا سامان بھیج دیا وہ اپنی قبروں میں مزے اڑا رہے ہیں۔ تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام کے ساتھ۔

ایسی زندگی جس کی رگ و پے میں دنیا پرستی رچی ہوئی ہو بسی ہوئی ہو کیا اس سے اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ بستر جان کنی پر ہونٹ سے نکلے ہوئے آخری الفاظ لا إله إلا الله محمد رسول الله کی گواہی

دے رہے ہوں گے؟

اے وہ شخص جو تو کل قبر میں جائے گا تجھے آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کم بخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی۔ تیرے یہ وسیع مکان اور باغ، تیرے یہ نرم بستر اور گرمی سردی کے کپڑے ساتھ جائیں گے۔ یاد رکھ جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا کوئی چیز اس کو ٹال نہ سکے گی۔ افسوس اے وہ شخص جو آج اپنے مرنے والے باپ، بھائی اور بیٹے کے کفن کا انتظام کر رہا ہے کل کو تجھے یہ سب پیش آنا ہے

ے

مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے دنیا اور اس کے دھوکہ سے بچنے اور آخرت کی تیاری اور ظاہر و باطن ٹھیک کرنے کی اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور تقویٰ والی حیات نصیب فرمائیں، آمین۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين.

یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ

یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ
مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ

بھلا جانے کیا جام و مینائے عالم
ترا کیف اے خوش خرامِ مدینہ

مدینہ کی گلیوں میں ہر ایک قدم پر
ہو مدّ نظر احترامِ مدینہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
بڑا لطف دیتا ہے نامِ مدینہ

نگاہوں میں سلطانیت ہیچ ہوگی
جو پا جائے گا دل میں پیامِ مدینہ

سکونِ جہاں تم کہاں ڈھونڈتے ہو
سکونِ جہاں ہے نظامِ مدینہ

ہو آزاد اختؔر غمِ دو جہاں سے
جو ہو جائے دل سے غلامِ مدینہ

شفاء القلوب

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی

خلیفہ مجاز: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

ناشر:

کتب خانہ مظہری

شفاء القلوب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى أَمَّا بَعْدُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. [1]

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (١) في باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها، أو إلى امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه۔

وأخرجه برقم (٥٤) في باب ما جاء أن الأعمال بالنية والحسبة، ولكل امرئ ما نوى، وبرقم (٢٥٢٩) في باب الخطأ والنسيان في العتاقة والطلاق ونحوه، ولا عتاقة إلا لوجه الله، وبرقم (٣٨٩٨) في باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، وبرقم (٥٠٧٠) في باب من هاجر، أو عمل خيراً لتزويج امرأة فله ما نوى، وبرقم (٦٦٨٩) في باب النية في الأيمان، وبرقم (٦٩٥٣) في باب في ترك الحيل، وأن لكل امرئ ما نوى في الأيمان وغيرها، وذكره البخاري في صحيحه في الموضعين تعليقاً: في باب الطلاق في الإغلاق والكره والسكران والمجنون وأمرهما والغلط والنسيان في الطلاق والشرك وغيره، وفي كتاب الإكراه، وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٥٠٣٦) في باب قوله -صلى الله عليه وسلم- : إنما الأعمال بالنية، وأنه يدخل فيه الغزو وغيره من الأعمال، وأبو داود في سننه برقم (٢٢٠٣) في باب فيما عني به الطلاق والنيات، والترمذي في سننه برقم (١٦٤٧)=

بخاری شریف جو أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ ہے یعنی قرآن کریم کے بعد سب سے مہتم بالشان کتاب بخاری شریف ہے، اس کی پہلی حدیث کا ٹکڑا میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھا ہے۔ أمیر المؤمنین في الحدیث یعنی امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب کی ابتداء ان کی روایت سے کر رہے ہیں جو أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِيمَا بَيْنَ الْأَصْحَابِ ہیں یعنی حضرت عمر رضي الله عنہ کیونکہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ هُوَ أَوَّلُ مَنْ سُمِّيَ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فِيمَا بَيْنَ الْأَصْحَابِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ [1] یہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کا خطاب دیا گیا۔ اب اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضي الله عنہ امیر المؤمنین تھے ان کو یہ خطاب کیوں نہیں ملا؟ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل فنا في الرسول کر دیا تھا ان پر ایک خاص کیفیت اور ایسا غلبہ حال طاری رہتا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز بھی نہیں

= في باب ما جاء فيمن يقاتل رياء وللدنيا، والنسائي في سننه برقم (٧٥) في باب النية في الوضوء، وبرقم (٣٤٣٧) في باب الكلام إذا قصد به فيما يحتمل معناه، وبرقم (٣٧٩٤) في باب النية في اليمين، وابن ماجه في سننه برقم (٤٢٢٧) في باب النية۔ وأخرجه غيرهم في كتبهم من الصحاح والمسانيد والمعاجم والأجزاء۔

[1] كما قال الملا علي القاري في بدء كتابه "مرقاة المفاتيح": عن عمر بن الخطاب: وهو الناطق بالصواب، المسمى بالفاروق على ما دل عليه الكتاب، وأول من سمي بأمير المؤمنين فيما بين الأصحاب، رضي الله عنه۔

پڑھا سکتے تھے فوراً گریہ طاری ہوجاتا تھا اور رونے لگتے تھے، ان پر ایک عجیب کیفیت طاری رہتی تھی۔

مناقب حضرت عمر رضي الله عنه

حضرت عمر رضي الله عنه کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ ارشاد فرمایا، کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ میں سے ایسا جملہ کسی کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ﴾ [1]

کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ کیا شان تھی ان کی!

حضرت سعد بن ابی وقاص رضي الله تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٦٨٦) في باب في مناقب عمر بن الخطاب رضي الله عنه، قال: حدثنا سلمة بن شبيب، حدثنا المقرئ، عن حيوة بن شريح، عن بكر بن عمرو، عن مشرح بن هاعان، عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب۔ وقال: هذا حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث مشرح بن هاعان۔

وأخرجه أبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (١٧٦٥)، والحاكم في المستدرك برقم (٤٤٩٥) وصححه، ووافقه الذهبي في تلخيصه، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٤٢٣٩)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (١١٦٨)۔

﴿وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكاً فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ﴾ ❶

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٣٢٩٤) في باب صفة إبليس وجنوده، قال: حدثنا علي بن عبد الله، حدثنا يعقوب بن إبراهيم، حدثنا أبي، عن صالح، عن ابن شهاب، قال: أخبرني عبد الحميد بن عبد الرحمن بن زيد: أن محمد بن سعد بن أبي وقاص أخبره: أن أباه سعد بن أبي وقاص قال: استأذن عمر على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعنده نساء قريش يكلمنه ويستكثرنه عالية أصواتهن، فلما استأذن عمر قمن يبتدرن الحجاب، فأذن له رسول الله صلى الله عليه وسلم ورسول الله صلى الله عليه وسلم يضحك، فقال عمر: أضحك الله سنك، يا رسول الله! قال: عجبت من هؤلاء اللاتي كن عندي، فلما سمعن صوتك ابتدرن الحجاب، قال عمر: فأنت يا رسول الله كنت أحق أن يهبن، ثم قال: أي عدوات أنفسهن أتهبنني، ولا تهبن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قلن: نعم! أنت أفظ وأغلظ من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده ما لقيك الشيطان قط سالكاً فجًّا إلا سلك فجًّا غير فجك۔

وأخرجه أيضاً برقم (٣٦٨٣) في باب مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي رضي الله عنه، وبرقم (٦٠٨٥) في باب التبسم والضحك، ومسلم في صحيحه برقم (٦٣٥٥) في باب من فضائل عمر رضي الله عنه، وأحمد في مسنده برقم (١٤٧٢، ١٥٨١، ١٦٢٤)، وابن حبان في صحيحه برقم (٦٨٩٣) والنسائي في سننه الكبرى برقم (٩٩٦٤)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٨١٠)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٨٧٤)، والشاشي في مسنده برقم (١١٨-١١٩)۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ عمر جس راستے سے گذرے گا شیطان وہ راستہ چھوڑ دے گا، اس راستے سے راہِ فرار اختیار کرے گا۔

حضرت عمر رضي اللہ عنہ کا بچپن میں کیا مشغلہ تھا؟ وہ اونٹ چرایا کرتے تھے، اس زمانے میں اونٹ چرانا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا جیسے آج کل لوگوں کے پاس مرسڈیز اور کرولا بڑی بڑی کاریں ہوتی ہیں اس زمانے میں لوگوں کے پاس اعلیٰ نسل کے اونٹ ہوا کرتے تھے جس کے پاس جتنے زیادہ اونٹ ہوتے تھے وہ اتنا ہی امیر اور سردار اور بڑا آدمی کہلاتا تھا۔ تو حضرت عمر رضي اللہ عنہ جس میدان میں اونٹ چراتے تھے اس کا نام وجنان تھا جو قدیل سے دس میل پر واقع تھا مکہ مکرمہ کے قریب، جب آپ مدینے سے مکہ کے قریب جائیں تو وادی قدیل ابھی بھی موجود ہے۔

پھر جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو وہ میدان جو جبل عرفات کے دامن میں واقع تھا جہاں عرب کے بڑے بڑے مشاعیر جمع ہو کر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے اور وہیں سے شہرت حاصل کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت حسان بن ثابت رضي اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اشعار کی ابتداء وہیں سے کی اور وہیں سے شہرت حاصل کی تو وہاں پورے عرب کے بڑے بڑے قبائل، بڑے بڑے سردار اور بڑے بڑے پہلوان جمع ہوتے تھے اور اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے، تلوار چلانے کا مظاہرہ، نیزہ بازی کا مظاہرہ اور

گھڑسواری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

حضرت عمر رضي الله عنه کی شان عجیب تھی کہ بڑھاپے تک گھوڑے کے اوپر سوار ہوکر گھوڑا نہیں دوڑاتے تھے بلکہ گھوڑے کو پہلے پوری رفتار سے دوڑاتے تھے اور خود پیدل دوڑتے تھے جب وہ پوری رفتار سے دوڑنے لگتا تھا تو جست لگا کر اس کی پشت پر سوار ہوتے تھے، کتنی قوت اللہ نے عطا فرمائی تھی۔تو اس میدان میں حضرت عمر رضي الله عنه سب پر بھاری رہتے تھے۔

علامہ مسعودیؒ نے اپنی کتاب مروج الذهب میں حضرت عمر رضي الله عنه کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضي الله عنه نے زمانۂ جاہلیت میں بڑے بڑے القاب لئے اور بڑے بڑے بادشاہوں سے ملاقاتیں کیں [1] کیونکہ اہل عرب میں صرف سترہ آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے جن میں حضرت عمر رضي الله عنه بھی تھے،آپ کے کانوں میں جب یہ صدا پہنچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا اعلان

[1] كما قال ابن الأثير الجزري في "أسد الغابة" (٢ / ٣١٤): وكان من أشرف قريش وإليه كانت السفارة في الجاهلية، وذلك أن قريشاً كانوا إذا وقع بينهم حرب، أو بينهم وبين غيرهم، بعثوه سفيراً، وإن نافرهم منافراً أو فاخرهم مفاخر، رضوا به؛ بعثوه منافراً ومفاخراً۔

کر دیا ہے، آج نبوت کا اعلان کر دیا ہے تب یہ بڑے پریشان ہوئے کہ یہ تو ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے کہ لوگ تیزی کے ساتھ تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا وحدہ لاشریک لہ کی طرف دوڑ رہے ہیں، لوگ تیزی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں چنانچہ ان کو بڑا غصہ آیا حالانکہ ان کے کان اس آواز سے غیر مانوس نہیں تھے کیونکہ ان کے خاندان کے سردار حضرت سعید رضي الله عنہ جو ان کے بہنوئی تھے وہ اور ان کے والد حضرت زید اسلام لا چکے تھے، حضرت سعید رضي الله عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تھا جو حضرت عمر رضي الله عنہ کی بہن تھی تو اس صدا سے، اس آواز سے ان کے کان غیر مانوس نہیں تھے۔ لیکن طبیعت میں جلال کی سی کیفیت تھی۔ ان کی ایک باندی نے جب اسلام قبول کیا تو اس کو بہت مارا کہ تو اسلام چھوڑ دے اس نے کہا نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اسلام کو چھوڑ دوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ تیزی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو ان کا غصہ بڑھتا گیا یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے ارادہ کر لیا کہ کیوں نہ بانی اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیا جائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے وہ تلوار لے کر گھر سے نکلے، ادھر ابو جہل نے اعلان کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا سو اونٹ کی ضمانت میں لیتا ہوں یعنی انعام کے طور پر سو اونٹ میں دوں گا چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور جا کر تصدیق کی کہ کیا تو اپنے اس وعدے پر

قائم ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! بالکل قائم ہوں۔ اب ادھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے نکلے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے اور غلاف کعبہ پکڑ کر دعا مانگی:

﴿اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ﴾ [1]

یا اللہ! عمرین میں سے کسی ایک کے ساتھ اسلام کو قوت عطا فرما، یا تو ابوجہل کو اسلام عطا فرما یا عمر کو اسلام عطا فرما، اس دعا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی آمین کہی اور یوں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار کی دعا قبول ہوگئی اب صرف اس کا ظہور باقی تھا لیکن اس کی خبر حضرت عمر کو نہ تھی کہ میں جا تو رہا ہوں قتل کرنے کے لئے لیکن میں مراد رسول بن کر جا رہا ہوں کہ اللہ کے نبی نے اللہ سے مجھ کو مانگ لیا ہے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے تو راستے

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٦٨٣) في باب مناقب عمر بن الخطاب رضيَ الله عنه، قال: حدثنا أبو كريب، حدثنا يونس بن بكير، عن النضر أبي عمر، عن عكرمة، عن ابن عباس: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اللهم أعز الإسلام بأبي جهل بن هشام أو بعمر، قال: فأصبح فغدا عمر على رسول الله صلى الله عليه وسلم فأسلم، قال أبو عيسى: هذا حديث غريب من هذا الوجه۔

وأخرجه البغوي في شرح السنة برقم (٣٨٨٥)۔

میں ایک صحابی نعیم بن عبداللہ رضي اللہ عنہ جن کا تعلق بنی زہرہ سے تھا انہوں نے دیکھا کہ عمر غصے میں ہے، گردن کی رگیں تنی ہوئی ہیں اور تلوار ہاتھ میں ہے تو پوچھا کہ عمر خیر تو ہے؟ کہا کہ آج میں سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں تو حضرت نعیم بن عبداللہ رضي اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم نے یہ حرکت کی تو بنی زہرہ اور بنی ہاشم تم کو چھوڑ دیں گے؟ تو وہ سخت غصے میں آ گئے اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی صابی ہو گئے ہو۔ اس زمانے میں جو بھی اسلام میں داخل ہوتا تھا تو کفار اسے صحابی نہیں صابی کہتے تھے یعنی تم نے بھی اپنے دین کو چھوڑ دیا ہے تو حضرت نعیم نے کہا کہ میں نے تمہارا دین کیا چھوڑا ہے اسلام تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں تم کن چکروں میں ہو۔ اب یہ مزید غصے میں آ گئے، ذرا آگے گئے تو دیکھتے ہیں کہ ایک مجمع ہے اور اس کے پاس ایک بچھڑا ہے وہ اسے رسی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس کو ذبح کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، حضرت عمر رضي اللہ عنہ قریب سے گذرے تو بچھڑے کے پیٹ سے آواز آئی:

﴿يَا آلَ ذَرِيحٍ أَمْرٌ نَجِيحٌ وَرَجُلٌ يَصِيحُ بِلِسَانٍ فَصِيحٍ يَدْعُوْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ [1]

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٣٨٦٦) في باب إسلام عمر بن الخطاب رضي الله عنه، قال: حدثنا يحيى بن سليمان، قال: حدثني ابن وهب، قال:=

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے کہ جانور کے پیٹ سے یہ آواز کیسی آرہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز مجھے سنوائی جارہی ہے۔ اس آواز کو امام بخاری رحمہ اللہ نے باب اسلام عمر میں نقل کیا ہے۔ جب انہوں نے یہ آواز سنی تو خیال آیا کہ یہ آواز مجھے سنوائی جارہی ہے لیکن چونکہ غصے کی

=حدثني عمر أن سالماً حدثه، عن عبد الله بن عمر قال: ما سمعت عمر لشيء قط يقول: إني لأظنه كذا إلا كان كما يظن بينما عمر جالس إذ مر به رجل جميل فقال: لقد أخطأ ظني، أو إن هذا على دينه في الجاهلية، أو لقد كان كاهنهم، علي الرجل، فدعي له فقال له ذلك فقال: ما رأيت كاليوم استقبل به رجل مسلم، قال: فإني أعزم عليك إلا ما أخبرتني، قال: كنت كاهنهم في الجاهلية، قال: فما أعجب ما جاء تك به جنيتك، قال: بينما أن يوماً في السوق جائتني أعرف فيها الفزع، فقالت: ألم تر الجن وإبلاسها ويأسها من بعد إنكاسها ولحوقها بالقلاص وأحلاسها، قال عمر: صدق بينما أنا عند آلهتهم إذ جاء رجل بعجل فذبحه فصرخ به صارخ لم أسمع صارخاً قط أشد صوتاً منه يقول: يا جليح، أمر نجيح، رجل فصيح، يقول: لا إله إلا أنت، فوثب القوم قلت: لا أبرح حتى أعلم ما وراء هذا ثم نادى: يا جليح، أمر نجيح، رجل فصيح، يقول: لا إله إلا الله، فقمت فما نشبنا أن قيل هذا نبي۔

وأخرجه البغوي في المجالسة برقم (٢٢٤٤) واللفظ فيه: يا آل ذريح! لأمر نجيح، لصائح يصيح، بلسان فصيح، بمكة يدعو لا إله إلا الله۔ وذكره الذهبي في "سير أعلام النبلاء" (٢٥٣/٢) قال: ثم أنشأ عمر يقول: كنا يوماً في حي من قريش يقال له: آل ذريح، وقد ذبحوا عجلاً والجزار يعالجه إذا سمعنا صوتاً من جوف العجل، وما نرى شيئاً وهو يقول: يا آل ذريح! أمر نجيح، صائح يصيح، بلسان فصيح يشهد أن لا إله إلا الله۔

کیفیت تھی لہٰذا آگے بڑھے اور جب بہن کے گھر کے قریب پہنچے تو اندر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آئی، بہن نے ان کے قدموں کی آہٹ سن کر جلدی سے وہ اوراق چھپادیئے، اس زمانے میں ہرن کی کھال پر قرآن لکھا جاتا تھا، لکڑی کی تختیوں پر لکھا جاتا تھا۔ اب حضرت عمر رضي الله عنه اندر داخل ہوئے اور داخل ہوتے ہی غصے سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں صابی ہو چکے ہو، اپنے دین سے پھر چکے ہو، یہ آواز کیسی آرہی تھی۔ بہن نے کہا کہ ہاں وہ اللہ کے کلام کی آواز تھی، ہم اللہ کے کلام کی تلاوت کر رہے تھے اور اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے رہیں گے، تمہارا جو جی میں آئے تم کرلو۔ حضرت عمر رضي الله عنه سوچنے لگے کہ میری بہن جو میرے نام سے اور میری آواز سے کانپتی تھی آج اس طرح سے گفتگو کر رہی ہے، حضرت سعید بن زید رضي الله عنه جو ان کے بہنوئی تھے ان سے دست وگریباں ہوگئے، ان سے لڑائی شروع کردی، بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو بہن کو اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہوگئیں تب بہن نے کہا کہ اے عمر جو جی میں آئے کرلو ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اسلام ایک عظیم نعمت ہے اسے ہم ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔

بس ان کی ہدایت کا وقت آچکا تھا، انہوں نے کہا کہ ذرا مجھے بھی سنواؤ تو سہی وہ آواز کیسی تھی، کہا کہ تم ناپاک ہو میں کیسے تمہیں بتاؤں کہ وہ آواز کیسی تھی، کہا کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ کہا کہ غسل کرو۔ جب انہوں نے غسل کرلیا تو اس کے بعد وہ اوراق لاکر سامنے رکھ دیئے، وہ تھی ستائیسویں

پارے کی آخری سورت سورۂ حدید سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ایک ایک آیت کو انہوں نے پڑھنا شروع کیا چونکہ جو سترہ آدمی اس زمانے میں پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان میں حضرت عمر رضي الله عنه بھی تھے چنانچہ انہوں نے ایک ایک آیت کو پڑھنا شروع کیا اور اللہ کے کلام کی عظمت کے سامنے ان کا جسم کانپنے لگا یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر تو بے ساختہ پکار اٹھے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور جناب پھر تو ان کی بہن کی خوشی کے عالم کا کیا پوچھنا اور بہنوئی کی خوشی کے عالم کا کیا پوچھنا۔

آگے حضرت عمر رضي الله عنه کی زبان سے سنئے فرمایا کہ کہاں تو میں اتنا شدید غصے میں تھا کہ جسم کانپ رہا تھا کہ جلد سے جلد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دوں لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ اللہ نے مجھے جذب کر لیا، اللہ نے مجھے قبول کر لیا، اب جیسے ہی میں نے کلمہ پڑھا تو قلب کی کیفیت تبدیل ہو گئی اور دل کے اندر ایک عجیب تڑپ محسوس ہوئی، میں نے فوراً اپنی بہن سے پوچھا أَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ اب مجھے بتاؤ کہ اللہ کے محبوب کہاں ہیں؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا فَقَالَتْ أُخْتِيْ : إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَارِ أَرْقَمَ میری بہن نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں ہیں، وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے

پیدائش بھی تھی، تو میری بہن نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دارِ ارقم میں کوہِ صفا کے قریب تشریف فرما ہیں، میں دوڑتا ہوا دارِ ارقم پہنچا وَقَرَعْتُ الْبَابَ اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا کَانَ حَمْزَۃُ فِي الدَّارِ حضرت حمزہ رضي اللہ عنہ بیس صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِي الْبَیْتِ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ تشریف فرما تھے، جب انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو صحابہ کی جماعت باہر آئی تو دیکھا کہ عمر ہیں اور ننگی تلوار ہاتھ میں ہے فوراً تشویش ہوئی اور چہرے پر گھبراہٹ ہوئی، سیدنا حمزہ رضي اللہ عنہ چونکہ شجاع بھی تھے انہوں نے حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو نہیں دیکھا تھا پوچھا مَالَکُمْ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں پریشان ہو؟ فَقَالُوْا : جَآءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ انہوں نے کہا کہ عمر آئے ہوئے ہیں، فرمایا کہ عمر آئے ہیں تو آنے دو پریشان ہونے کی بات نہیں ہے اگر نیک ارادے سے آ رہا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ حضرت حمزہ رضي اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے خوب قوت و طاقت عطا فرمائی تھی، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو دیکھا کہ تلوار ہاتھ میں ہے فَأَخَذَ مَجَامِعَ ثِیَابِيْ مجھے گریبان سے پکڑا اور اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ فَوَقَعْتُ عَلٰی رُکْبَتَيَّ مجھ جیسا بہادر، مجھ جیسا پہلوان گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی بارعب آواز گونجی کہ اے عمر کیا تمہاری ہدایت کا وقت ابھی نہیں آیا؟ بس اتنا سنتے ہی عرض کیا کہ آج عمر اسلام قبول کرنے کے لئے ہی آپ کی خدمت میں آیا ہے، پھر انہوں نے دوبارہ کلمہ پڑھا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ان کے کلمہ پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی خوشی ہوئی فَكَبَّرَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ تَكْبِيْرَةً وَّاحِدَةً سب صحابہ کرام نے مل کر نعرہ تکبیر بلند کیا یہاں تک کہ بیت الحرام میں بھی ان کی آواز چلی گئی، مکے کی پوری وادی اس آواز سے گونج اٹھی۔ ❶ اب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں اور خوشخبری

---

❶ أخرجه ابن الأثير الجزري في "أسد الغابة" (٢/٣١٦): قال: أنبأنا العدل أبو القاسم الحسين بن هبة الله بن محفوظ بن صصري التغلبي الدمشقي، أنبأنا الشريف النقيب أبو طالب علي بن حيدرة بن جعفر العلوي الحسيني، وأبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد قراءة عليهما وأنا أسمع، قالا: أنبأنا الفقيه أبو القاسم علي بن محمد بن علي بن أبي العلاء المصيصي، أنبأنا أبو محمد عبد الرحمن بن عثمان بن القاسم بن أبي نصر، أنبأنا أبو الحسن خيثمة بن سليمان بن حيدرة، أنبأنا محمد بن عوف، أنبأنا سفيان الطائي، قال: قرأت على إسحاق بن إبراهيم الحنفي، قال: ذكره أسامة بن زيد، عن أبيه، عن جده أسلم، قال: قال لنا عمر بن الخطاب: أتحبون أن أعلمكم كيف كان بدء إسلامي؟ قلنا: نعم! قال: كنت من أشد الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبينا أنا يوماً في يوم حار شديد الحر بالهاجرة، في بعض طرق مكة، إذ لقيني رجل من قريش، فقال: أين تذهب يا ابن الخطاب؟ أنت تزعم أنك هكذا وقد دخل عليك هذا الأمر في بيتك؟ قال: قلت:=

= وما ذاك؟ قال: أختك قد صبأت، قال: فرجعت مغضباً، وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع الرجل والرجلين إذا أسلما عند الرجل به قوة، فيكونان معه، ويصيبان من طعامه، وقد كان ضم إلى زوج أختي رجلين، قال: فجئت حتى قرعت الباب، فقيل: من هذا؟ قلت: ابن الخطاب، قال: وكان القوم جلوساً يقرؤون القرآن في صحيفة معهم، فلما سمعوا صوتي تبادروا واختفوا، وتركوا أو نسوا الصحيفة من أيديهم، قال: فقامت المرأة ففتحت لي، فقلت: يا عدوة نفسها! قد بلغني أنك صبوت، قال: فأرفع شيئاً في يدي فأضربها به، قال: فسال الدم، قال: فلما رأت المرأة الدم بكت، ثم قالت: يا ابن الخطاب! ما كنت فاعلاً فافعل، فقد أسلمت، قال: فدخلت وأنا مغضب فجلست على السرير، فنظرت فإذا بكتاب في ناحية البيت، فقلت: ما هذا الكتاب؟ أعطنيه، فقالت: لا أعطيك، لست من أهله، أنت لا تغتسل من الجنابة، ولا تطهر، وهذا لا يمسه إلا المطهرون، قال: فلم أزل بها حتى أعطتنيه، فإذا فيه: "بسم الله الرحمن الرحيم" فلما مررت بـ "الرحمن الرحيم" ذعرت ورميت بالصحيفة من يدي، قال: ثم رجعت إلي نفسي، فإذا فيها: "سبح لله ما في السماوات والأرض وهو العزيز الحكيم" قال: فكلما مررت باسم من أسماء الله عز وجل ذعرت، ثم ترجع إلي نفسي، حتى بلغت: "آمنوا بالله ورسوله وأنفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه" حتى بلغت إلى قوله: "إن كنتم مؤمنين" قال: فقلت: "أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله" قال: فخرج القوم يتبادرون بالتكبير، استبشاراً بما سمعوه مني، وحمدوا الله عز وجل، ثم قالوا: يا ابن الخطاب! أبشر، فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم دعا يوم الإثنين فقال: اللهم أعز الإسلام بأحد الرجلين: إما عمرو بن هشام، وإما عمر بن الخطاب، وإنا نرجو أن تكون دعوة رسول الله لك، فأبشر - قال: فلما عرفوا مني الصدق قلت لهم: أخبروني بمكان رسول الله صلى =

=الله عليه وسلم، فقالوا: هو في بيت في أسفل الصفا -وصفوه- قال: فخرجت حتى قرعت الباب، قيل: من هذا؟ قلت: ابن الخطاب، قال: وقد عرفوا شدتي على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يعلموا بإسلامي، قال: فما اجترأ أحد منهم أن يفتح الباب، قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: افتحوا له، فإنه إن يرد الله به خيراً يهده، قال: ففتحوا لي، وأخذ رجلان بعضدي، حتى دنوت من النبي صلى الله عليه وسلم، قال: فقال: أرسلوه، قال: فأرسلوني، فجلست بين يديه، قال: فأخذ بمجمع قميصي، فجذبني إليه، ثم قال: أسلم يا ابن الخطاب، اللهم اهده، قال: قلت: أشهد أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله، فكبر المسلمون تكبيرة، سمعت بطرق مكة، قال: وقد كان استخفى، قال: ثم خرجت فكنت لا أشاء أن أرى رجلاً قد أسلم يضرب إلا رأيته، قال: فلما رأيت ذلك قلت: لا أحب إلا أن يصيبني ما يصيب المسلمين، قال: فذهبت إلى خالي - وكان شريفاً فيهم - فقرعت الباب عليه، فقال: من هذا؟ فقلت: ابن الخطاب، قال: فخرج إلي، فقلت له: أشعرت أني قد صبوت؟ قال: فعلت؟ فقلت: نعم! قال: لا تفعل! قال: فقلت: بلى، قد فعلت، قال: لا تفعل! وأجاف الباب دوني وتركني، قال: قلت: ما هذا بشيء، قال: فخرجت حتى جئت رجلاً من عظماء قريش، فقرعت عليه الباب، فقال: من هذا؟ فقلت: عمر بن الخطاب، قال: فخرج إلي، فقلت له: أشعرت أني قد صبوت؟ قال: فعلت؟ فقلت: نعم! قال: فلا تفعل! قلت: قد فعلت، قال: لا تفعل! قال: ثم قام فدخل، وأجاف الباب دوني، قال: فلما رأيت ذلك انصرفت، فقال لي رجل: تحب أن يعلم إسلامك؟ قال: قلت: نعم! قال: فإذا جلس الناس في الحجر واجتمعوا أتيت فلاناً - رجلاً لم يكن يكتم السر - فاصغ إليه، وقل له - فيما بينك وبينه -: قد صبوت، فإنه سوف يظهر عليك ويصيح ويعلنه، قال: فاجتمع الناس في الحجر، فجئت الرجل=

سناتے ہیں: لَـمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَانِي جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ : قَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّـمَـاءِ بِـإِسْلَامِ عُمَرَ [1] آج عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے فرشتوں میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ بتایئے فرشتوں میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

= فـدنـوت منه، فأصغيت إليه فيما بيني وبينه، فقلت: أعلمت أني قد صبوت؟ فقال: ألا إن عـمر بن الخطاب قد صبأ، قال: فما زال الناس يضربونني وأضربهم، قال: فقال خـالي: ما هذا؟ فقيل: ابن الخطاب! قال: فقام على الحجر فأشار بكمه فقال: ألا إني قـد أجـرت ابـن أختـي، قـال: فانكشف الناس عني، وكنت لا أشار أن أرى أحداً من الـمسـلـميـن يضرب إلا رأيته وأنا لا أضرب، قال: فقلت: ما هذا بشيء حتى يصيبني مثـل مـا يـصيـب المسلمين؟ قال: فأمهلت حتى إذا جلس الناس في الحجر، وصلت إلـى خـالي، فقلت: اسمع، فقال: ما أسمع؟ قال: قلت: جوارك عليك رد، قال: فقال: لا تـفـعـل يا ابن أختي، قال: قلت: بل هو ذاك، فقال: ما شئت! قال: فما زلت أضرب وأضرب حتى أعز الله الإسلام۔

[1] أخـرجـه ابـن مـاجـه في سننه برقم (١٠٣) في فضائل عمر رضي الله عـنـه، قال: حدثنا إسماعيل بن محمد الطلحي، أخبرنا عبد الله بن خراش الحوشبي، عـن العوام بن حوشب، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: لما أسلم عمر، نزل جبريل، فقال: يا محمد! لقد استبشر أهل السماء بإسلام عمر۔

وأخـرجـه ابن حبان في صحيحه برقم (٦٨٨٣)، والحاكم في المستدرك بـرقـم (٤٤٩١)، والـطـبـرانـي فـي معجمه الكبير برقم (١٠٩٤٦)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٢٧٢)۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ❶

اے اللہ کے نبی! آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ صحابہ جو ایمان لا چکے ہیں تا کہ نگاہِ نبوت اللہ پر رہے۔

اب حضرت عمر رضي اللہ عنہ چونکہ بہادر تھے دلیر تھے لہٰذا فوراً سوال کیا أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ أَنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ إِنْ حُيِّيْتُمْ أَوْ تَمُوْتُوْنَ قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم لوگ ہر حالت میں حق پر ہو یعنی مسلمان ہر حالت میں حق پر ہے خواہ وہ زندہ ہے یا مر جائے، پھر انہوں نے سوال کیا کہ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَنَخْرُجَنَّ آپ فرمارہے ہیں کہ آپ حق پر ہیں پھر ہم چھپ چھپ کر نمازیں کیوں پڑھ رہے ہیں؟ قسم

---

❶ أخرجه ابن الأثير الجزري في "أسد الغابة" قال: أخبرنا أبو محمد عبد الله بن علي بن سويدة التكريتي بإسناده إلى أبي الحسن علي بن أحمد بن متويه، قال: أنبأنا أحمد بن محمد بن أحمد الأصبهاني، أنبأنا عبد الله بن محمد بن جعفر الحافظ، حدثنا أبو بكر بن أبي عاصم، حدثنا صفوان بن المغلس، حدثنا إسحاق بن بشر، حدثنا خلف بن خليفة، عن أبي هاشم الرماني، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: أسلم مع رسول الله صلى الله عليه وسلم تسعة وثلاثون رجلاً وامرأة، ثم إن عمر أسلم فصاروا أربعين، فنزل جبريل عليه السلام بقوله تعالىٰ: ﴿يا أيها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين﴾۔

ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے آج ہم ضرور بالضرور باہر نکلیں گے۔ فَأَخْرَجَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَفَّيْنِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز کے لئے نکالا، ایک صف میں ایک طرف سیدنا حمزہ رضي اللہ عنہ اور ایک طرف امیر المؤمنین عمر رضي اللہ عنہ اور پیچھے صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی، صحابہ کرامؓ شمع رسالت کو لے کر پہلی مرتبہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے بیت اللہ کے اندر جارہے ہیں، [1]

---

[1] أخرجه أبو نعيم في حلية الأولياء (١/ ٤٠) قال: حدثنا محمد بن أحمد بن الحسن، حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، حدثنا عبد الحميد بن صالح، حدثنا محمد بن أبان، عن إسحاق بن عبد الله بن أبان بن صالح، عن مجاهد، عن ابن عباس قال: سألت عمر رضي الله عنه لأي شيء سميت الفاروق، قال: أسلم حمزة قبلي بثلاثة أيام ثم شرح الله صدري للإسلام، فقلت: الله لا إله إلا هو له الأسماء الحسنى فما في الأرض نسمة أحب إلي من نسمة رسول الله صلى الله عليه وسلم، قلت: أين رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت أختي هو في دار الأرقم عند الصفا، فأتيت الدار وحمزة في أصحابه جلوس في الدار ورسول الله صلى الله عليه وسلم في البيت، فضربت الباب فاستجمع القوم فقال لهم حمزة: مالكم؟ قالوا: عمر، قال: فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخذ بمجامع ثيابه ثم نثره نثرة فما تمالك أن وقع على ركبته، فقال: ما أنت بمنته يا عمر قال: فقلت: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، قال: فكبر أهل الدار تكبيرة سمعها أهل المسجد، قال: فقلت: يا رسول الله! ألسنا على الحق إن متنا وإن حيينا؟ قال: بلى، والذي نفسي بيده إنكم على الحق إن متم وإن حييتم، =

عمر جاتے ہوئے تلوار گھماتے جا رہے ہیں کہ جس مشرک کو اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو تو میرے مقابلے میں آ جائے اِدھر مشرکین مکہ خوشخبری کے انتظار میں تھے کہ شاید ابھی اطلاع آئے کہ عمر نے اللہ کے رسول کا کام تمام کر دیا (نعوذ باللہ) تو جب مشرکین نے دیکھا کہ عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حفاظت میں لے کر آ رہے ہیں تو ان پر مایوسی چھا گئی۔

اِدھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اطلاع مل گئی کہ ابو جہل کی قسمت میں ایمان نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر دعا مانگی: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً [1] کہ اے اللہ عمر سے اسلام کو قوت عطا فرما خاص طور سے،

= قال: فقلت: ففيم الاختفاء والذي بعثك بالحق لتخرجن، فأخرجناه في صفين، حمزة في أحدهما، وأنا في الآخر، له كديد ككديد الطحين، حتى دخلنا المسجد، قال: فنظرت إلى قريش، وإلى حمزة، فأصابتهم كآبة لم يصبهم مثلها، فسماني رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ الفاروق، وفرق الله به بين الحق والباطل۔

[1] أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (١٠٥) في فضائل عمر رضي الله عنه، قال: حدثنا محمد بن عبيد أبو عبيد المديني، حدثنا عبد الملك بن الماجشون، حدثني الزنجي بن خالد، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللهم أعز الإسلام بعمر بن الخطاب خاصة۔

وأخرجه ابن حبان في صحيحه برقم (٦٨٨٢)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٣٤٨٢)، والحاكم في المستدرك برقم (٤٤٨٥)۔

دعا تو پہلے ہی قبول ہو چکی تھی یہ تو ظہور بعد میں ہو رہا ہے۔ کچھ دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مدینہ منورہ چلے جاؤ، حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے ہجرت کی اور صحابہ کرام کی جماعت کو لے کر قبا میں رفاعۃ بن منظر کے مکان پر قیام کیا، ❶ وہاں سے ایک ایک صحابی مدینہ میں داخل ہوتا رہا، اس زمانے میں قبا مدینے سے باہر بستی شمار ہوتی تھی جبکہ خود مدینہ بھی ایک چھوٹی سی بستی تھی، اگر سب لوگ ایک ساتھ داخل ہو جاتے تو کھانے پینے کا مسئلہ ہو جاتا۔ آج تو کئی کئی لاکھ حاجی مدینہ منورہ میں ہوتے ہیں لیکن اس زمانے میں صحابی ایک ایک کر کے وہاں منتقل ہو رہے تھے۔

حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب شان عطا فرمائی تھی بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان تھی یعنی طبیعت میں جلال تھا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضي اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اچانک انہوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو ہم لوگ خوف کی وجہ سے گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے۔ ان کا اتنا رعب تھا لیکن ظاہری دنیاوی شان وشوکت

---

❶ قال ابن الأثير الجزري في "أسد الغابة" (۲/ ۳۱۹): قال ابن إسحاق: نزل عمر بن الخطاب، وزيد بن الخطاب، وعمرو، وعبد الله ابنا سراقة، وحنيس بن حذافة، وسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، وواقد بن عبد الله، وخولي بن أبي خولي، وهلال بن أبي خولي، وعياش بن أبي ربيعة، وخالد، وإياس وعاقل بنو البكير، نزل هؤلاء على رفاعة بن المنذر، في بني عمرو بن عوف۔

کچھ نہیں تھی، لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے ہوتے، لیکن اس حالت میں بھی پوری دنیا کے بڑے بڑے سلاطین ان کے نام سے کانپتے تھے۔ جب قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ختم ہوئیں اور مدائن فتح ہوا تو وہاں ایک شخص فارسی النسل مسلمان ہوا، اس نے کہا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ مدائن کے فتح ہونے کی خبر میں امیر المؤمنین کو جا کر سناؤں۔ چنانچہ اجازت دے دی گئی، اب جناب وہ اپنی اونٹنی پر سوار مدینے کی طرف رواں دواں ہیں، وہ اپنے دماغ میں خیالی پلاؤ پکا رہے ہیں کہ مدینے میں کتنے بڑے بڑے شاہی محلات ہوں گے اور امیر المؤمنین کے پاس کتنا بڑا لشکر ہوگا اور وہاں گارڈ آف آنر یعنی سلامی پیش ہو رہی ہوگی اور میں کس طریقے سے جا کر سلام کروں گا اور کس طرح ملاقات کروں گا یہ سوچتے ہوئے جا رہے تھے، ابھی مدینے سے دور تھے کہ راستے میں دیکھا کہ ایک نوجوان شخص کھڑا ہے اور اس کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں، وہ فوراً سلام کر کے پوچھتا ہے کہ بتاؤ کون سا علاقہ فتح ہوا؟ اس نے کہا ارے تم راستے سے ہٹو میں امیر المؤمنین کو خوشخبری سنانے جا رہا ہوں، وہ شخص پیچھے پیچھے دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہے جب مسجد نبوی کے قریب پہنچے صحابہ کرام نے دیکھا کہ امیر المؤمنین پیچھے پیچھے آ رہے ہیں جب انہوں نے آواز دی یا امیر المؤمنین تب یہ گھبرائے کہ یہ امیر المؤمنین ہیں جو اکیلے جنگل میں کھڑے ہوئے راستے کو دیکھ رہے ہیں کہ کس علاقے کے فتح کی خوشخبری آ رہی ہے تب یہ گھبرا کے اترنے لگے تو حضرت عمر رضي

اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں اسی سواری پر بیٹھے بیٹھے پورے مدینے میں خوشخبری سناؤ، میں جا کر اللہ کے حضور میں دو رکعات شکرانہ ادا کرتا ہوں۔ تو کیا شان اللہ نے عطا فرمائی تھی کہ رعب کتنا تھا اللہ اکبر! اور اللہ نے قوتِ قلب کتنی عطا فرمائی تھی کہ جو بھی ارادہ کر لیتے تھے بس وہ کر گذرتے تھے۔ اپنی مدتِ خلافت دس سال چھ ماہ اٹھارہ دن کے دوران بائیس لاکھ اکیاون ہزار تیس مربع میل علاقہ فتح کر چکے تھے۔ دنیا میں مجاہدین رواں دواں تھے اور خود کس سادگی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور یہ دعا مانگ رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ [1] اے اللہ! اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما اور میری موت کو اپنے نبی کے شہر میں مقدر فرما اور حضرت عمر رضي اللہ عنہ نبی کے شہر میں تو کیا بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے، ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق رضي اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت عمر رضي اللہ عنہ اور شہادت کی موت بھی تھی ان کے غلام نے جب ان کو خنجر مارا تو اسی خنجر کے زخم سے آپ کو شہادت نصیب ہوئی اور اس وقت بھی جب دنیا سے آخرت کا

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (١٨٩٠) في باب (بلا ترجمة) قال: حدثنا يحيى بن بكير، حدثنا الليث، عن خالد بن يزيد، عن سعيد بن أبي هلال، عن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن عمر رضي الله عنه قال: اللهم ارزقني شهادة في سبيلك، واجعل موتي في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم۔
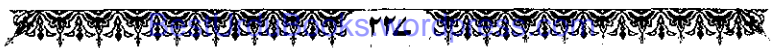
سفر ہو رہا تھا ایک غلام سامنے گذرا اس کی لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی تھی فوراً فرمایا اِرْفَعْ إِزَارَكَ يَا غُلَامُ اے غلام! اپنی لنگی اوپر کر لے۔ بتایئے کہ جب سکرات کا عالم طاری ہوتا ہے ایک انسان کا دنیا سے رابطہ منقطع ہو رہا ہے اللہ سے اس کا رابطہ قائم ہونے جا رہا ہے اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے اس وقت تو وہ اپنی فکر میں مرتا ہے لیکن اس وقت بھی ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف یہ چیز برداشت نہیں ہوئی فوراً فرمایا اِرْفَعْ إِزَارَكَ يَا غُلَامُ اے غلام! اپنی لنگی اوپر کر لے۔ [1]

جب انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضي اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا کہ جا کر حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا سے پوچھو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضي اللہ عنہ کے برابر میں جو جگہ ہے کیا مجھے دفن ہونے کی وہاں اجازت مل سکتی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی لیکن عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، اجازت دیتی ہوں کہ عمر کی تدفین وہاں ہو جائے۔ [2]

---

[1] أخرجه أحمد في فضائل الصحابة برقم (٣٢٩) قال: حدثنا عبد الله قال: حدثني عبيد الله بن محمد القرشي أبو عبد الرحمن، قال: حدثنا أبو معاوية، قال: حدثنا شعبة، عن عمرو بن مرة، عن إبراهيم، عن الأسود، عن عبد الله قال: رحم الله عمر، إنه لما طعن تلك الطعنة رأى غلاماً قد أسبل إزاره، فقال: يا غلام! خذ من شعرك، وارفع إزارك، فإنه أبقى لثوبك، وأتقى لربك عز وجل۔

[2] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٧٣٢٨) في باب ما ذكر النبي =
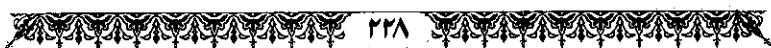
کیا شان اللہ نے عطا فرمائی تھی حضرت عمر رضي اللہ عنہ کو! خود فرماتے ہیں کہ کَنَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا حَفْصٍ ❶ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوحفص کی کنیت عطا فرمائی تھی، حفص کہتے ہیں شیر کو یعنی شیر کا باپ، سبحان اللہ! کیا شان تھی۔

= صلى الله عليه وسلم وحفص على اتفاق أهل العلم، قال: وعن هشام عن أبيه، أن عمر أرسل إلى عائشة ائذن لي أن أدفن مع صاحبي فقالت: إي والله، قال: وكان الرجل إذا أرسل إليها من الصحابة قالت: لا والله لا أوثرهم بأحد أبداً۔

وأخرجه أيضاً برقم (١٣٩٢) في باب ما جاء في قبر النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما، عن عمرو بن ميمون، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (١١٩٨٠)۔

❶ وأخرجه الحاكم في المستدرك برقم (٤٩٨٨) قال: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا أحمد بن عبد الجبار، ثنا يونس بن بكير، عن محمد بن إسحاق، عن العباس بن معبد، عن أبيه، عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم بدر: من لقي منكم العباس فليكفف عنه فإنه خرج مستكرهاً فقال أبو حذيفة بن عتبة: أنقتل آباء نا وإخواننا وعشائرنا وندع العباس والله لأضربنه بالسيف فبلغت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لعمر بن الخطاب: يا أبا حفص، قال عمر رضي الله عنه: إنه لأول يوم كناني فيه بأبي حفص، يضرب وجه عم رسول الله بالسيف فقال عمر: دعني فلأضرب عنقه فإنه قد نافق وكان أبو حذيفة يقول: ما أنا بآمن من تلك الكلمة التي قلت، ولا أزال خائفاً حتى يكفرها عني بالشهادة، قال: فقتل يوم اليمامة شهيداً۔

اعمال میں نیت کی اہمیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ ❶

تحقیق اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے، کتنے لوگ یہاں بیان سننے کے لئے آتے ہیں لیکن جس کی نیت میں جتنا زیادہ اخلاص ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ نِیَّــات جمع ہے نِیَّةٌ کی اور نِیَّةٌ مشتق ہے نواۃ سے اور اہل عرب اس جملے کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں أَكَلْتُ التَّمْرَةَ وَلَفَظْتُ النَّوَاةَ کہ میں نے کھجور کھالی اور اس کی گٹھلی پھینک دی، نواۃ گٹھلی کو کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جیسی گٹھلی ہوگی ویسا ہی پھل آئے گا، ویسے ہی ثمرات مرتب ہوں گے، ایسے ہی سالکین کی جیسی نیت ہوگی حدیث پڑھنے والوں کی، عالم بننے والوں کی جیسی نیت ہوگی اگر اللہ کی رضا مقصود ہوگی تو ضرور بالضرور اللہ کی رضا اس کو ملے گی۔

آج جتنے بڑے زمین دار ہیں وہ بیج جب خریدتے ہیں تو ایگریکلچر والوں سے مشورہ کرتے ہیں، اٹامک انرجی والوں کے بیج خریدتے ہیں ان کے بیج بڑے کامیاب پھل دیتے ہیں جو خوشنما ہوتے ہیں اور پودے بھی بڑے ہوتے ہیں پھول بھی خوشبودار ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ ایٹمی شعاعوں

---

❶ تقدم تخريجه في صـ ٢٠٥

سے اسے گذارتے رہتے ہیں تا کہ اس کے اندر قوت اور صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ایسے ہی اللہ والوں کے پاس جب لوگ آتے ہیں تو ان کی نیت کا جو بیج ہے اس پر روحانی شعاعیں گذارتے رہتے ہیں تا کہ اس کے اندر اخلاص پیدا ہو جائے اور اس اخلاص کی وجہ سے اللہ کا جلد سے جلد قرب حاصل کر لے، اللہ تک جلد سے جلد پہنچ جائے۔ اس لئے جن لوگوں کی نیت جتنی زیادہ اچھی ہوتی ہے وہ ایک مجلس میں آتے ہی نیت کر لیتے ہیں کہ بھئی آج سے میں نے داڑھی رکھنی ہے، آج سے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا ہے جیسا بیج اور گٹھلی ہوگی ویسے ہی ثمرات مرتب ہوں گے جتنا طاقتور بیج ہوگا اتنا طاقتور درخت ہوگا ایسے ہی جتنا زیادہ نیت میں اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ہمارے اندر وہ کیفیات بھی منتقل ہوں گی، آم کی گٹھلی ہوگی تو آم کا پھل آئے گا سیب اور کھجور نہیں آئے گا، کھجور کا بیج لگائیں گے تو کھجور ہی کا پھل آئے گا آم کا پھل نہیں آئے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی گٹھلی لگائیں گے وہی پھل اس میں آئے گا اور اگر آپ نے نیت کر لی کہ ہم جو خانقاہ میں جاتے ہیں، ہم جو مدرسوں کے اندر تعلیم حاصل کر رہے ہیں، علمِ دین حاصل کرنے کے لئے جا رہے ہیں، ابھی سال کی ابتداء ہے ابھی سے ہم نیت کر لیں کہ ہمارے پڑھنے پڑھانے کا مقصد کیا ہے؟ پڑھنے پڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ان باتوں کا علم ہو جائے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں تا کہ ہم اس پر عمل کر کے اللہ کو راضی کریں اور ان چیزوں کا

بھی علم ہو جائے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تاکہ ان سے بچ کر ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، ایسے ہی خانقاہوں میں آنے والے لوگ نیت کو درست کرلیں، ہمارا مقصد یہاں دنیا کمانا نہیں ہے، تاجروں سے دوستی کرنا نہیں ہے، لوگوں سے چندہ وصول کرنا نہیں ہے ہم یہاں صرف اللہ سے دوستی، اللہ کی رضا، اللہ کی محبت اور اخلاص حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں اور انشاءاللہ اسی پر لگے رہیں گے۔

جیسے ایٹمی شعاعیں جب قریب سے گذرتی ہیں تو بیج طاقتور ہو جاتا ہے، وہ موسم کی تمام بیماریوں کو برداشت کرلیتا ہے اس سے پودے مرجھاتے نہیں ہیں ایسے ہی اللہ والوں کے قلوب سے روحانی شعاعیں جب گذرتی رہتی ہیں تو وہ بھی معاشرے کی تمام چیزوں کو برداشت کرتا ہے معاشرے سے متاثر نہیں ہوتا، معاشرہ اس پر اثر انداز نہیں ہوتا تو اس کا بھی درخت بہت جلد سرسبز وشاداب اور سنت کے مطابق ہو جاتا ہے۔

میرے بزرگو دوستو! آپ حضرات جب یہاں آتے ہیں تو گھر سے چلتے ہی اپنی نیت کو درست کرلیں، وضو کر کے گھر سے چلیں کیونکہ وضو مؤمن کا ہتھیار ہے اگر گھر سے وضو کر کے نہیں چلے تو یہاں آکر وضو کرلیں اور وضو کرنے کے بعد دو رکعات صلوۃ توبہ پڑھ لیں کہ یا اللہ! میں آیا تو ہوں لیکن معلوم نہیں میرے اندر اخلاص بھی ہے یا نہیں اور دل کے اندر جو گناہوں کا زنگ لگا ہوا ہے یا اللہ توبہ کی برکت سے میرے دل کو مجلی اور مصفی

کر دے، جتنا آئینہ صاف ہوتا ہے اتنی ہی شکل صاف نظر آتی ہے، آئینے کے اوپر گرد وغبار مٹی آجاتی ہے تو شکل بھی صاف نظر نہیں آتی لیکن کپڑا گیلا کر کے جب اسے صاف کر لیتے ہیں تو پھر شکل چمکتی ہوئی نظر آتی ہے، اپنے چہرے کا تمام عیب اور چیزیں اس کے اندر نظر آنے لگتی ہیں تو ایسے ہی جب انسان اخلاص کے ساتھ نیت کرتا ہے تو اپنے اندر جو عیوب ہیں وہ اس کو نظر آجاتے ہیں اور اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے جب وہ توبہ نہیں کرتا اپنے دل کے آئینے کو صاف نہیں کرتا تو دوسروں کے اندر عیب نکالتا ہے اپنے دل کے آئینے کو صاف نہیں کرتا تو دوسروں کے اندر عیب نکالتا ہے اپنا عیب اس کو نظر نہیں آتا اس لئے جتنے حضرات یہاں آتے ہیں اس بات کا اہتمام کریں کہ آنے کے بعد وضو کر کے دو رکعات پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے مانگیں کہ یا اللہ میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں جتنا کام میرے بس میں تھا وہ میں نے کر لیا کہ گھر چھوڑ دیا بچوں کو چھوڑا اس نیک ماحول میں آگیا یا اللہ یہاں کتنے اللہ والے موجود ہیں۔

ہر شخص دوسرے کو اللہ والا سمجھے اپنے آپ کو نہ سمجھے اور مقرر بھی یہ سمجھے اور اس کے دل میں بھی بڑائی کبھی نہ آئے ہمارے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مقرر کرسی پر بیٹھتا ہے اور سامعین نیچے بیٹھ کر تقریر سنتے ہیں مقرر کے دل میں کبھی بڑائی پیدا نہ ہو میں بلندی پر بیٹھا ہوں کوئی خاص بات ہے کوئی علم کی روشنی ہے جس کی وجہ سے میں اوپر بیٹھا

ہوں نہیں، بلکہ یہ تصور کرے، شیطان کو یہ جواب دے کہ ترازو کا وہ پلڑا جس کے اندر کوئی قیمتی چیز ہوتی ہے ترازو کا جو پلڑا بھاری ہوتا ہے وہ زمین سے لگا رہتا ہے اور جو حصہ خالی ہوتا ہے وہ فضا کے اندر بلند رہتا ہے تاکہ سامعین کی عظمت بھی بحال رہے آج کل لوگ کہتے ہیں کہ سامعین کی عظمت کیسے بحال ہوگی؟ ہمارے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تبلیغ ضروری ہے لیکن تحقیر حرام ہے، کسی مؤمن کسی مسلمان بھائی کی حقارت دل میں نہیں آنی چاہئے۔ ایک عالم نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے ہماری داڑھی بھی ہے ہم نماز بھی پڑھتے ہیں اور ہم روزے بھی رکھتے ہیں زکوۃ بھی دیتے ہیں حج بھی کرتے ہیں تمام اعمال ہم کرتے ہیں اور ایک شخص دین سے دور ہے تو حقارت تو دل میں آہی جاتی ہے حضرت نے فرمایا کہ اچھا مولوی صاحب! یہ بتائیے آپ کا گھر اپنا ہے یا کرائے پر رہتے ہیں؟ کہا کہ نہیں حضرت اپنا گھر ہے۔ پوچھا کتنے کمرے ہیں؟ کہا چار کمرے ہیں پوچھا بجلی ہے گھر میں؟ کہا کہ ہاں الحمدللہ بجلی ہے، پوچھا کبھی کسی کمرے کا فیوز اڑ جاتا ہے لائٹ چلی جاتی ہے؟ کہا کہ حضرت یہ تو بار بار ہوتا ہے، فرمایا کہ کیا اس کمرے کو حقیر سمجھتے ہو، گھٹیا سمجھتے ہو، کمتر سمجھتے ہو؟ کہا نہیں، حضرت نے کہا کیوں جب اندھیرا ہوگیا تو اس کو گھٹیا کیوں نہیں سمجھتے ہو، کہا کہ حضرت چھوٹا سا پیتل یا تانبے کا تار فیوز میں لگاتے ہیں بجلی پھر آجاتی ہے اس لئے اس کو حقیر نہیں سمجھتے، تب حضرت نے فرمایا کہ ہر

مؤمن کے دل میں ایمان کا جنریٹر چل رہا ہے اس لئے اس کو حقیر نہ سمجھو اس لئے کہ ایک سکینڈ میں نیت کرنے کی دیر ہے اگر وہ نیت کر لیتا ہے ایک سکینڈ کے اندر کہ آج سے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلوں گا ایک ایک سنت پر عمل کروں گا ایک ایک سنت پر مر مٹنے کی کوشش کروں گا تو ایک سکینڈ میں فرش سے عرش تک پہنچ گیا صرف اس نے نیت کی داڑھی رکھنے کی ابھی نکلی نہیں ہے داڑھی نکلنی شروع ہوئی ہے اگر اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو جب قبر سے اٹھے گا تو ایک مشت داڑھی لے کر اٹھے گا جیسے حاجی حج کے لئے گھر سے نکل گیا اس نے تو اپنا کام کر لیا لیکن راستے میں انتقال ہو گیا ابھی پہنچا نہیں مگر قیامت کے دن انشاء اللہ حجاج کے ساتھ اٹھے گا۔

شفاء دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے

ہردوئی میں ایک وکیل تھے ان کی عمر کوئی اسی سال کے قریب تھی وکیل صاحب کہنے لگے کہ میں نے آج تک کوئی دوا نہیں کھائی ہے میں دوا کھاتا ہی نہیں، پوچھا کہ کیا بیماری نہیں آتی؟ کہا کہ نہیں بیمار تو ہوتا ہوں کہا میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں ڈاکٹر کو نبض بھی دکھاتا ہوں نسخہ بھی لکھواتا ہوں اور اس کو فیس بھی دیتا ہوں پھر جاتا ہوں میڈیکل اسٹور، اس سے پوچھتا ہوں، اس دوا کی قیمت کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ایک ہزار روپے کی دوا ہے، ایک ہزار روپے نکال کر میں ایک لفافے میں رکھ لیتا ہوں اور وہ غریب طلبہ

پر صدقہ کر دیتا ہوں وہ ڈاکٹر دس دن کا وقت دیتا ہے تو دس دن کے بعد پھر ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں اور ڈاکٹر نبض دیکھتا ہے کہتا ہے کہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ دیکھا آپ نے دوا کھائی کتنی اچھی صحت ہوگئی پھر وہ نسخہ لکھ دیتا ہے رد وبدل کے ساتھ پھر یہ لے کے جاتے ہیں جب ڈاکٹر کو بہت زمانے کے بعد پتہ چلا کہ یہ میرے پاس آتے ہیں نبض بھی دکھاتے ہیں نسخہ بھی لکھواتے ہیں اور فیس بھی ادا کرتے ہیں اور دوا نہیں کھاتے تو ان سے پوچھا کہ آپ میرے پاس کس لئے آتے ہیں کہا کہ اس لئے کہ آپ نے دکان کھولی ہوئی ہے آپ نے بھی زندہ رہنا ہے کہا کہ میڈیکل اسٹور کس لئے جاتے ہیں کہا کہ تا کہ اس کی قیمت پتہ چل جائے کہ کتنے پیسے اس دوا کے بنے ہیں تا کہ اسے میں اللہ کے راستے میں غریب کو صدقہ کردوں پھر پوچھا کہ دوا کیوں نہیں کھاتے؟ کہا کہ اس لئے کہ مجھے زندہ رہنا ہے اسلئے دوا نہیں کھاتا اور وہ اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے خود بخود شفاء عطا فرما دیتے ہیں، شفا اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں، آج ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس دوا میں شفا رکھی ہے، یہی دوا شفاء دے رہی ہے، نہیں وہی دوا جب اللہ کا حکم نہیں ہوتا تو نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے۔

اس کی مثال بالکل یوں سمجھ لیں جیسے آپ روڈ پر جا رہے ہیں گاڑی فل اسپیڈ سے چلاتے ہوئے اچانک گرین لائٹ جلی تو آپ کراس کر گئے اور لال بتی جلی تو آپ رک گئے اور آپ ہی نہیں بلکہ ہزاروں گاڑیاں رک

گئیں اب کوئی بے وقوف یہ کہے کہ لال بتی میں کتنی طاقت ہے اتنی گاڑیوں کو روک دیا۔ ایک سردار جی نے جب دیکھا تو سمجھا کہ اس لال بتی میں کوئی خاصیت ہے فوراً ایک دکان پر گیا اور وہاں جا کر کہنے لگا ایک چڈی چاہئے لال رنگ کی، دکان دار نے پوچھا کہ لال رنگ میں کیا خاص بات ہے؟ کہا کہ چھوڑو یہ خاص بات ہر ایک کی سمجھ نہیں آتی اتنی عقل ہر ایک کے پاس نہیں ہوتی کہا بھئی سردار جی بتاؤ تو سہی وجہ کیا ہے کہا کہ یہ لال بتی جلتی ہے ساری کی ساری ٹریفک رک جاتی ہے میرے بچے کو موشن لگے ہوئے ہیں تو لال چڈی پہناؤں گا تو بند ہو جائیں گے جب لال بتی سے تمام ٹریفک رک جاتا ہے تو اس کا دست نہیں رکے گا؟ وہ یہ سمجھا کہ شاید اس بتی میں خاص بات ہے یہ تو حکومت کا ایک قانون ہے کہ لال بتی خطرے کا نشان ہے جس کی وجہ سے ٹریفک رک جاتا ہے اور ہری بتی جو ہے وہ خطرہ ختم ہونے کی علامت ہے ٹریفک پھر چل پڑتا ہے ایسے ہی دوا کا معاملہ ہے۔

ہر پریشانی میں پہلے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنی چاہیے

دو رکعات پڑھ کر اللہ سے مانگنا سیکھو۔ اللہ سے مانگنا آ جائے تو پھر مخلوق سے مانگنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔ ہم نے اللہ سے مانگنا چھوڑ دیا تو مخلوق سے مانگنا پڑتا ہے۔ بچپن ہی سے حضرت والد صاحب دامت برکاتہم کو دیکھا کہ جب کبھی بیمار ہوئے تو کبھی پہلے ڈاکٹر کے پاس نہیں گئے، فوراً وضو کرتے اور مسجد میں آ کر دو رکعات پڑھ کے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے پھر

اس کے بعد کسی ڈاکٹر کے پاس جاتے تھے۔ڈاکٹر کے دماغ میں صحیح دوا تو اللہ ہی ڈالے گا تو کیوں نہ اللہ تعالیٰ سے پہلے رابطہ کیا جائے۔لہٰذا پہلے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کرو تاکہ ڈاکٹر کی ڈاک اور ٹر میں جو فاصلے ہوتے ہیں وہ ختم ہو جائیں، ڈاکٹر کے دماغ میں صحیح دوا آجائے تو جلدی شفاء ہو جائے گی۔ دوا میں شفاء تو نہیں ہے شفاء تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو شفاء ہوتی ہے۔ہم لوگوں کا ایسا یقین بن چکا ہے کہ سر میں درد ہے تو کہتے ہیں کسی دوا سے فائدہ نہیں ہو رہا ہے میں ان سے کہتا ہوں دوا میں شفاء تھوڑی ہے، شفاء تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو دوا فائدہ دیتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا تو وہی دوا نقصان بھی دیتی ہے۔اس لئے پہلے دو رکعات پڑھ کے اللہ سے فریاد کرو، پھر ڈاکٹر کے پاس جاؤ تو دیکھو گے کہ انشاءاللہ تعالیٰ ایک ہی خوراک سے شفاء ہو جائے گی۔اس لئے علاج کرانا سنت ہے، نہ واجب ہے اور نہ فرض ہے۔دیکھو! گھر میں کوئی بچہ بیمار ہو تو آج جس کو دیکھو فوراً ڈاکٹر کے پاس دوڑ لگاتا ہے یہ نہیں کرتا کہ پہلے جا کر وضو کرے اور دو رکعات پڑھ کر اللہ سے دعا مانگے کہ یا اللہ! بیماری بھی آپ نے عطا فرمائی شفاء بھی آپ کے اختیار میں ہے میں ڈاکٹر کے پاس تو جا رہا ہوں صحیح دوا اس کے دماغ میں آپ ڈال دیجئے جب دو رکعات پڑھ کے اللہ سے مانگ کر جاؤ گے تو انشاءاللہ ڈاکٹر کے دماغ میں اللہ تعالیٰ صحیح دوا ڈال دیں گے اور اس کی ڈاک اور ٹر میں جو فاصلے ہوں گے وہ ختم فرما دیں

گے۔ صحیح دوا اس کے دماغ میں آئے گی جس کو کھاتے ہی انشاء اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا فرمادیں گے۔

حبشہ کے بادشاہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرامؓ کے علاج اور معالجے کے لئے ایک طبیب بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بھجوادیا اور فرمایا کہ میرے صحابہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے معدے کے تین حصے کر کے کھاتے ہیں اس لئے بیماری ان کے قریب بھی نہیں آتی۔ (1)

حیاۃ الصحابۃ کوئی پوری پڑھ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ آج کل جو بیماری کا حال ہے اس زمانے میں صحابہ اس طرح بیمار نہیں ہوتے تھے۔ اس زمانے میں کسی کا انتقال ہوتا تھا تو فاقے سے ہوتا تھا اور آج کل کوئی مرتا ہے تو کھا کھا کے مرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

دوا اللہ کے حکم سے شفاء دیتی ہے

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت کے گھٹنوں میں تکلیف تھی اور اس زمانے میں ایک سیٹھ صاحب باباجی یہاں کراچی میں بہت مشہور تھے ان کی پتہ نہیں کتنی ملیں تھی، ان کو بھی گھٹنوں میں تکلیف تھی، مفتی صاحب سے بہت زیادہ دوستی تھی وہ کہنے لگے کہ حضرت میں لندن جارہا ہوں علاج کروانے کے لئے گھٹنوں میں درد ہے، کہا کہ اچھا جاؤ وہ گئے وہاں اس زمانے میں آج سے تیس سال پہلے پانچ لاکھ روپیہ خرچ

---

(1) تقدم تخریجه في صـ ۳۵

کر کے آئے اور حضرت نانک واڑے میں ایک حکیم تھا وہاں کسی کو بھیج کر کچھ پڑیا منگوائی اور اسے کھایا تو حضرت کو شفا ہوگئی اور وہ سیٹھ صاحب علاج کروا کے جب آئے تو اس زمانے میں قیام مفتی صاحب کا لسبیلہ میں تھا تو مفتی صاحب دوسری منزل پر قیام پذیر تھے تو کسی نے اطلاع کی کہ آپ کا ایک دوست آپ سے ملنا چاہتا ہے، کہا کہ اوپر آجاؤ تو کہا کہ میں سیڑھی نہیں چڑھ سکتا کہا کہ تم لندن سے علاج کروا کے آئے ہو ابھی تک درد نہیں گیا، کہا نہیں درد بہت بڑھ گیا ہے جوں جوں علاج کیا مرض بڑھتا گیا تو مفتی صاحب خود تشریف لائے اور کہا کہ میری تو بارہ آنے کی دوا سے الحمدللہ مرض چلا گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر ایک طالب علم کو بھیج دیا کہ جاؤ ان سے کہو تو حکیم صاحب خود آئے انہوں نے دیکھا اور تشخیص کیا اور دوا دی اور الحمدللہ بارہ آنے کی دوا سے مرض ختم ہوگیا اور ان کا پانچ لاکھ روپے کے علاج سے بھی درد وہیں کا وہیں رہا تو جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوتا دوا شفاء نہیں دیتی جب اللہ کا حکم ہو جاتا ہے تو وہی دوا شفاء دے دیتی ہے۔

مسواک کے فوائد

یہاں سفینہ حجاج ایک بحری جہاز تھا آپ کو یاد ہوگا کہ جب وہ جدہ پہنچتا تھا تو تمام لوگ دیکھنے کے لئے آتے تھے اس لئے کہ چودہ منزلہ اتنا بڑا جہاز کہ جس میں دس ہزار حاجی جاتے تھے فرسٹ کلاس والے ایک ایک کمرہ لے کر رہتے تھے اس کے کیپٹن سہیل سلطان تھے ان کے دانتوں میں تکلیف

ہوئی اور وہ جناب اسلامک کمپنی کے چیف تھے وہ دنیا کے نجانے کتنے ملکوں میں گئے علاج کروایا لیکن ڈاڑھ کا درد جاتا ہی نہیں تھا ہمارے یہاں علامہ شبلی کے بھتیجے علامہ انور نعمانی صاحب یہ یہیں رہتے تھے حضرت والا کے کمرے میں، یہیں زندگی گذاری، انہوں نے کہا کہ پیلو کی مسواک استعمال کرو کسی دوا کی ضرورت نہیں چنانچہ انہوں نے پیلو کی مسواک تازہ لی اور اس کا استعمال شروع کیا تین دن کے بعد درد ختم ہوگیا اب سارے ڈاکٹر حیران کہ چار مہینے سے علاج ہورہا ہے دنیا کے اتنے ملکوں کا سفر کیا پیلو کی مسواک تیز تب ہوتی ہے جب تازہ تازہ ہو اور اس میں کڑواہٹ بہت ہوتی ہے سارے جراثیم ختم ہوجاتے ہیں۔

فرانس کے پاگل خانے میں جتنے بھی پاگل آتے ہیں ان سب کو پیلو کی مسواک کرائی جاتی ہے۔ سنا ہے کہ چھ مہینے کے اندر وہ پاگل بالکل ٹھیک ہوجاتا ہے۔ پیلو کی مسواک میں جو تیزی ہوتی ہے اس تیزی کی وجہ سے دماغ کا فاسد مادہ جس کی وجہ سے پاگل پنے کا دورہ پڑتا ہے وہ منہ کے راستے سے نکلتا رہتا ہے اور چھ مہینے میں وہ پاگل بالکل ٹھیک ہوکر واپس چلا جاتا ہے۔ ہم اگر پیلو کی مسواک خرید لیتے ہیں تو کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ مسواک بڑھاپے تک چلتی رہے ایک ہفتے کے بعد اس کا اگلا حصہ کاٹ دینا چاہئے، اس میں جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں پھر دوسرے حصے کو دانت سے چبا کر اس سے مسواک کرنی چاہئے۔

تو آج لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر مسواک نہیں کرتے لیکن جب انگریز بتادے کہ اس میں بہت فوائد ہیں تو لوگ بہت جلد اس کا استعمال شروع کردیتے ہیں لیکن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کا حکم فرمایا ہے اس کا خیال نہیں آتا مگر جب انگریز کہہ دے تو کہتے ہیں کہ ہاں اس میں ضرور کوئی خوبی ہے تو پھر یاد آتا ہے کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرمادیا تھا مسواک کے فضائل میں۔ اس لئے برش آپ کرتے ہیں کریں لین سنت ادا کرنے کے لئے مسواک بھی ضرور کیا کریں، تازہ مسواک تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ ہمارے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً بیاسی تراسی سال کی عمر میں بھی ماشاء اللہ دانت بالکل صحیح سالم تھے اس لئے کہ حضرت ہمیشہ مسواک کا استعمال کرتے تھے تو جو لوگ بھی مسواک کا اہتمام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دانتوں کو مضبوط فرمادیتے ہیں لیکن آج کل تو بس ٹوتھ پیسٹ پر مسلمانوں کا اربوں روپیہ یورپ چلا جاتا ہے، سب سے زیادہ فروخت ہونے والی چیزوں میں یہ بھی ہے۔

ہندوستان میں ایک پنڈت نے اس پر ایک تحقیق شروع کی، اس زمانے میں دو آنے کی مسواک نہیں استعمال کرتے چالیس پچاس روپے کا ٹوتھ پیسٹ لاکر اربوں روپے کا زرمبادلہ تم لوگ اپنے ملک کا باہر بھیج دیتے ہو، اس پر ہندوؤں نے عمل شروع کیا تو وہاں ٹوتھ پیسٹ کی خرید وفروخت

برائے نام رہ گئی۔ ٹوتھ پیسٹ کوئی بیماری ہو اور ڈاکٹر لکھ دے تو اور بات ہے لیکن مسواک کی سنت کیوں چھوڑتے ہو؟ مسواک کی فضیلت اپنی جگہ ہے، وہ فضیلت اس برش سے حاصل نہیں ہوگی اور برش بھی آپ کو معلوم ہے کس چیز کا ہوتا ہے اس کا بھی خاص خیال رکھیں آج کل جتنے بڑے لوگ ہیں وہ اعلیٰ قسم کا برش استعمال کرتے ہیں جو سور کے بال کا بنا ہوا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ صاحب وہ بہت سخت ہوتا ہے اور وہ دانتوں کے بیچ کی سب چیزیں نکال دیتا ہے اس لئے پہلے ہی دیکھ لیا کرو کہ وہ نائلون کا ہے یا نہیں، اس کے جو ریشے ہیں وہ پلاسٹک کے ہیں یا نہیں، جتنے قیمتی برش ہیں مہنگے والے وہ سب سور کے بال سے بنتے ہیں بتایئے سور کے بال سے جب آدمی دانت صاف کرے گا اس کی نماز کیسے قبول ہوگی؟ ایک نجس چیز منہ کے اندر رگڑ رہا ہے اس کے اثرات منتقل ہوں گے یا نہیں؟ جب نیک اعمال کا اثر آتا ہے تو ایسی گندی چیزوں کا بھی اثر آتا ہے۔

اس لئے میرے بزرگو دوستو! میں نے جو حدیث پڑھی امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی ابتداء اسی حدیث سے کی ہے إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ [1] کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اس لئے آپ حضرات بھی نیت کو ابھی سے درست کرلیں اور وہ طلبہ کرام جو مدرسوں میں ہیں، اس سال دورۂ حدیث میں یا کسی بھی درجے میں داخل ہوئے ہیں ابھی سے اپنی

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ٢٠٥

نیت کو درست کرلیں ، جتنی زیادہ ان کی نیت درست ہوگی اتنا ہی زیادہ ثمرات ان پر مرتب ہوں گے اور جلد سے جلد اللہ تعالیٰ کی رضا ان کو نصیب ہوگی گناہوں کا چھوڑنا ان کے لئے آسان ہوجائے گا، تقویٰ اختیار کرنا متقی بننا ان کے لئے آسان ہوجائے گا کیونکہ جب اللہ کی رضا کی نیت کرلی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ ویسے ہی ثمرات بھی اس پر مرتب فرمائیں گے۔

غصہ کے مفاسد اور اس کا علاج

﴿إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ﴾ [1]

تحقیق غصہ ایمان کو فاسد کردیتا ہے اور کس طرح فاسد کرتا ہے؟ جس طرح ایک ٹن شہد میں اگر ایک تولہ ایلوا ڈال دو تو سارا کا سارا شہد کڑوا ہوجاتا ہے آج دنیا میں ہر طرف جیلوں کے اندر جاکر دیکھئے تو ساری جیلیں بھری ہوئی ہیں غصے کی وجہ سے کسی نے کہا اُلو دوسرے نے کہا الو کا پٹھہ اتنے میں پتہ چلا کہ فائر ہوگیا گولی چل گئی قتل ہوگیا آج یہ مرض بڑھتا ہی چلا جارہا ہے، خانقاہوں میں لوگ آتے ہیں لیکن اپنے غصے کا علاج نہیں کرواتے۔

---

[1] أخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٩٤١) قال: حدثنا أبو سعد عبد الملك بن محمد الواعظ، وأبو حازم الحافظ، قالا: نا أبو عمرو إسماعيل بن نجيد السلمي، نا أبو عبد الله محمد بن الحسن بن الخليل، نا هشام بن عمار الدمشقي، نا مخيس بن تميم، عن بهز بن حكيم، عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الغضب ليفسد الإيمان كما يفسد الصبر العسل۔

جب کسی کو غصہ آتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو اللہ کے لئے غصہ کر رہا ہوں۔ میں نے اس کو گالی دی، اس کو مارا سب اللہ کی رضا کے لئے کیا۔ شیطان اسے راہِ راست سے بہکاتا رہتا ہے لیکن جب کوئی کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا ہے اور اس سے علاج کرواتا ہے تو پھر وہ بتاتے ہیں کہ یہ غصہ کس کے لئے آیا تھا اپنے نفس کے لئے آیا تھا یا اللہ کے لئے آیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک کافر کو گرا کر اس کی پٹائی کر رہے تھے اس نے تھوک دیا تو فوراً اٹھ گئے اور فرمایا کہ اب تک تو میں اللہ کے لئے مار رہا تھا جب اس نے تھوک دیا تو اب مجھے اپنی ذات کے لئے غصہ آ گیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا معاف کر دیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تشریف لے جا رہے ہیں تمام مرید کا قافلہ ساتھ ہے ایک عورت نے اپنے کوٹھے کے اوپر سے راکھ ان کے سر پر پھینک دی، مریدین غصے میں پاگل ہو گئے عرض کیا کہ حضرت اجازت دیجئے اس کمینی، اس کتیا کی چٹیا پکڑ کر اسے دیوار کے ساتھ چپکا دیں فرمایا الحمدللہ! پھر فرمایا کہ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو ایسے ہی رہنا ہوگا۔ مریدین نے کہا کہ الحمدللہ کہنے کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو ایک مصیبت آئی ہے کہ آپ جیسے بزرگ کے سر پر راکھ پھینکی جا رہی ہے اور آپ فرما رہے ہیں الحمدللہ تو فرمایا کہ جو سر آگ برسانے کے قابل تھا اس پر راکھ برسائی گئی ہے۔

ایک بزرگ تہجد کا وقت ہے خادمہ وضو کروا رہی ہے اور لوٹا ہاتھ سے چھوٹ گیا سارا پانی کپڑوں کے اوپر گر گیا اور بہت ہی سخت غصہ آیا۔ اس

نالائق نے کیا حرکت کی لیکن جب اس نے دیکھا کہ بہت غصے میں ہیں تو فوراً اس نے آیت پڑھی وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ اللہ کے نیک بندے غصے کو پی جاتے ہیں فوراً فرمایا کہ جا میں نے معاف کردیا آج کل گھر گھر میاں بیوی کی لڑائی ہو رہی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابلیس اپنا تخت روزانہ سمندر کے اوپر بچھاتا ہے [1] اور پورے کرۂ ارض سے شیاطین آکر اپنی اپنی کارگزاری سناتے ہیں اور وہ سنتا رہتا ہے سب کی سنتا ہے کوئی کہتا ہے کہ میں نے اس کی نماز قضا کرادی۔ وہ کہتا ہے کہ جا کم بخت تو نے کچھ نہیں کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے اس کے منہ سے گالی نکلوادی وہ کہتا ہے کہ تو نے بھی کچھ نہیں کیا۔ اتنے میں ایک شیطان آتا ہے کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں پر اتنا غصہ دلایا یہاں تک کہ طلاق تک نوبت آگئی، ابلیس کھڑا ہوجاتا ہے اس کو سینے سے لگاتا ہے، کہتا ہے آجا میرے فرزند ارجمند، تو ہے میرا لائق بیٹا، دوسرے پوچھتے ہیں اس نے کیا

---

[1] أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٧٢٨٣) في باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس......إلخ، قال: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، وإسحاق بن إبراهيم، قال إسحاق: أخبرنا وقال عثمان: حدثنا جرير، عن الأعمش، عن أبي سفيان، عن جابر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن عرش إبليس على البحر فيبعث سراياه فيفتنون الناس، فأعظمهم عنده أعظمهم فتنة۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (١٤٥٩٤، ١٤٨٥٦، ١٤٩٨١، ١٥١٥٩)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٢١٥٣)، والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٤١٢٧)، وفي مسند الشاميين برقم (١٠١٦، ٢٧٤٦)۔

کارنامہ انجام دیا؟ ابلیس کہتا ہے کہ کم بختو! تمہیں کیا پتہ اس نے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا اس نے ایسا درخت لگا دیا ہے کہ جس کی شاخیں دنیا کے کرۂ ارض تک پھیلی ہوئی ہیں چونکہ لڑکی کے رشتہ دار بھی دنیا کے مختلف کونے میں ہوں گے اور لڑکے کے رشتہ دار بھی ہوں گے لڑکی والے اپنی بات بتائیں گے اور اس کو برا بھلا کہیں گے اور لڑکے والے اپنی بات بتائیں گے اور ان کو برا بھلا کہیں گے۔

صحبت اہل اللہ کی تاثیر

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک بڑے میاں تھے حضرت کے پاس جب کوئی غصے کا مریض آتا تھا تو حضرت اس کے پاس بھیج دیتے تھے کہ روزانہ ایک گھنٹہ اس کے پاس بیٹھا کرو۔ اور وہ بڑے میاں اپنے کام میں مصروف رہتے تھے اور کچھ ہی دنوں بعد غصے کے مریض لکھتے تھے کہ حضرت! پتہ نہیں نہ انہوں نے کوئی تقریر کی نہ کچھ کہا میرا غصہ کا مرض جاتا رہا حضرت فرماتے کہ وہ ٹھنڈے مزاج کے ہیں ان کی صحبت کی وجہ سے تمہیں غصے کے مرض سے شفاء ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ حلیم بھی ہیں کریم بھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ حلیم نہ ہوتے تو انسان ایسے ایسے گناہ کرتا ہے کہ زمین اسی وقت پھٹ جاتی اور وہ زمین کے اندر دھنس جاتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت حلیم کی وجہ سے فوراً عذاب نازل نہیں کرتے کہ میرا بندہ ہے توبہ کرلے گا لیکن دو فرشتے ہر وقت مقرر ہیں اور وہ ہر
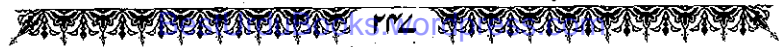
وقت لکھتے رہتے ہیں۔ ہم ان سے نہیں ڈرتے اگر کوئی ساتھی پاس ہو پھر گناہ نہیں کرتے، گناہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں لیکن جو فرشتے ہر وقت ساتھ ہیں کندھوں پر موجود ہیں ان کا خیال ہی نہیں آتا۔ اگر ان کا ہی استحضار رہے تو انسان کبھی گناہ نہ کرے۔

غیبت کے مفاسد اور اس کا علاج

حدیث شریف میں ہے کہ:

﴿اَلْغِیْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾ [1]

غیبت کا گناہ زنا سے زیادہ شدید ہے تو غیبت کا جب طوفان آئے گا تو ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی؟ ارے غیبت کرنے والا ایسا ہے جیسے اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے والا۔ اور غیبت کرنے والے کا چہرہ بے نور کردیا جاتا ہے ہر شخص اس کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لہٰذا جس مجلس میں کسی مسلمان کی غیبت ہونے لگے تو اس کو منع کردو اور اگر منع نہ کرسکو تو خود وہاں سے اٹھ جاؤ اور جس کو غیبت کرنے کی عادت پڑ چکی ہو تو اسے چاہئے کہ جس کی غیبت کرے اسے ندامت کے ساتھ سب بات بتادے اور پھر اس سے معافی مانگے انشاء اللہ اس عمل سے غیبت کی عادت چھوٹ جائے گی۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ نے جب مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا تو ساری دنیا کے علماء آپ کی خدمت میں وہاں

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ١٣٥

پہنچتے تھے تو ایک مرتبہ رات کو اٹھ کر حاجی صاحب نے سجدے میں جو سر رکھا تو ساری رات روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں کہ

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سر من پیدا مکن

اے اللہ! کل قیامت کے دن میدان محشر میں امداد اللہ کو لوگوں کے سامنے رسوا نہ فرمانا۔ أُولٰئِكَ آبَائِيْ یہ تھی ہمارے اکابر کی شان۔ آج ہر شخص اپنے اپنے عیوب کو جانتا ہے لیکن مانتا نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ جیسا تو مقدس دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا، ذرا ذرا سی بات پر میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے اور آج کل طلاق کو تو ایسا تماشا بنالیا ہے کہ جیسے کہ یہ کوئی کھلونا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے مبغوض ترین لفظ ہے۔

حضرت والد صاحب ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میری بیوی نے سالن میں نمک بہت تیز کر دیا تھا یہاں تک کہ زبان پر بھی نہیں رکھا جاسکتا تھا لیکن میں نے صبر کر کے کھا لیا کہ چلو اللہ کی بندی ہے میں نے اس کو معاف کر دیا وہ نیکی میرے کام آگئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے میری بندی کو معاف کیا، جا میں تیرے سارے گناہ معاف کرتا ہوں، یہ عمل اس کی نجات کا ذریعہ ہو گیا۔

صبر کا انعام

حضرت ابوالحسن خراسانی کی بیوی بہت کڑوی مزاج کی تھیں، لیکن ان کی باتوں پر صبر کرنے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اتنا اونچا مقام عطا فرمایا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اب جناب ان کے مریدین تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ اب ایک دن ایک صاحب دور دراز کا سفر کرکے ان کے گھر پر آئے اور پوچھا کہ حضرت کے ملاقات کے اوقات کیا ہیں تو اندر سے آواز آئی کون حضرت؟ وہ دن رات میرے ساتھ رہتے ہیں، مجھے پتا ہے کہ وہ کیسے بزرگ ہیں، جب انہوں نے زیادہ اول فول کہا تو خان صاحب کو غصہ آ گیا کہ حضرت کی شان میں گستاخی کرتی ہیں، پھر خیال آیا کہ حضرت کی بیوی ہیں، اتنا غصہ نہیں کرنا چاہیئے، خیر غصے سے واپس ہوا تو دیکھا کہ حضرت ادھر سے آرہے ہیں شیر پر سوار ہیں، شیر کے اوپر بیٹھ کر آ رہے ہیں اور ہاتھ میں کوڑا نہیں ہے سانپ ہے، کوڑے کی جگہ سانپ ہاتھ میں پکڑا ہوا کہ شیر جب کوئی حرکت کرے تو اس کی پٹائی سانپ سے کریں۔ آپ نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا کہ دیکھو میں نے اس کی کڑوی کسیلی سنی تو یہ شیر میرے تابع ہوگیا اور یہ سانپ بھی میرا فرمانبردار ہوگیا کہ اس کا میں نے کوڑا بنا لیا اور شیر جو ایک درندہ ہے چیرنے پھاڑنے کی خصلت ہے لیکن بیوی کی کڑوی کسیلی سننے کے بعد وہ بھی فرماں بردار بن گیا۔

اب ہر انسان یہ سوچے کہ اگر میری بیٹی ایسا کہتی تو میں اپنے داماد سے کیا چاہتا، یہ سوچ لے تو دماغ صحیح ہو جائے گا اگر داماد نباہ کر لیتا تو میں ہر وقت سجدے میں اس کے لئے دعا کرتا کہ اللہ جزائے خیر دے تجھے تو نے اس جیسی نالائق سے نباہ کر لیا لیکن آج کل فوراً یہ کہتے ہیں کہ جا میں نے تجھے فارغ کر دیا تجھے اکیس طلاقیں ہیں اس کے بعد پھر جاتے ہیں مفتیوں کے پاس کہ حضرت ذرا مسئلہ پوچھنا ہے، میں نے طلاق دے دی ہے، مفتی صاحب پوچھتے ہیں کہ کتنی دفعہ دی ہیں، کہتے ہیں کہ زیادہ نہیں صرف اکیس مرتبہ دی ہے تو کہا کہ طلاق تو ہو گئی تو کہا کہ نہیں نہیں میں نے تو غصہ میں دی تھی تو کہا کہ کم بخت کوئی پیار سے بھی طلاق دیتا ہے؟ کہتے ہیں کہ صاحب میں نے تو غصے میں دی تھی غصے میں تو ہر شخص ہی پاگل ہوتا ہے حالانکہ غصہ میں کوئی پاگل نہیں ہوتا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں غصہ سے پاگل ہو جاتا ہوں حالانکہ غصہ پاگل نہیں ہوتا اس لئے کہ غصہ ہمیشہ کمزوروں پہ آتا ہے آج تک کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ کسی کو محمد علی کلے پر غصہ آ گیا اور اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی یا بھولو پہلوان پر غصہ آیا اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی سب کو پتا ہے کہ ایک ہی ہاتھ گھمائے گا تو میں کہاں جا کے گروں گا۔ ایک صاحب تھے ان کا نام رئیس پہلوان تھا، ان سے ایک صاحب ملنے کے لئے آئے اور جب ان سے
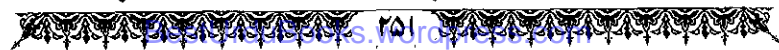
معانقہ کیا تو پہلوان نے پیٹ اپنا اندر کرلیا اور معانقہ کے بعد جب یکدم اس نے اپنا پیٹ چھوڑا تو وہ صاحب آٹھ فٹ دور جا کر گرے اس نے کہا کہ یہ پیٹ ہے یا لالوکھیت ہے۔

شوہر کے سامنے زبان درازی سے سخت اجتناب کرنا چاہئے

ایک عورت بہت زیادہ زبان کی کڑوی تھی ہر وقت کڑوی کسیلی سناتی تھی، ایک بزرگ کے پاس گئی کہ حضرت! تعویذ دے دیجئے اس لئے کہ شوہر میری پٹائی کرتا ہے، انہوں نے ایک بوتل پانی منگوایا اور دم کرکے دے دیا اور فرمایا کہ جب شوہر گھر میں داخل ہوا کرے تو تم اس کا ایک گھونٹ منہ میں رکھ لیا کرو۔ اب جناب شوہر کے غصے میں آتے ہی دوڑ کر جا کے پانی دم کیا ہوا منہ میں رکھ لیا، اب شوہر نے دیکھا کہ یہ تو بہت خاموش ہے کچھ نہیں کہہ رہی، چار پانچ دن گذرے تو بہت حیران ہوا اور اس نے کہا بھئی یہ تو بہت شریف ہوگئی۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنا علاج کرالیا فلاں بزرگ سے اور جا کر اس بزرگ سے کہا کہ حضرت! آپ نے جو پانی دم کرکے دیا تھا اتنا مفید ثابت ہوا کہ اس کے بعد ایک ڈنڈا بھی نہیں لگا بلکہ مرنڈا پینے کو ملتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب زبان بند رہے گی تو وہ اول فول نہیں بکے گی جب اول فول نہیں بکے گی تو وہ بھی خاموش رہے گا اور ڈنڈا نہیں اٹھائے گا، لہٰذا شوہر کے سامنے زبان درازی سے سخت اجتناب کرنا چاہئے۔

حضرت عائشہ رضي الله عنہا بھی آپ سے روٹھ جاتی تھیں اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے پتا چل جاتا ہے جب تو وَرَبِّ إِبْرَاهِيْمَ کی قسم کھاتی تھی تو میں سمجھ جاتا تھا کہ آج مجھ سے روٹھی ہوئی ہے اور جب وَرَبِّ مُحَمَّدٍ کہتی تھی میں سمجھ جاتا تھا کہ عائشہ مجھ سے خوش ہے۔ [1]

عورتوں کو روٹھنے کا حق اللہ نے دیا ہے لیکن آج کل بس ذرا سی کوئی بات ہوئی شیطان نے فوراً وساوس پیدا کیے اور دوری ہوتی چلی گئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے شکایت کی کہ اے ابوبکر! میں نے عثمان غنی کو سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، حضرت ابوبکر

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٥٢٢٨) في باب غيرة النساء ووجدهن، قال: حدثنا عبيد بن إسماعيل، حدثنا أبو أسامة، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: إني لأعلم إذا كنت عني راضية، وإذا كنت علي غضبىٰ، قالت: فقلت: من أين تعرف ذلك؟ فقال: أما إذا كنت عني راضية فإنك تقولين: لا ورب محمد، وإذا كنت غضبىٰ قلت: لا ورب إبراهيم، قالت: قلت: أجل والله يا رسول الله ما أهجر إلا اسمك۔

وأخرجه أيضاً برقم (٦٠٧٨) في باب ما يجوز من الهجران لمن عصى، ومسلم في صحيحه برقم (٦٤٣٨) في باب في فضل عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، وأحمد في مسنده برقم (٢٤٣٥٣، ٢٥٨٢٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٤٣٣١، ٧١١٢)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٩١١١)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٤٨٩٣-٤٨٩٤)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٢٠٣٠٩)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (٤٠٣)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٨٦٤٧-١٨٦٥١)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (١٢٣٣، ١٢٨٣)۔

صدیقؓ نے فرمایا کہ اے عثمان! تم نے جواب کیوں نہیں دیا انہوں نے عرض کیا اے ابوبکر! عمر نے مجھے سلام کب کیا ہے؟ اگر مجھے سلام کرتے تو میں اس کا جواب ضرور دیتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ شیطان نے وسوسہ ڈال دیا ہے [1] بعض وقت آواز ایسی آئی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے مجھے کچھ کہا ہے کئی لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے کچھ کہا مجھ سے؟ میں نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہا آپ جو گفتگو کر رہے ہیں وہ سن رہا ہوں پھر پوچھا کہ آپ نے کچھ کہا میں نے کہا کہ نہیں۔

---

[1] أخرجه أبو يعلى في مسنده برقم (١٣٣) قال: حدثنا يحيى بن أيوب، حدثنا إسماعيل بن جعفر، أخبرني عمرو يعني ابن أبي عمرو، عن أبي الحويرث، عن محمد بن جبير: أن عمر بن الخطاب مر على عثمان، وهو جالس في المسجد، فسلم عليه فلم يرد عليه فدخل على أبي بكر فاشتكى ذلك إليه، فقال: مررت على عثمان فسلمت عليه وسلم يرد علي، قال: فأين هو؟ قال: هو في المسجد قاعد، قال: فانطلقنا إليه، فقال له أبو بكر: ما منعك أن ترد على أخيك حين سلم عليك؟ قال: والله ما شعرت أنه سلم، مر بي وأنا أحدث نفسي فلم أشعر أنه سلم، فقال أبو بكر: فماذا تحدثك نفسك؟ قال: خلا بي الشيطان فجعل يلقي في نفسي أشياء ما أحب أني تكلمت بها وأن لي ما على الأرض، قلت في نفسي -حين ألقى الشيطان ذلك في نفسي-: يا ليتني سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما الذي ينجينا من هذا الحديث الذي يلقي الشيطان في أنفسنا؟ فقال أبو بكر: فإني والله قد اشتكيت ذلك إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وسألته: ما الذي ينجينا من هذا الحديث الذي يلقي الشيطان منه في أنفسنا؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينجيكم من ذلك أن تقولوا مثل الذي أمرت به عمي عند الموت فلم يفعل۔

بعضوں کو بیماری ہو جاتی ہے وساوس کی، جب خاندان میں ٹینشن اور لڑائی ہو جاتی ہے تو پھر وساوس بڑھتے چلے جاتے ہیں اس لئے کسی ایسے آدمی سے مشورہ کرنا چاہئے جو طبیب بھی ہو، حکمت سے بھی واقف ہو وہ صحیح بات بتائے گا ورنہ اگر حکمت سے واقف نہیں ہوگا تو وہ کہے گا ابھی اس کو ایکس طلاق دو، نکالو اس کو گھر سے، طلاق کا تو آخری درجہ ہے کہ جب میاں بیوی میں بالکل نباہ کی کوئی صورت نہ رہی ہو۔ اب جدھر دیکھو معمولی معمولی بات پر لڑائی جھگڑا، بھائی بھائی سے روٹھا ہوا ہے۔ کل ایک صاحب آئے کہ میری والدہ بھائی سب مجھ سے روٹھے ہوئے ہیں کہ دین پہ کیوں چلتا ہے میں کیا کروں میں نے کہا کہ کچھ نہیں کرو، بس سب کو سلام کرو اور سب کی خیریت پوچھو اور اپنے کام میں لگو، خانقاہ میں آنے سے دین کی طرف آئے، دیندار بن گئے مگر خاندان تو سارا ماڈرن ہے ہم بہت زیادہ ذہنی ٹینشن میں ہیں کہ کیا کریں شادی بیاہ ہے اور وہاں خطرہ ہے کہ وہاں مووی بھی ہوگی اب کیا کریں؟ اس کا بہت آسان طریقہ ہے کہ پہلے ہی مٹھائی لے کر، تحفے لے کر پہنچ جاؤ اور سب سے ملو، سلام کرو، خیریت پوچھو اور واپس آ جاؤ، جب کوئی کوئی پوچھے گا کہ فلاں صاحب نہیں آئے تو وہ کہے گا کہ ارے سب سے پہلے تو وہی آئے تھے۔ اب وہ صاحب دوبارہ یہاں آئے اور کہا کہ والد صاحب بھی خوش ہو گئے کہ وہ وقت پر نہیں بلکہ وقت سے پہلے ہی آ گیا تھا، بات بن گئی اور کوئی ناراضگی نہیں ہوئی، اس دور میں رشتے کو کاٹنا تو بڑا آسان

ہے، رشتے کو جوڑنا بڑا مشکل ہے، لوگوں کو دین کے قریب کرنا چاہئے جہاں منکر ہو وہاں تو نہ جائے لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب منکرات ختم ہوگئے، جب سب چلے گئے تو خیریت پوچھی تو منکرات میں شریک بھی نہیں ہوئے اور اپنا کام بھی کرلیا، یہ فتنوں کا دور ہے جتنا دوسرے رشتے داروں کو لے کر چلو گے اتنا ہی سکون کے ساتھ زندگی گذرے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرما دیا تھا:

﴿إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ﴾ (1)

غصہ ایمان کو ایسا فاسد کرتا ہے کہ جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے، کڑوا کر دیتا ہے۔ لوگوں کی عمر گذر جاتی ہے خانقاہوں میں لیکن غصے کی بیماری نہیں جاتی، یہ بیماری بہت مشکل سے جاتی ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے بعض اساتذہ انتیس سال ہوگئے، ان سے پوچھا کہ آپ نے مجھے کبھی غصے میں دیکھا ہے کہا کہ نہیں آپ کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا حالانکہ آپ کا کام تو ایڈمنسٹریٹر کا ہے وہاں تو غصے کے بغیر کام ہی نہیں چلتا لیکن غصہ کرنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا، غصے والا خود بھی مصیبت میں رہتا ہے اور دوسرے بھی مصیبت میں رہتے ہیں، اسے نیند نہیں آتی ہے رات بھر جاگتا رہتا ہے کہ صبح اٹھ کر یہ کروں گا اب جناب وہ لگا ہوا ہے خود بھی مصیبت میں ہے اور دوسرے بھی پریشان ہیں، گھر والے بھی کہتے ہیں کہ یا اللہ! اس

---

(1) تقدم تخريجه في صـ ٢٤٤

کو نیند آ جائے یہ سو جائے، چائے میں کچھ ویلیم فائیو ملا کر پلا دیتے ہیں، رات تو سکون سے سو جائے۔ ہاں کفار نے حملہ کر دیا مسلمانوں کے اوپر اب وہاں تواضع جائز نہیں کہ یوں کہے کہ حقیر فقیر بندہ پر تقصیر نہیں وہاں یوں کہنا چاہئے تو سیر ہے تو میں سوا سیر ہوں آ جا میرے مقابلے میں هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ ہے کوئی ہے میرے مقابلے میں؟ یہ کہہ کر آگے بڑھے۔

اب جہاں دیکھو شعائرِ اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، اسلام کے شعائر کا ہو کوئی مذاق اڑا رہا ہو تو وہاں غصے کا اظہار کرو لیکن آپس میں ذرا ذرا سی بات پر غصہ دکھانا یہ انسانیت کے خلاف ہے، ابلیس نے تھوڑا سا غصہ ہی تو دکھایا تھا، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ابلیس ہمیشہ سے ہی ابلیس تھا، اس کا نام عزازیل تھا، یہ تو فرشتوں میں رہتا ہے لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم آیا تب اس نے کہا میں تو آگ سے پیدا ہوا اور آگ تو اوپر ہوتی ہے اور مٹی نیچے ہوتی ہے اور آگ افضل ہوتی ہے میں کیوں اس کو سجدہ کروں، اللہ کے حکم کا انکار کیا اور مردود ہو گیا، اگر اس کے دل میں بڑائی تکبر نہ ہوتا اور سجدہ کر لیتا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرح آج بھی لوگ اس کا نام ادب سے لیتے لیکن آپ نے کسی سے سنا ہے کہ حضرت اقدس ابلیس صاحب تشریف لا رہے ہیں، ہر شخص لعنت بھیجتا ہے، غصہ، تکبر، بڑائی اس چیز نے ابلیس کو قیامت تک کے لئے خوار کر دیا، ذلیل کر دیا حالانکہ وہ یہ بھی تو سوچ سکتا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی

سے پیدا کیا تو پیدا تو اللہ ہی نے کیا اور حکم بھی اللہ ہی دے رہا ہے تو فوراً سجدے میں گر جانا چاہئے تھا، بس مسئلہ حل ہو جاتا۔

اب میاں بیوی کے لڑائی جھگڑے اتنے زیادہ ہو گئے ہیں اور پچھلی باتوں کو چھیڑیں گے تو جتنا کیچڑ میں پتھر ماریں گے تو وہ اور زیادہ پھیلے گا، اگر دونوں طرف سے لڑائی جھگڑے کا دروازہ آج سے بند ہو جائے اور نئی زندگی کا آغاز ہو تو کتنے گھر آباد ہو جائیں۔ روزانہ چار پانچ آدمی آتے ہیں مسجد میں آپس میں غصہ بھی ہو جاتے ہیں میں نے کہا کہ مسئلہ تو ہماری مسجد کا ہے اور لڑ آپ لوگ رہے ہیں تو گھر میں کیا حالت ہوتی ہوگی، گھر تو اکھاڑا بنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

جیلوں میں ننانوے فیصد غصے کے مریض ہیں، جب کراچی کی جیلوں میں جانا ہوا تو میں ایک ایک سے پوچھا کہ کس وجہ سے یہاں پہنچے تو کہا کہ میں نے کسی کو خبیث کہا تو اس نے خبیث کا بچہ کہا تو میں نے غصہ میں آکر خنجر نکالا اور اس کے پیٹ میں مار دیا، اسے قتل کر دیا اور میں جیل میں آگیا، اب ساری زندگی جیل میں گذار رہا ہوں، پتا نہیں کب ضمانت ہوگی۔ زیادہ تر لوگ اسی غصے کی وجہ سے جیلوں میں پہنچ جاتے ہیں، اپنی زندگی کو عذاب میں ڈال دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے اور درگذر کرنا نصیب ہو جائے۔

اگر طلاق دینے سے پہلے اپنی بہن کا خیال کر لیں، اپنی بیٹی کا خیال

کرلیں تو مسئلہ حل ہوسکتا ہے، کسی کو اپنا بڑا بنالیں کہ آپ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے مگر جب طلاق ہو جاتی ہے تو پھر دونوں روتے پھرتے ہیں کہ نہ ان کی شادی ہو رہی ہے نہ ان کی شادی ہو رہی ہے۔ اب سارا دن کہتے ہیں کہ حضرت دعا کیجئے، میں نے کہا کہ دعا کا اثر تو ختم ہو گیا اب کیوں دعا کرواتے ہو، لڑکے والے تو یہ سمجھتے ہیں کہ میرا تو کچھ نہیں جائے گا، لڑکی کی عزت کا مسئلہ ہوتا ہے لیکن لڑکے والے بھی جہاں رشتہ بھیجتے ہیں وہاں سے جواب آتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جس نے پہلی بیوی کو طلاق دی تھی تو لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس لئے آپس میں پیار محبت سے زندگی گذارنی چاہئے۔ حضرت والد صاحب کا ایک رسالہ ہے ''خوشگوار ازدواجی زندگی'' وہ پڑھ لیں تو انشاء اللہ سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

عدالت میں ایک محترمہ جج ہیں، وہ ہر مہینے اس کتاب کے سو نسخے منگوا کر اپنے پاس رکھتی ہیں اور جب بھی ان کے پاس کوئی کیس آتا ہے تو لوگوں کو دیتی ہیں اور کہتی ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی نہیں آتا، شوہر جا کر بیوی سے لپٹ کر اس کے منہ میں لڈو کھلاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ہائے میرے سرتاج اور پہلے وہ بدمعاش کہتی تھی۔

اپنے غصے کو پی کر بیوی سے پیار سے رہے تو زندگی سدھر جائے گی ورنہ بس یہی ہوگا کہ فلاں نے یہ کہہ دیا اور فلاں نے ایسا کیوں کہا۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کہیں

سفر فرما رہے تھے تو راستے میں دو آدمی گفتگو کر رہے تھے، ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ میں نے اس کم بخت کو بہت کہا کہ نماز پڑھ نماز پڑھ نماز پڑھ وہ پڑھتا ہی نہیں میں بھی چھوڑ دیا اس نے کہا وہ تو اپنی برائی پر جما رہا اور تم نے اپنی نیکی چھوڑ دی کتنے افسوس کی بات ہے تو زبان قابو میں ہونی چاہئے۔

ایک حدیث پاک ہے:

﴿أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَ لْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَ ابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ﴾ [1]

اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنے گھر کو وسیع رکھو اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتے رہو، ان شاء اللہ سکون کے ساتھ زندگی گذرے گی، اللہ تعالی ہم سب کو اپنی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٤٠٦) في باب ما جاء في حفظ اللسان، قال: حدثنا صالح بن عبد الله، حدثنا ابن المبارك، وحدثنا سويد، أخبرنا ابن المبارك، عن يحيى بن أيوب، عن عبيد الله بن زحر، عن علي بن يزيد، عن القاسم، عن أبي أمامة، عن عقبة بن عامر قال: قلت: يا رسول الله ما النجاة؟ قال: أملك عليك لسانك، وليسعك بيتك، وابك على خطيئتك۔ (وفي رواية: أمسك عليك لسانك) قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسن۔

وأخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (١٧٣٧٢، ١٧٤٨٨، ٢٢٢٨٩)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٤١٦٠، ١٤١٦٢)، وفي مسند الشاميين برقم (٢٥٣)، والبغوي في شرح السنة برقم (٤١٢٨)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٨٤، ٤٥٨٢، ٧٧٢٣)۔

آج کل غصے کی بیماری بہت ہے، اس کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی کو قتل کردیا، پھر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ ساری زندگی جیلوں میں گذری اور جنتی سے جہنمی بن گئے، کسی قوم کا، کسی نسل کا، کہیں کا ہو مسلمان تو ہے، اب اس کو غصے میں آکر چابی بھردی اب وہ بھی جناب شروع ہوگئے اور جاکر فائر کردیا، کہاں تو جنتی تھے اب ایک سیکنڈ میں جہنمی بن گئے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

تواضع کا انعام اور تکبر کا وبال

﴿مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ﴾ (1)

---

(1) أخرجه أحمد في مسنده برقم (١١٧٤٢) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من تواضع لله درجة رفعه الله درجة حتى يجعله في عليين، ومن تكبر على الله درجة وضعه الله درجة حتى يجعله في أسفل السافلين۔

وأخرجه أبو يعلى في مسنده برقم (١١٠٩)۔

وروى الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٨٤٩٤) عن عائشة رضي الله عنها قالت: أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بقدح، فيه لبن وعسل، فقال شربتين في شربة وأدمين في قدح، لا حاجة لي به أما أني لا أزعم أنه حرام أكره أن يسألني الله عن فضول الدنيا يوم القيامة أتواضع لله فمن تواضع لله رفعه الله ومن تكبر وضعه الله ومن اقتصد أغناه الله ومن أكثر ذكر الموت أحبه الله۔

وروى البيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٧٩٠) عن عابس بن ربيعة قال: قال عمر - وهو على المنبر -: يا أيها الناس، تواضعوا فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من تواضع لله رفعه الله، فهو في نفسه صغير، وفي أعين الناس=
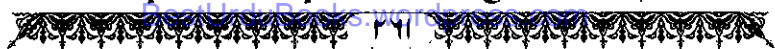
جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مختصر سی میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث سننے اور سنانے والوں کو ایسی جامع دعا عطا فرمائی کہ پوری امت میں ایسی دعا آپ نے کسی کو نہیں دی ارشاد فرمایا:

﴿نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّي﴾ [1]

کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ رکھے اس بندے کو جو میری احادیث سنے اور

= عظيم، ومن تكبر وضعه الله فهو في أعين الناس صغير، وفي نفسه كبير، حتى لهو أهون عليهم من كلب أو خنزير۔

وروى أيضاً برقم (٧٧٩٤) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تكبر تعظماً وضعه الله، ومن تواضع لله تخشعاً رفعه الله۔

وروى أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٩١٤) عن أوس بن خولي أنه دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا أوس! من تواضع لله رفعه الله، ومن تكبر وضعه الله۔

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٢٦٥٨) في باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع، قال: حدثنا ابن أبي عمر، حدثنا سفيان، عن عبد الملك بن عمير، عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود، يحدث عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها، فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم: إخلاص العلم لله ومناصحة أئمة المسلمين ولزوم جماعتهم فإن الدعوة تحيط من ورائهم۔

هذا الحديث مروي باختلاف الألفاظ عن عبد الله بن مسعود، وأنس بن=

دوسروں کو سنائے اور اس پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ من تواضع للہ جو شخص بھی تواضع اختیار کرے گا، یہاں للّٰہیت شرط ہے ورنہ روئے زمیں پر

= مالك، وجبير بن مطعم، وعمير بن قتادة، وأبي قرصافة، وجابر، وسعد بن أبي وقاص، وأبي سعيد الخدري، وربيعة بن عثمان رضي الله عنهم أجمعين۔

أما حديث عبد الله بن مسعود رضي الله فأخرجه الترمذي الذي ذكر آنفاً، والحميدي في مسنده برقم (٩٤)، والشاشي في مسنده برقم (٢٧٧)، وأما حديث أنس بن مالك رضي الله عنه فأخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٢٣٦) في باب من بلغ علماً، وأما حديث جبير بن مطعم رضي الله عنه فأخرجه أحمد في مسنده برقم (١٦٧٨٤، ١٦٨٠٠)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٧٤١٣)، والحاكم في المستدرك برقم (٢٩٤-٢٩٥)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٥٢٤)، والدارمي في سننه برقم (٢٢٨)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (١٦٠١)۔ وأما حديث عمير بن قتادة رضي الله عنه فأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٣٥٧٦)، وأما حديث أبي قرصافة رضي الله عنه فأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٣٠٧٢)، وفي معجمه الصغير برقم (٣٠٠)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٢٥٠)۔ وأما حديث جابر رضي الله عنه فأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٥٢٩٢)۔ وأما حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه فأخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٧٠٢٠)۔ وأما حديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه فأخرجه الطبراني في مسند الشاميين برقم (١٣٠٢)۔ وأما حديث ربيعة بن عثمان رضي الله عنه فأخرجه أبو نعيم الأصبهاني في معجم الصحابة برقم (٢٤٤٢)۔

بہت سے لوگ تواضع اختیار کرتے ہیں مگر وہ تواضع عنداللہ مقبول نہیں کیوں؟ اس لئے کہ کہیں کسٹم میں پھنس گئے، کہیں پولیس والوں نے پکڑلیا، کہیں اپنے سے بڑے بدمعاش نے پکڑلیا اب یہاں اتنی تواضع دکھارہے ہے کہ مٹتے چلے جارہے ہیں لہٰذا للّٰہیت شرط ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے تواضع ہو، تو تواضع اختیار کرنا یعنی اپنے مسلمان بھائی کو اپنے سے افضل سمجھنا اور اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھنا اللہ کی رضا کے لئے ہوتو یہ عنداللہ مقبول ہے اور اگر یہ تواضع حاصل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطافرمائیں گے، ومن تکبر اور جوشخص تکبر اختیار کرے گا، اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا، وضعه الله اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ذلیل وخوار فرمائیں گے۔

مناقب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتھے، ایک طرف حضرت جبرئیل امین بیٹھے ہوئے، آپس میں گفتگو ہورہی ہے، کسی بات پر مشورہ ہورہا ہے، اتنے میں ایک صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب سے گذرے، حضرت جبرئیل نے چہرہ اٹھاکے دیکھا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یَـا رَسُوْلَ اللّٰـهِ هٰذَا اَبُوْ ذَرٍّ یہ صحابی جو گذرے ہیں یہ ابوذر ہیں۔ ابوذر ان کی کنیت تھی، یہ عجیب صحابی تھے، ان سے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ غِفَارُ غَفَرَہُ اللّٰہُ ❶ اللہ تعالیٰ ان کے پورے قبیلے غفار کی مغفرت فرمادے پھر ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب بات ارشاد

---

❶ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (١٠٠٦) في باب دعاء النبي صلى الله عليه وسلم اجعلها عليهم سنين كسني يوسف، قال: حدثنا قتيبة، حدثنا مغيرة بن عبد الرحمن، عن أبي الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا رفع رأسه من الركعة الآخرة، يقول: اللهم أنج عياش بن أبي ربيعة، اللهم أنج سلمة بن هشام، اللهم أنج الوليد بن الوليد، اللهم أنج المستضعفين من المؤمنين، اللهم اشدد وطأتك على مضر، اللهم اجعلها سنين كسني يوسف، وأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: غفار غفر الله لها، وأسلم سالمها الله، قال ابن أبي الزناد عن أبيه: هذا كله في الصبح۔

هذا الحديث مروي عن أبي هريرة، وعبد الله بن عمر، وخفاف بن إيماء الغفاري، وأبي ذر الغفاري، وجابر، وسلمة بن الأكوع، وأبي برزة، وسمرة بن جندب، وابن سندر، وعبد الله بن عباس، وخوات بن جبير، وعمر بن يزيد الكعبي رضي الله عنهم أجمعين۔

أما حديث أبي هريرة رضي الله عنه فأخرجه البخاري في صحيحه برقم (٣٥١٤) في باب (بلا ترجمة)، ومسلم في صحيحه برقم (٦٥٩٣)، وأحمد في مسنده برقم (٩٤٠٤، ١٠٠٦٦)، والبزار في مسنده برقم (٨١٣٩، ٩٨٣١)، والطيالسي في مسنده برقم (٢٦٠٥)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٦٣٢٩)، والحاكم في المستدرك برقم (٦٩٨١)، وأبو بكر الدينوري في المجالسة برقم (٣١٥٣)، وابن الجعد في مسنده برقم (١١٣٨)، والطبراني في مسند الشاميين برقم (٣٢٦٩)۔ وأما حديث عبد الله بن عمر رضي الله عنهما فأخرجه البخاري في=

= صحيحه برقم (٣٥١٣) في باب (بلا ترجمة)، ومسلم في صحيحه برقم (٦٥٩٥)، والترمذي في سننه برقم (٣٩٤١، ٣٩٤٨)، وأحمد في مسنده برقم (٤٧٠٢، ٥١٠٨، ٥٢٦١، ٥٨٥٨، ٥٩٦٩، ٥٩٨١، ٦٠٤٠، ٦٠٩٢، ٦١٧٣، ٦١٩٨، ٦٤٠٩، ٦٤١٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٧٢٨٩)، والبزار في مسنده برقم (٥٦١٣-٥٦١٤، ٦١١٦)، والطيالسي في مسنده برقم (١٩٦٥، ٢٠٢٧، ٢٠٦٥)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٢٦٥)، وفي معجمه الأوسط برقم (١١٥٢)، والدارمي في سننه برقم (٢٥٢٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٨٥١)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٣٨٦)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٣٨٥٧)۔ وأما حديث خفاف بن إيماء الغفاري فأخرجه مسلم في صحيحه برقم (١٥٨٩-١٥٩٠، ٦٥٩٤)، وأحمد في مسنده برقم (١٦٦١٩-١٦٦٢٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (١٩٨٤)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٩٠٩)، وأبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (٦١٩)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٣٢٢٣، ٣٢٥٥، ٣٤٥١)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (١٧٣٦-١٧٣٨)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٤٠٥٩-٤٠٦٠، ٤٠٦٣)، والطبري في تهذيب الآثار برقم (٢٦١٢-٢٦١٤)، والطحاوي في شرح معاني الآثار برقم (١٤٤٧)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٧١٢٥، ٣٣١٥٠)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (١٤٨٠، ٢٢٦٢-٢٢٦٣)۔ وأما حديث أبي ذر رضي الله عنه فأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦٥١٣، ٦٥٨٥-٦٥٨٦)، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢١٥٦٥، ٢١٥٧٥)، وابن حبان في صحيحه برقم (٧١٣٣)، والبزار في مسنده برقم (٣٩٤٨)، والطيالسي في مسنده برقم (٤٦٠)، والحاكم في المستدرك برقم =

= (٥٤٥٧)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٧٧٢)، وفي معجمه الأوسط برقم (٦٠، ٣٠٥١)، والدارمي في سننه برقم (٢٥٢٤)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٧٧٥٣)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (١٤٧٣)۔ وأما حديث جابر رضي الله عنه فأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٦٥٩٢)، وأحمد في مسنده برقم (١٤٧٥٦، ١٥١٥٣)، والطيالسي في مسنده برقم (١٨٧٥)۔ وأما حديث سلمة بن الأكوع فأخرجه أحمد في مسنده برقم (١٦٥٦٥)، والحاكم في المستدرك برقم (٦٩٨٢)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٦١٣٢)، والروياني في مسنده برقم (١١٧٢، ١٣٢٨)۔ وأما حديث أبي برزة رضي الله عنه فأخرجه أحمد في مسنده برقم (١٩٧٨٩، ١٩٨١٩)، والبزار في مسنده برقم (٣٨٥٤، ٤٥٠٤)، والطيالسي في مسنده برقم (٩٦٧، ١٠٤٠)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٧٤٣٨)۔ وأما حديث سمرة بن جندب رضي الله عنه فأخرجه البزار في مسنده برقم (٤٦٥٧)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٦٩٥٢)۔ وأما حديث ابن سندر رضي الله عنه فأخرجه أبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (١٧١٧)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٣٧٤٤، ٤١٧١، ٦٠٩١، ٦٤٥٣)، وأما حديث عبد الله بن عباس رضي الله عنهما فأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١١٧٤٣)۔ وأما حديث خوات بن جبير رضي الله عنه فأخرجه الطبري في تهذيب الآثار برقم (٢٦١١)۔ وأما حديث أبا قرصافة رضي الله عنه فأخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (٢٤٥٤)۔ وأما حديث عمر بن يزيد الكعبي رضي الله عنه فأخرجه أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٤٣٦٨)۔

ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے سوال کیا کہ مَنْ اُمِرَ بِہٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول! وہ کون چار اشخاص اللہ کے پیارے ہیں کہ اللہ کے نبی کو ان سے پیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اللہ بھی ان سے پیار فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ علی ان میں سے ہیں، مقداد بن اسود ان میں سے ہیں، ابوذر غفاری ان میں سے ہیں اور سلمان فارسی ان میں سے ہیں۔ [1]

ان میں ایک عرب اور تین عجمی ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں عصبیت کا وجود ہی نہیں ہے، جس کے دل میں عصبیت ہے وہ اپنے ایمان کی خیر منائے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ان صحابہ سے محبت کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور خود بھی ان سے محبت فرما رہے ہیں۔

---

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٧١٨) في باب (بلا ترجمة) قال: حدثنا إسماعيل بن موسى الفزاري ابن بنت السدي، حدثنا شريك، عن أبي ربيعة، عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أمرني بحب أربعة، وأخبرني أنه يحبهم قيل: يا رسول الله! سمهم لنا قال: علي منهم، يقول ذلك ثلاثاً وأبوذر والمقداد وسلمان أمرني بحبهم وأخبرني أنه يحبهم۔ قال: هذا حديث حسن لا نعرفه إلا من حديث شريك۔

وروى أبو يعلى في مسنده برقم (٦٧٧٢) عن أبي جعفر محمد بن علي، عن أبيه عن جده مثله۔

ورواه الذهبي في "سير أعلام النبلاء" (٢ / ٦١) بلفظ "أمرت بحب أربعة، وأخبرني الله أنه يحبهم"۔
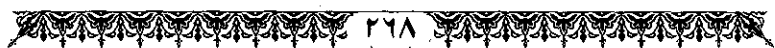
تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کررہے ہیں کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْ ذَرٍّ یہ صحابی جو گذر رہا ہے اس کا نام ابوذر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا، ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل تم تو فرشتوں میں رہتے ہو، آسمانوں میں رہتے ہو اور میرا یہ صحابی تو مدینہ کا رہنے والا ہے أَوَ تَعْرِفُہٗ ؟ کیا واقعی تم اس کو پہچانتے ہو؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَ اَشْھَرُ عِنْدَنَا مِنْ شُھْرَۃِ عِنْدَکُمْ فِی الْمَدِیْنَۃِ ابوذر غفاری کو صرف اہل مدینہ ہی نہیں پہچانتے بلکہ ان کا چرچا تو فرشتوں میں بھی ہے، اس بات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہاء خوشی ہوئی۔

جب استاد کا شاگرد ہونہار ہو، اچھے نمبر سے پاس ہوتا ہو تو استاد کو خوشی ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہاء خوشی ہوئی کہ میرے اصحاب ایسے بھی ہے کہ جن کا چرچا آسمانوں میں، فرشتوں میں ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کَیْفَ نَالَ ھٰذِہِ الْفَضِیْلَۃَ ؟ اسے یہ فضیلت کیسے حاصل ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا کہ دو وجہ سے لِصِغَرِہٖ فِیْ نَفْسِہٖ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا گویا کہ تواضع کی حقیقت ان کو حاصل ہوگئی اور دوسری وجہ سورۂ اخلاص کی بکثرت تلاوت کرتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے اس واقعہ کو اپنی تفسیر رازی میں سورۂ اخلاص کے ذیل

میں لکھا ہے جسے میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔ (1)

انہیں تو تواضع کی حقیقت حاصل تھی لیکن آج کل تو لوگ اپنی زبان سے تواضع کرتے ہیں، ایک صاحب تقریر کیا کرتے تھے اور خود کو بہت حقیر فقیر پر تقصیر کہا کرتے تھے، ایک بڑے میاں نے کہا کہ ارے تم زیادہ تواضع نہ کیا کرمیں تجھے جانتا ہوں بچپن سے اب تو زیادہ تواضع جھاڑ رہا ہے تو اس نے ڈنڈا لے کر بڑے میاں کو دوڑا دیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ تو ابھی اپنی زبان سے بڑی تواضع دکھا رہے تھے تو اس نے کہا کہ میں اپنی زبان سے تواضع دکھا رہا تھا انہوں نے کیسے میری تواضع پر زبان کھولی۔ معلوم ہوا کہ اپنی زبان سے تواضع اختیار کرنا تو بڑا آسان ہے لیکن اصل میں صحابہ کرام سے تواضع سیکھئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجنون کہا جا رہا ہے، پاگل کہا جا رہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انتقام نہیں لیا۔ آج ہم کو کوئی کہہ دیتا ہے کہ وہ ڈاڑھی والا جا رہا ہے، وہ ملا جا رہا ہے تو ہم کتنا غصہ ہو جاتے ہیں، ارے بھئی یہ تو صحابہ کی سنت ہے، قوت برداشت ہونی چاہئے، تواضع

---

(1) قال الرازي في تفسيره "مفاتيح الغيب": وروي أنه كان جبريل عليه السلام مع الرسول عليه الصلاة والسلام إذ أقبل أبو ذر الغفاري، فقال جبريل: هذا أبو ذر قد أقبل، فقال عليه الصلاة والسلام: أو تعرفونه؟ قال: هو أشهر عندنا منه عندكم، فقال عليه الصلاة والسلام: بماذا نال هذه الفضيلة؟ قال: لصغره في نفسه وكثرة قراءته قل هو الله أحد۔

کی حقیقت جب تک سینے میں نہیں اترے گی اس وقت تک کام نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوذر غفاری کو اتنا اونچا مرتبہ اسی تواضع کی برکت سے عطا فرمایا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہوں نے ہجرت کر لی، مدینہ چھوڑ دیا اور وہاں سے ساٹھ ستر کلومیٹر دور ایک بستی ہے وہاں جا کر سکونت اختیار کر لی، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی، جب مؤذن أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا تھا تو صحابہ کرام کی نظریں خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گھوم جاتی تھیں کہ یہاں اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جن صحابہ میں عشق کا مادہ زیادہ تھا وہ برداشت نہیں کر سکے اور مدینہ ہجرت کر کے دور چلے گئے۔

تو جب حضرت ابوذر غفاری کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ میرا سفرِ آخرت شروع ہونے والا ہے، تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے رب سے ملاقات کرنے والا ہوں تو اہلیہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ کیوں روتی ہو؟ کہا اس چھوٹی سی بستی میں تمہارا انتقال ہو رہا ہے تمہارا جنازہ کون پڑھائے گا؟ تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ غسل کون دے گا؟ تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ فَوَالَّذِيْ بِيَدِهٖ نَفْسِي قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوذر غفاری کی جان ہے، ہم چند صحابہ کرام حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے میرا ایک صحابی ایسا ہے کہ جس کا انتقال جنگل میں ہوگا اور صحابہ کرام کی ایک جماعت آ کر اس کی نمازِ جنازہ ادا کرے گی، خدا کی قسم وہ سب کے سب صحابی کسی نہ کسی بستی میں انتقال کر گئے میں آخری بچا ہو لہٰذا یہاں ضرور صحابہ کی جماعت آئے گی۔ اہلیہ نے کہا کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں، یہ حج کا موسم بھی نہیں ہے کہ حجاج کرام یہاں سے گذریں گے اور رمضان کا مہینہ بھی نہیں ہے کہ عمرہ کرنے والے یہاں سے گذریں، فرمایا کہ مخبرِ صادق کا قول سو فیصد صحیح ہے، آپ صادق المصدوق ہیں، آپ کی زبان مبارک سے جو نکل گیا وہ ہو کر رہے گا، پھر فرمایا کہ إِذَا مِتُّ جب میرا انتقال ہو جائے فَاغْسِلَانِيْ وَاكْفِنَانِيْ مجھے غسل دینا اور کفن پہنانا وَاذْهَبَا بِيْ بِطَرِيْقَةِ الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ اور کوفہ سے مدینہ جانے والے راستہ پر مجھے لے جا کر رکھ دینا اور پھر دیکھنا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سچا ہے کہ نہیں پھر انہوں نے دیکھا کہ گھر میں ایک بکری بندھی ہوئی ہے، فرمایا کہ اس کو ذبح کر دو، جب صحابہ کرام کی جماعت آئے گی تو ان کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ تمہارے بھائی دنیا سے تشریف لے گئے لیکن تمہاری دعوت کر کے گئے۔ بتایئے! آخرت کا سفر ہو رہا ہے اور صحابہ کرام کی دعوت کرتے ہوئے جا رہے ہیں، اب انتقال کے بعد اہلیہ اور ایک خادمہ نے چارپائی پر لاش رکھ کر راستے میں رکھ دی اور خود چادر لپیٹے ہوئے بار بار

اس راستے کی طرف نظر کر رہی ہیں جو کوفے کی طرف سے آتا ہے، اس زمانے میں پکی سڑکیں تو ہوتی نہیں تھیں، کچی سڑکیں تھیں، ان پر سے گرد وغبار اڑتا ہوا دور سے دکھائی دیتا تھا اچانک انہوں نے دیکھا کہ گرد وغبار اڑتا ہوا قریب آرہا ہے تو سمجھ گئیں کہ کوئی قافلہ آرہا ہے، فرماتی ہیں کہ جیسے ہی وہ قافلہ قریب آیا اِطَّلَعَ رَهْطٌ اس میں سے ایک گروہ ظاہر ہوا فَإِذَا هُوَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیس صحابہ کرام کے ساتھ بحالتِ احرام گذر رہے تھے کہ یہاں سے مکۃ المکرّمہ جائیں گے اور وہاں جا کر عمرہ کر کے پھر مدینے آجائیں گے، راستے میں دیکھا کہ چادر میں لپٹی ہوئی پردے میں ایک عورت کھڑی ہوئی ہے اور ایک لاش رکھی ہوئی ہے تو ان کے منہ سے نکلا مَا هٰذَا مَا هٰذَا یہ کیا ماجرا ہے یہ لاش کیسے رکھی ہوئی ہے؟ تو اہلیہ نے وہیں پردے سے آواز دی هٰذَا أَبُوْ ذَرٍّ یہ تمہارے پیارے بھائی ابوذر غفاری کا جنازہ ہے۔ بس ابوذر غفاری رضي اللہ عنہ کا نام سنتے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضي اللہ عنہ پر کیفیت طاری ہوگئی فَهَلَّلَ پس وہیں پر کلمہ پڑھا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور سواری سے اتر کر لاش سے لپٹ کر رونے لگے اور فرمایا صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اے ابوذر غفاری مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ارشاد فرمایا تھا کہ أَنْتَ تَمُوْتُ وَحْدَهٗ وَتُبْعَثُ وَحْدَهٗ کہ تمہارا انتقال بھی تنہا ہوگا اور تنہا ہی اٹھائے جاؤ گے۔ آج ہم لوگ کتنی احادیث سنتے ہیں مگر کیا اتنا یقین پیدا ہوتا ہے؟ کیوں؟ اس لئے

کہ اہل یقین کی صحبت نہیں ہے۔ لیکن حضرت ابوذر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ پر کامل یقین تھا کہ آج صحابہ کرام کی ایک جماعت ضرور آئے گی، اور وہ آئی اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی اور تدفین کی، اس کے بعد ان کی اہلیہ نے کہا کہ کھانا تیار ہے، آپ کے بھائی ابوذر انتقال سے قبل دعوت کر کے گئے تھے کہ کھانا پکا کے تیار رکھو جب صحابہ کرام کی جماعت آئے گی ان کی دعوت کرنا۔ بعد میں یہ لوگ وہاں سے مکہ مکرمہ اور پھر مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں جا کر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضي اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ ہمارے بھائی ابوذر غفاری ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ (1)

---

(1) أخرجه الحاكم في المستدرك برقم (٤٣٧٣) قال: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا أحمد بن عبد الجبار، ثنا يونس بن بكير، عن ابن إسحاق، قال: حدثني يزيد بن سفيان، عن محمد بن كعب القرظي، عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: لما سار رسول الله صلى الله إلى تبوك جعل لا يزال يتخلف الرجل فيقولون: يا رسول الله! تخلف فلان، فيقول: دعوه إن يك فيه خير فسيلحقه الله بكم وإن يك غير ذلك فقد أراحكم الله منه حتى قيل: يا رسول الله تخلف أبو ذر، وأبطأ به بعيره فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: دعوه إن يك فيه خير فسيلحقه الله بكم وإن يك غير ذلك فقد أراحكم الله منه فتلوم أبو ذر رضي الله عنه على بعيره فأبطأ عليه فلما أبطأ عليه أخذ متاعه فجعله على ظهره فخرج يتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم ماشياً، ونزل رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض منازله، ونظر ناظر من المسلمين، فقال: يا رسول الله هذا رجل يمشي على الطريق فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كن أبا ذر فلما تأمله القوم قالوا: يا رسول الله=

بہر حال ان کی تواضع کی برکت سے ان کو کتنا اونچا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ فرشتوں میں چرچا ہو رہا ہے۔ آج افسوس یہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں بڑائی ہے، ہر کوئی اپنی قوم کی، اپنے قبیلے کی، اپنے علاقے کی فضیلت جتلائے گا حالانکہ فضیلت تو جب ظاہر ہوگی جب قیامت کے دن اعمال نامہ پیش ہو اور اللہ تعالیٰ اعمال نامے کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور ارشاد فرمائیں کہ جاؤ جنت میں تب ہے آپ کی فضیلت، دنیا تو دار الامتحان ہے کسی امتحان گاہ میں پرچہ حل ہو رہا ہو اور کوئی وہاں اچھل کود شروع کر دے کہ میں تو کامیاب ہو گیا تو ہر شخص کہتا ہے کہ بے وقوف ابھی تو رزلٹ آیا نہیں، ابھی تو نتیجہ نکلا نہیں اور تو ابھی سے خوشیاں منا رہا ہے، ایسے ہی دنیا دار الامتحان ہے، سوال جواب کے بعد اللہ کی بارگاہ میں پیشی ہوگی، اس وقت

= هو والله أبو ذر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رحم الله أبا ذر، يمشي وحده، ويموت وحده، ويبعث وحده، فضرب الدهر من ضربته وسير أبو ذر إلى الربذة، فلما حضره الموت أوصى امرأته وغلامه إذا مت فاغسلاني وكفناني ثم احملاني فضعاني على قارعة الطريق فأول ركب يمرون بكم فقولوا: هذا أبو ذر فلما مات فعلوا به كذلك فاطلع ركب فما علموا به حتى كادت ركائبهم تطأ سريره فإذا ابن مسعود في رهط من أهل الكوفة، فقالوا: ما هذا؟ فقيل: جنازة أبي ذر، فاستهل ابن مسعود رضي الله عنه يبكي، فقال: صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم يرحم الله أبا ذر يمشي وحده ويموت وحده ويبعث وحده فنزل فوليه بنفسه حتى أجنه فلما قدموا المدينة ذكر لعثمان قول عبد الله وما ولي منه۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نامہ اعمال کو دیکھ کر کچھ سوال نہ فرمائیں اور ارشاد فرمائیں

کہ جاؤ جنت میں تب ہے خوشی کا مقام۔

قیامت کے دن آسان حساب کی دعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھائی ہے اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَاباً يَّسِيْرًا (1) اے اللہ! کل قیامت کے دن ہمارا آسان حساب

---

(1) أخرجه أحمد بن حنبل في مسنده برقم (٢٤٢٦١) قال: ثنا إسماعيل، ثنا محمد بن إسحاق، قال: حدثني عبد الواحد بن حمزة بن عبد الله بن الزبير، عن عباد بن عبد الله بن الزبير عن عائشة قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول في بعض صلاته: اللهم حاسبني حساباً يسيراً، فلما انصرف قلت: يا نبي الله ما الحساب اليسير؟ قال: أن ينظر في كتابه فيتجاوز عنه أنه من نوقش الحساب يومئذ يا عائشة هلك وكل ما يصيب المؤمن يكفر الله عز وجل به عنه حتى الشوكة تشوكه۔ (وفي رواية: من حوسب عذب)۔

وأخرجه ابن خزيمة في صحيحه برقم (٨٤٩)، وابن حبان في صحيحه برقم (٧٣٧٢)، والحاكم في المستدرك برقم (١٩٠، ٩٣٦، ٧٦٣٦، ٨٧٢٧-٨٧٢٨)، والطبراني في معجمه الأوسط برقم (٣٦٤٩)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٢٦٥-٢٦٦)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٩٠٩) والبخاري في صحيحه برقم (١٠٣، ٦٥٣٦-٦٥٣٧)، ومسلم في صحيحه برقم (٧٤٠٦)، وأبو داود في سننه برقم (٣٠٩٥)، وأحمد في مسنده برقم (٢٤٢٤٦، ٢٤٦٤٩، ٢٥٠٠٢)، والبزار في مسنده برقم (١٩٩)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (١١٥٥٥، ١١٥٩٥)، والبغوي في شرح السنة برقم (٤٣١٩)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (١٢٤٩)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٥٥٤٠)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٩٨١)۔

لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوال کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! آسان حساب کا مطلب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اعمال نامے کو دیکھیں اور کچھ سوال نہ فرمائیں اور ارشاد فرمائیں کہ جاؤ جنت میں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ یہی معاملہ فرمائیں۔ اس لئے کہ مَنْ نُوْقِشَ عُذِّبَ [1] جس سے مناقشہ ہوگا، سوال جواب ہوگا اس کو ضرور عذاب دیا جائے گا۔ ہم دنیا میں تو جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں لیکن وہاں نہیں بچ سکتے، وہاں تو ہاتھ بھی گواہی دے گا، زبان بھی گواہی دے گی، آنکھ بھی گواہی دے گی، جن جن اعضاء کو ہم نے خوش کرنے کے لئے گناہ کئے تھے وہی ہماری مخالفت میں بولیں گے، ہمارے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ اس لئے وہاں تو جھوٹ بول کر بچ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے یہ دعا کثرت سے مانگو اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَاباً یَّسِیْرًا اور کبھی دو رکعات پڑھ کر، گڑگڑا کر، آنسو بہا کر اللہ سے گناہوں کی معافی بھی مانگا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما رہے ہیں اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ [2] اے اللہ! میں آپ سے ایسی آنکھوں کا سوال کرتا ہوں جو موسلا دھار برسنے والی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے سردار اور بخشے بخشائے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ سے ایسی آنکھوں کا سوال کرتا ہوں

---

[1] انظر التخریج السابق۔

[2] تقدم تخریجه في صـ ۱۲۸

جو موسلا دھار برسنے والی ہوں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بودے

تا نثارِ دلبرے زیبا شدے

اے کاش کہ میرے آنسو دریا ہو جاتے اور میں اپنے محبوب حقیقی پر اسے نچھاور کر دیتا۔ ہمارے اکابر کی شان کیا تھی، حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو رکعات طواف کرنے کے بعد سجدے میں جو سر رکھا تو ساری رات روتے رہے، ہچکیاں بندھی ہوئی تھی اور سننے والوں کا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا اور یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن

گر بدم من سر من پیدا مکن

اے اللہ کل قیامت کے دن میدان محشر میں لوگوں کے سامنے امداد اللہ کو رسوا نہ فرمایئے گا کیا شان تھی! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کو اصلاح کے لئے ڈانٹتا تو ہوں لیکن تکبر اور بڑائی قریب بھی نہیں آتی اس لئے کہ ایک غم ہے جو اندر سے کھا رہا ہے کہ نجانے کل قیامت کے دن اشرف علی کا کیا حال ہوگا، اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ یہ تھے ہمارے باپ دادا، اور آج ہماری کیا کیفیت ہے کہ اگر رات کو نیند نہیں

آئی اور اٹھ کر دو رکعات تہجد پڑھ لی تو خود کو حضرت جنید بغدادی سمجھنے لگتے ہیں لیکن اللہ والوں کی شان دیکھئے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ جو شخص تواضع اختیار کرے گا اللہ کے لئے رَفَعَهُ اللّٰهُ اللہ اس کو بلندی عطا فرمائیں گے وَمَنْ تَكَبَّرَ اور جو تکبر اختیار کرے گا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ذلیل وخوار فرمائیں گے۔ (۱)

تکبر کی تعریف کیا ہے؟ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ لوگ سمجھتے ہیں کہ تکبر کس چیز کا نام ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اچھا کپڑا پہنیں، اچھا جوتا استعمال کریں، اچھا لباس استعمال کریں، ارشاد فرمایا کہ یہ تکبر نہیں ہے، تکبر ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ حق بات کو قبول نہ کرنا، (۲) کسی عالم نے مسئلہ بتایا تو کہا کہ میں تو

---

(۱) تقدم تخريجه في صـ ٢٦١

(۲) أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٢٧٥) في باب تحريم الكبر وبيانه، قال: وحدثنا محمد بن المثنى ومحمد بن بشار وإبراهيم بن دينار جميعاً، عن يحيى بن حماد - قال ابن المثنى: حدثني يحيى بن حماد - أخبرنا شعبة، عن أبان بن تغلب، عن فضيل الفقيمي، عن إبراهيم النخعي، عن علقمة، عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر، قال رجل: إن الرجل يحب أن يكون ثوبه حسناً ونعله حسنة، قال: إن الله جميل يحب الجمال، الكبر بطر الحق وغمط الناس۔

وأخرجه مسلم في صحيحه برقم (٢٧٦)، وأبو داود في سننه برقم =

=(٤٠٩٣)، والترمذي في سننه برقم (١٩٩٨)، وابن ماجه في سننه برقم (٥٩ ، ٤١٧٣)، وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٤٠٥٨ ، ٤٣١٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٢٢٤)، والبزار في مسنده برقم (١٥١٢ ، ١٥٨٤)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٥٠٦٥-٥٠٦٦ ، ٥٢٨٩ ، ٥٣٣٠)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٨٠٣)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٩٩٢٢ ، ٩٨٥٨ ، ١٠٣٨٢)، وأبو بكر الدينوري في المجالسة برقم (٦٧٨)، والطحاوي في شرح مشكل الآثار برقم (٥٥٥١)، والشاشي في مسنده برقم (٣٢٦-٣٢٨ ، ٨٧٨)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٢٧١١٠ ، ٢٧١١٢)، وابن الأعرابي في معجمه برقم (٣٢٦)۔

وروى أبو داود في سننه برقم (٤٠٩٢) في باب ما جاء في الكبر، والبخاري في الأدب المفرد برقم (٥٥٦)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٥٧٨٣)، عن أبي هريرة رضي الله عنه مثله۔

وروي عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما مثله۔ أخرجه أحمد في مسنده برقم (٦٥٢٦ ، ٧٠١٥)، وأبو القاسم البغوي في معجم الصحابة برقم (١٤٧٧)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٨٠٥)، والطبراني في مسند الشاميين برقم (٦٢)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٣٨٨٩)۔

وروي عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه مثله۔ أخرجه البزار في مسنده برقم (٥١٣٩)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٢٠٦٩)۔

وروي عن عبد الله بن سلام رضي الله عنه مثله۔ أخرجه الحاكم في المستدرك برقم (٥٧٥٧)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٨٥٠)۔

وروي عن مالك بن مرارة الرهاوي مثله۔ أخرجه الطبراني في مسند الشاميين برقم (٧٤٥)، وأبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة برقم (٥٤٢٩)۔ =

اس کو مانتا ہی نہیں، یہ میری تو عقل میں نہیں آتا، سمجھ میں نہیں آتا وَغَمْطُ النَّاسِ اور لوگوں کو حقیر سمجھنا، ایک آدمی ایک ہزار روپے میٹر والا کپڑا استعمال کرتا ہے لیکن دوسروں کو حقیر نہیں سمجھتا اس کے لئے یہ پہننا جائز ہے اور ایک آدمی بیس روپے میٹر والا کپڑا پہن کر دوسروں کی طرف دیکھتا ہے کہ او ہو یہ تو بہت ہی گھٹیا کپڑا پہنے ہوئے ہے اس کے لئے بیس روپے والا پہننا بھی ناجائز ہے۔

اہل اللہ کی صحبت میں جب آخرت کا یقین ہو جاتا ہے جنت اور دوزخ کا یقین ہو جاتا ہے تب اپنی آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے پھر یہ برائی دل سے خود بخود نکل جاتی ہے۔ بڑے بڑے اکابر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی، کتنے بڑے عالم تھے، اس زمانے میں پوری دنیا میں ان کے علم کا غلغلہ تھا لیکن جب یہ شروع میں حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو حکیم الامت نے

= وروى أحمد في مسنده برقم ((١٧٤٠٧)) عن عقبة بن عامر أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من رجل يموت حين يموت وفي قلبه مثقال حبة من خردل من كبر، تحل له الجنة أن يريح ريحها، ولا يراها، فقال رجل من قريش - يقال له: أبو ريحانة-: والله يا رسول الله إني لأحب الجمال وأشتهيه حتى إني لأحبه في علاقة سوطي، وفي شراك نعلي، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس ذاك الكبر، إن الله عز وجل جميل يحب الجمال، ولكن الكبر من سفه الحق وغمص الناس بعينيه۔

انہیں چالیس دن وضو خانے کی نالیاں صاف کرنے پر لگا دیا کہ یہ بڑے عالم ہیں اس لئے ان کو پہلے نفس کو مٹانا پڑے گا۔

نفس کو مٹانے سے اصلاح آسان ہو جاتی ہے

ایک بہت بڑے نواب صاحب حضرت سے بیعت ہونے کے لئے آئے اور نوابیت بھی ساتھ لے کر آئے ، خادم کے سر پر مٹھائی کا ٹوکرا تھا، کہا کہ حضرت میں بیعت ہونے کے لئے آیا ہوں، حضرت نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ کہا کہ حضرت یہ میرا خادم ہے اور یہ مٹھائی بھی لایا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ مجھے ابھی کچھ دیہاتوں میں بیان کرنے کے لئے جانا ہے آپ میرے ساتھ چلئے جہاں وقت ملا انشاء اللہ بیعت کرلیں گے۔ حضرت جب کسی شہر سے گذرتے تھے تو اس کے اطراف سے گذرتے تھے تا کہ نظر کی حفاظت بھی رہے اور بازار سے بھی دور رہیں لیکن نواب صاحب کی وجہ سے حضرت شہر کے بیچ سے گذر رہے ہیں اور فرمایا کہ خادم کو فارغ کردیجئے اور یہ ٹوکرا اپنے سر پر رکھ لیجئے ، اب جناب انہوں نے ٹوکرا اپنے سر پر رکھا، اب پریشان ہیں کہ یا اللہ ! یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگ دیکھیں گے کہ فلاں نواب صاحب سر پہ ٹوکرا لئے چلے جارہے ہیں۔ ایک جگہ حضرت نے بیان فرمایا، بیان کے بعد انہوں نے پھر کہا کہ حضرت مجھے بیعت ہونا ہے، حضرت نے فرمایا کہ ہاں ہاں ! ابھی اس کا وقت نہیں ہے اگلے گاؤں میں چلتے ہیں، اس طرح صبح سے شام ہوگئی، شام کو حضرت نے ان کو بیعت کرلیا،

بڑے بڑے علماء کرام بھی ساتھ تھے کہا کہ حضرت آپ نے نواب صاحب کو صبح سے شام تک دوڑایا، فرمایا کہ نواب صاحب کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے، ان کی انا کو فنا کرنے میں دس سے بیس سال لگ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسی ترکیب دل میں ڈالی کہ ایک ہی دن میں کام ہوگیا اور یہ فانی فی اللہ ہوگئے، انہوں نے مٹھائی کا ٹوکرا کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں اٹھایا تھا اور آج مٹھائی کا ٹوکرا لئے گاؤں در گاؤں گھومتے رہے، ان کا سارا تکبر ختم ہوگیا، ساری بڑائی ناک کے راستے سے نکل گئی، ان کا نفس اب مٹ گیا ہے، اب بیعت ہوئے ہیں تو ان کی اصلاح بھی انشاء اللہ جلد ہو جائے گی۔ آج کل تو ہم لوگوں کو پکی پکائی مل جاتی ہے، مجاہدہ تو ہوتا ہی نہیں جبکہ پہلے زمانے میں کتنا مجاہدہ ہوتا تھا۔

عفو و درگذر کرنے کا ثمرہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیارہ سال کی عمر میں جب حفظ کر کے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی زکریا! اب تمہاری ایک سال کی چھٹی، حضرت شیخ خوش خوش جب باہر جانے لگے تو فرمایا کہ رکو پوری بات سن لو ایک قرآن مجید روز ختم کرلیا کرو اس کے بعد چھٹی ہے تمہاری، اب جناب ایک قرآن کریم روز پڑھتے، تہجد میں شروع کرتے تھے اور گیارہ بجے فارغ ہوتے تھے، اس زمانے میں اللہ نے اوقات میں برکت رکھی تھی۔

ان کے والد کا مکتبہ یحیویہ کے نام سے ایک کتب خانہ تھا، اس میں ایک ملازم تھا بار بار غلطی کرتا تھا حضرت شیخ نے ان کو ایک دفعہ ڈانٹا دو دفعہ ڈانٹا تیسری دفعہ جب پھر غلطی کی تو حضرت شیخ کو غصہ آ گیا تو فرمایا کہ تیرا کتنا بھگتوں؟ روز روز یہ غلطی کرتا ہے۔ پیچھے سے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز آئی مولوی زکریا! جتنا اپنا بھگتوانا ہے قیامت کے دن اتنا بھگت لو۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت فرمایا کہ جا میں نے تیرا سب معاف کر دیا۔

آج افسوس ہے کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو سخت غصے میں آ جاتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم اس کو معاف کریں گے تو کل اللہ تعالیٰ بھی ہم کو معاف فرمائیں گے۔ تنبیہ تو کرو مگر ستاری بھی ہو۔ شریعت کا حکم ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کل ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ اس کو ذلیل کر کے رسوا کیا جائے۔ اس کے اندر جو ہدایت کی صلاحیت ہوتی ہے وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو اس لئے رسوا کر رہے ہیں تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔

ایک بادشاہ کے زمانے میں کوئی صاحب پکڑے گئے کسی غلط کام میں ملوث تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو تیسری منزل سے دھکا دو تا کہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی بڑا ہوشیار تھا اس نے کہا بادشاہ سلامت! آج سورج مشرق سے نکلا ہے یا مغرب سے؟ بادشاہ نے کہا کہ مشرق سے۔

اس نے کہا کہ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں، تجھے ضرور سزا دی جائے گی تاکہ لوگوں کو عبرت بھی تو ہو۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت! اسی رات اور بھی لوگوں نے یہ غلط کام کیا ہوگا آپ ان کو گرا کر مجھ کو عبرت کیوں نہیں دے دیتے؟ تو بادشاہ نے اس کو بری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تواضع کی حقیقت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ تکبر، بڑائی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ رائی کے برابر بھی جس کے دل میں بڑائی ہوگی جنت کی خوشبو اس کو نہ ملے گی۔ ❶

طہارت ایمان کا جزو ہے

﴿اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ﴾ ❷

بخاری شریف کی روایت ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ ❷ کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے،

---

❶ انظر التخريج السابق۔

❷ أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٥٥٦) في باب فضل الوضوء، قال: حدثنا إسحاق بن منصور، حدثنا حبان بن هلال، حدثنا أبان، حدثنا يحيى أن زيداً حدثه أن أبا سلام حدثه عن أبي مالك الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الطهور شطر الإيمان، والحمد لله تملأ الميزان، وسبحان الله والحمد لله تملآن، -أو تملأ- ما بين السماوات والأرض، والصلاة نور، والصدقة برهان، والصبر ضياء، والقرآن حجة لك أو عليك، كل الناس يغدو فبائع نفسه فمعتقها أو =

ایمان کا ایک جزو ہے۔ پورے کرۂ ارض پر کتنے مذاہب ہیں کسی مذہب میں صفائی کا اہتمام نہیں ہے جیسا کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اتنا صفائی کا اہتمام ہے کہ جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کردی اور پانچ وقت آپ وضو کرتے ہیں یا نہیں؟ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ تو پانچ وقت آپ کلی بھی کرتے ہیں، چہرہ بھی دھوتے ہیں، ہاتھ اور پاؤں بھی دھوتے ہیں، سر کا مسح بھی کرتے ہیں، گردن کا مسح بھی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ اعضاء جن پر گرد و غبار پڑتی ہے اور سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں اور ان کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے سب صاف ہو جاتا ہے۔ اور جو لوگ چاشت، اشراق، اوابین اور تہجد کا اہتمام بھی کرتے ہیں تو ان کی طہارت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

کتنی صفائی اسلام نے سکھائی جبکہ دنیا کے جتنے مذاہب ہیں ان میں اس کا تصور بھی نہیں ہے۔ بہت زیادہ اگر صفائی کرتے ہیں تو ٹشو پیپر استعمال کر لیتے ہیں اور اوپر سینٹ لگا لیتے ہیں، اندر بدبو بھری ہوتی ہے۔

= موبقها۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٢٢٩٥٣ ، ٢٢٩٦٠)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٨٨-١٨٩)، وفي الدعوات الكبير برقم (١٢٥)، وفي شعب الإيمان برقم (١٢ ، ٢٤٥٣ ، ٢٥٤٨)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٤٥٩)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٣٣٤٧)، والدارمي في سننه برقم (٦٥٣)، والبغوي في شرح السنة برقم (١٤٨)، وابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٣٧)۔

ایک دفعہ بیرون ملک کا سفر تھا پی آئی اے کے ٹکٹ ری کنفرم کرانے کے لئے میں کاؤنٹر پر گیا تو ایک گورا چڈا پہنے ہوئے آیا چڈے سے اس کے بال باہر نکلے ہوئے تھے، کنگی کر کے آیا تھا۔ بغل کے بال پیچھے کی طرف ایسے کئے ہوئے تھے کہ جیسے دو سینگ نکلے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی وہ کھڑا ہوا تو اتنی شدید بدبو آئی وہیں چکر آ گیا منیجر جانتا تھا جلدی سے اندر لے گیا اندر لے جا کر لٹا دیا اور سیون اپ وغیرہ پلائی اور کہا کہ ہم بھی دور رہ کر ان کا کام کرتے ہیں اس لئے کہ ان سے اتنی بدبو آئی ہے ان کو پتا ہی نہیں کہ صفائی کس چیز کا نام ہے؟ اب بتایئے! اسلام میں کتنا صفائی کا اہتمام ہوتا ہے۔ بیت الخلاء میں استنجاء کے لئے ٹشو پیپر استعمال کرنے کے بعد پانی سے دھونا بھی ضروری ہے تاکہ نجاست اچھی طرح سے صاف ہو جائے۔ ان کے ہاں ان چیزوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اسلام میں نظافت کی اہمیت

ایسے ہی وہ مسلمان جو بے نمازی ہیں ان کو بھی ان مسائل کا علم نہیں ہے ان کو بھی صفائی کا پتا ہی نہیں ہے، یہاں تک کہ ایک صاحب چوّن سال ان کی عمر، باریش تھے میں نے کہا غسل کے کیا فرائض ہیں تو انہوں نے کہا کہ غسل تو کبھی کبھی کرتا ہوں، پچھلے مہینے غسل کیا تھا۔ میں نے کہا گھر میں بیوی ہے؟ تو پوچھتے ہیں کہ کیا اس کے بعد غسل کرنا ضروری ہے؟ لوگوں کو تو غسل کے فرائض کا بھی علم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ میری امانت کو واپس نہیں کریں گے قیامت کے دن میں ان سے مواخذہ کروں گا۔ پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! امانت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب غسل واجب ہوجائے تو فوراً غسل کرلے، یہ امانت ہے۔ ❶

کیلیفورنیا میں ایک دھوبی صرف اس بات پر مسلمان ہوا کہ والد صاحب کے پاس آکر اس نے کہا کہ میرے پاس کپڑے گوروں کے بھی

---

❶ أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٢٩) في باب في المحافظة على على وقت الصلوات، قال: حدثنا محمد بن عبد الرحمن العنبري، حدثنا أبو علي الحنفي عبيد الله بن عبد المجيد، حدثنا عمران القطان، حدثنا قتادة وأبان كلاهما عن خليد العصري، عن أم الدرداء، عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس من جاء بهن مع إيمان دخل الجنة، من حافظ على الصلوات الخمس على وضوئهن وركوعهن وسجودهن ومواقيتهن، وصام رمضان، وحج البيت إن استطاع إليه سبيلاً، وأعطى الزكاة طيبة بها نفسه، وأدى الأمانة، قالوا: يا أبا الدرداء! وما أداء الأمانة؟ قال: الغسل من الجنابة۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٢٤٩٥)۔

وروي عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة، وأداء الأمانة، كفارة لما بينها، قلت: وما أداء الأمانة؟ قال: غسل الجنابة، فإن تحت كل شعرة جنابة۔

أخرجه ابن ماجه في سننه برقم (٥٩٨) في باب تحت كل شعرة جنابة، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٢٤٩٣)، والشاشي في مسنده برقم (١١٤٥)۔

آتے ہیں اور مسلمانوں کے سوٹ بھی آتے ہیں لیکن مسلمانوں کے کپڑوں سے خوشبو آتی ہے تو میں نے سوچا کہ ان کے کپڑوں سے اتنی بدبو کیوں آتی ہے اس لئے کہ ٹشو پیپر سے آگے بڑھتے ہی نہیں کہ پانی کو کون ہاتھ لگائے۔

ناظم آباد میں ایک بڑے میاں پان بیچا کرتے تھے، ان کا نام بھی بہت مشہور تھا جب ان کی اہلیہ ان کو نہلاتی تھی تو بہت چیخ مار کے روتے تھے تو صبح اٹھ کر ہم لوگ پوچھتے تھے کہ بڑے میاں! خیریت؟ رات چیخنے کی آواز آ رہی تھی۔ تو کہتے کم بخت نے کل پھر نہلانے کا ارادہ کرلیا تھا اور گلاس سے پانی پھینک پھینک کر مجھے گیلا کر رہی تھی، پھر آخر میں بالٹی ہی پوری بہادی تو میں چیخوں گا نہیں تو اور کیا کروں گا؟ دس دفعہ اس کو سمجھایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو گھر والوں نے نہلا دیا تھا اور مروں گا تو پھر نہلا دینا مگر یہ درمیان میں مجھے بار بار مت نہلاؤ۔ تو بچپن ہی سے صفائی کا اہتمام و انتظام ہونا چاہئے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں جن کے ہاں صفائی کا وجود ہی نہیں ہے۔

ابھی میں ایک رسالہ میں پڑھ رہا تھا کہ یورپ نے گدھے کے پیشاب سے ایک پرفیوم بنایا ہے تاکہ انسان کی بدبو کا پتہ ہی نہ چلے کہ اس کے جسم میں بھی بدبو ہے، یہ ترقی کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کتنی قسم کے عطورات عطا کئے ہیں۔ حرمین شریفین جائیے ایک سے ایک بڑھ کے عطر ملے گا، عطر کی ہزاروں اقسام ہیں۔ اور گوروں کے ہاں استنجاء کیا

اور بس۔ ایک لوٹا پانی کا استعمال کرنے کی بھی زحمت نہیں کرتے اور اس کے بعد اوپر سے پرفیوم لگا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس یہی صفائی ہے۔ لیکن اسلام نے ہمیں کتنی صفائی سکھائی۔ اب دیکھئے! کھانے پینے سے کچھ ذرات جو دانتوں میں رہ جاتے ہیں اس سے منہ سے بدبو آنے لگتی ہے تو مسواک کرنے کا حکم ہے مسواک کرکے نماز پڑھو اور مسواک کرنے سے ستر گنا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ [1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اور سکھا بھی دیا کہ کس طرح مسواک کی جائے؟ جب اس طریقے کے مطابق آپ مسواک کریں گے تو کہیں بدبو نہ رہے گی۔ منہ سے بھی خوشبو آرہی ہے، جسم سے بھی خوشبو آرہی ہے، کپڑوں سے بھی خوشبو آرہی ہے، ایک ایمانی خوشبو وہ تو آ ہی رہی ہے لیکن ظاہری خوشبو بھی آرہی ہے۔ حدیث شریف

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده برقم (٢٦٣٨٣) قال: حدثنا عبد الله، حدثني أبي، ثنا يعقوب، قال: ثنا أبي، عن ابن إسحاق، قال: وذكر محمد بن مسلم بن شهاب الزهري، عن عروة بن الزبير، عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: فضل الصلاة بالسواك على الصلاة بغير سواك سبعين ضعفاً۔

وأخرج البزار في مسنده برقم (١٠٨-١٠٩)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٦٤)، وفي شعب الإيمان برقم (٢٥١٩)، وابن خزيمة في صحيحه برقم (١٣٧)، والحاكم في المستدرك برقم (٥١٥) مثله۔

میں آتا ہے کہ جب سردی کے موسم میں جب بندہ وضو کرتا ہے تو اور سردی سے اس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں [1] تو اسلام کے اندر صفائی ہی صفائی ہے۔

گھر کے باہر کوڑا پھینکنا یہود ونصاریٰ کی علامت ہے

ہمارے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ جہاں بھی تشریف لے جاتے تو پہلے دروازے کے باہر جھانک کر دیکھتے تھے کہ کوڑا تو نہیں پڑا ہے فرماتے تھے کہ یہ یہود ونصاریٰ کی علامت ہے مسلمان کی علامت یہ ہے کہ اس کے گھر کے باہر بھی کوڑا نہیں ہونا چاہئے کتنی صفائی شریعت نے سکھائی لیکن آج کل ہم لوگ بس بڑی مشکل سے وضو کر لیتے ہیں اور ہفتے میں ایک دن ذرا ہمت کر کے پانی کے نیچے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلے ایک امریکن ائیر لائن چلتی تھی اب وہ ختم ہو گئی ایک سردار جی میرے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ باتیں کرنے لگے کہ آپ کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ تو اس نے ایک دم جب بغل کو ذرا سا اوپر کیا تو اوہو!

---

[1] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه برقم (٥٢) قال: حدثنا قبيصة بن عقبة، عن حماد بن سلمة، عن علي بن زيد، عن أبي عثمان، قال: كنت مع سلمان فأخذ غصناً من شجرة يابسة فحته، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من توضأ فأحسن الوضوء، تحاتت خطاياه كما يتحات الورق۔

میری تو حالت خراب ہوگئی، میرے پاس عطر کی شیشی تھی فوراً کھول کر میں نے اپنے ناک پر لگایا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے جی؟ میں نے کہا کہ یہ بہت خاص چیز ہے جو تمہارے کام کی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کس قدر پاکیزہ بنایا ہے، ایمان کی دولت سے نوازا، پھر پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ پانچ وقت تو وضو کرنا ہی کرنا ہے سفر میں ہو یا حضر میں اور اگر سردی کا موسم ہے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ ایک دفعہ مکمل وضو کرنے کے بعد چمڑے کا موزہ پہن لو پھر مقیم کے لئے تو ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر تین دن اور تین رات تک اس پر مسح کرسکتا ہے۔ اور پاؤں اس کے اندر سردی سے محفوظ ہیں ۔لیکن غیر مسلم کے ہاں صفائی کا بالکل اہتمام نہیں ہے ان کو پتا ہی نہیں کہ نظافت کس چیز کو کہتے ہیں؟ اب آہستہ آہستہ عقل آرہی ہے۔

سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا چاہیئے

حدیث پاک میں آتا ہے کہ:

﴿مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ﴾ [1]

---

[1] أخرجه أبو داود في سننه برقم (٤٩٥) في باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، قال: حدثنا مؤمل بن هشام - يعني اليشكري- حدثنا إسماعيل، عن سوار أبي حمزة - قال أبو داود: أبو حمزة المزني الصيرفي - عن عمرو بن شعيب عن أبيه=

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز کے لئے ذرا سختی بھی کرو، ضرب یضرب کی گردان بھی کرو اور ان کے بستر علیحدہ کر دو۔ کیا مطلب جب سات سال سے حکم کریں گے اور دس سال تک وہ نماز پڑھے گا تو وہ خود عادی ہو جائے گا۔

آج ہم اپنے بچوں سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن نماز کے لئے نہیں جگاتے، کہتے ہیں ابھی سونے دو یہ بڑا ہو گا تو خود ہی نماز شروع کر دے گا **مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ** [1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو حکم کرو کہ جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور **وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ** [1] اور جب دس کے ہو جائیں تو ذرا پٹائی بھی کرو۔ سب سے پہلے قیامت کے دن سوال و جواب نماز کے بارے میں ہوگا۔ افسوس یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ

= عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين، وفرقوا بينهم في المضاجع۔

وأخرجه البغوي في شرح السنة برقم (٥٠٥)۔

وروى أبو داود في سننه برقم (٤٩٤) عن عبد الملك بن الربيع بن سبرة عن أبيه عن جده قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: مروا الصبي بالصلاة إذا بلغ سبع سنين، وإذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها۔

[1] انظر التخريج السابق۔

آج کل نمازوں میں سستی کرتے ہیں، خصوصاً فجر کی نماز میں کہتے ہیں کہ صاحب میں تو معذور ہوں مجھ سے اٹھا ہی نہیں جاتا لیکن جب ان کا سفر ہو اور فلائٹ ہو چار بجے تو جناب نہا دھو کر خوشبو وغیرہ لگا کر جب میں باہر نکلتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ ٹہل رہے ہیں۔ میں کہا بھئی آپ تو معذور تھے عذر کہاں چلا گیا؟ کہا کہ بس سفر کی ذرا فکر تھی۔ میں نے کہا کہ دین بھی اسی فکر کا نام ہے کہ فکر پیدا ہو جائے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو آپ کو انشاء اللہ الارم لگانے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ الحمد للہ ساٹھ سال کی عمر ہو گئی آج تک الارم نہیں لگایا۔ نہ الارم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ گھر والے بھی کہتے ہیں رمضان المبارک میں کہ سحری کے وقت جگا دینا تمہاری آنکھ تو ایسے بھی کھلتی رہتی ہے تم تو سوتے نہیں جاگتے رہتے ہو تو ایک فکر ہوتی ہے آدھے گھنٹے بعد آنکھ کھلے گی گھڑی میں دیکھیں گے کہ ابھی کتنی دیر ہے اذان میں اور پھر آدھے گھنٹے کے بعد اسی طرح سے صبح ہو جاتی ہے اور الحمد للہ نیند بھی پوری ہو جاتی ہے بس فکر پیدا ہو جائے تو سب کام آسان ہیں تو جو صاحب کہتے ہیں کہ میں معذور ہوں اٹھ نہیں سکتا اگر ان کا نکاح ہو اور قاضی صاحب کہیں کہ میں بھی معذور ہوں اور آپ بھی معذور ہیں دو معذوروں کا اجتماع ہو گیا ہے۔ میری معذوری یہ ہے کہ میں فجر سے پہلے نکاح پڑھا سکتا ہوں اس کے بعد میرے پاس وقت نہیں ہے آپ بتائیے کہ دولہا صاحب کیا کہیں گے رات بھر سوئیں گے ہی نہیں رات بھر تسبیح لے کر مسجد ہی میں بیٹھے رہیں گے کہ

ایسا نہ ہو کہ قاضی صاحب آ جائیں اور میری آنکھ لگ جائے۔ ایک بیوی کے لئے تو ساری رات نیند نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس کے پاس لوٹ کر ہمیں جانا ہے اس کے احکامات کی تعمیل کے لئے کتنی فکر ہونی چاہئے۔ کتنی بڑی سعادت ہے کہ ہم جیسے نالائقوں کو کہ پیٹ میں دو کلو پاخانہ بھرا ہوا ہے لیکن وضو کر کے ظاہر میں پاک صاف ہو کر ہم اللہ کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں اور جن کی عقلوں میں فتور آ گیا ہے کہ ان کو دیکھئے کہ ائیر پورٹ پہ مشین سے گذرنے کے بعد امیگریشن سے لے کر اگلے کاؤنٹر تک کوئی لیکوئیڈ چیز نہیں لے جا سکتے پوری دنیا میں یہ قانون بنا دیا حتی کہ عطر کی شیشی بھی نہیں لے جا سکتے۔ مولانا عبد الحمید صاحب ساؤتھ افریقہ والے جب تشریف لے جا رہے تھے تو ان کے ساتھ منرل واٹر کی بوتل تھی انہوں نے کہا کہ نہیں اسے لے جانا بھی الاؤ نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ یہ تو پانی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں بس اوپر سے آرڈر آ گیا ہے کہ کوئی لیکوئیڈ چیز ادھر سے نہ گذرے مولانا نے کہا پیٹ کے اندر جو یہ فاسد مادہ دو کلو کا بھرا ہوا ہے اسے کہاں لے جا سکتے ہو تو وہ بھی ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ بس جو آرڈر آ جاتا ہے تو پھر اس پر چلنا پڑتا ہے۔

سنت کی اہمیت

سنت میں اللہ نے برکت رکھی ہے اب دیکھو! پلیٹ چاٹنے کی کتنی صفائی ہے جو لوگ سنت کے مطابق کھانا کھاتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ پلیٹ

دھلی ہوئی ہے اور جو سنت کے خلاف کھاتے ہیں سالن بیچ میں چھوڑ دیتے ہیں کھانا بھی ایسے ہی پڑا ہوا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ انگلی چاٹنے کی سنت بھی ادا نہیں کرتے، انگلی چاٹنے سے کھانا ہضم ہوتا ہے۔ جب ان کو پتا چلتا ہے کہ سنت میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے کھانا ہضم ہوتا ہے انگریز نے جب لکھا تو سب نے انگلی چاٹنا شروع کردی۔ چمچے سے کھانا جائز ہے، پتلی چیز ہے تو چمچے سے کھا سکتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں جب انگریز آئے دیکھنے کے لئے تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سامنے کھانے کا انتظام ہوا انہوں نے بغیر چمچے سے کھانا شروع کیا تو انگریزوں نے سمجھا کہ شاید چمچے ختم ہوگئے ہیں انہوں نے جلدی سے ایک چمچہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں ہے، میرے اللہ نے مجھے قدرتی چمچہ دیا ہوا ہے اور میرا چمچہ ایسا ہے کہ جو کھانے کی حرارت کو بھی بتاتا ہے اور ہر طرف مڑ بھی جاتا ہے اور وہ مقدار بھی بتادیتا ہے کہ منہ میں کھانا رکھنے کے قابل بھی ہی یا نہیں؟ منہ کو جلنے سے بھی بچاتا ہے اور ایک تمہارا چمچہ ہے کہ تمہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ کتنا گرم کھانا ہے کتنی بار تمہارا منہ جل جاتا ہے۔ پھر ترجمہ کرکے جب انگریزی میں سمجھایا گیا تو سب نے کہا کہ اوہ، ویری گڈ۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے جب شروع شروع میں تبلیغی جماعت کا کام شروع کیا تھا تو وہاں میوات میں نئی نئی سڑکیں بن رہی تھی تو برٹش گورنمنٹ کے انگریز بھی آئے ہوئے تھے جو سڑکیں بنوا رہے تھے تو

وہاں ایک بڑے میاں سڑک کے کنارے انہوں نے چھپر کا ہوٹل بنایا ہوا تھا اس میں چائے بنا رہے تھے تو ایک انگریز وہاں جا کے کہتا ہے کہ پلیز ون کپ ٹی، اور اس علاقے میں کپٹی گالی ہے جیب کترے کو کہتے ہیں تو بڑے میاں کو غصہ آیا کہ خبیث کہیں کا تو کپٹی ہوگا تیرا باپ کپٹی ہوگا۔ تو اس نے پھر کہا کہ ون کپ ٹی تو بڑے میاں نے وہ ڈنڈا نکالا جس سے چولہے میں آگ لگی ہوئی تھی۔ تو لوگوں نے پکڑ لیا اور کہا کہ یہ چائے مانگ رہا ہے تو بڑے میاں نے کہا کہ اچھا تو یہ سیدھی زبان میں کیوں نہیں بولتا۔ خیر اس کے بعد اس نے ایک کپ چائے دی تو وہ انگریز سخت سردی میں کانپ رہا تھا اس کو مزہ آیا تو اس نے کہا کہ ویری گڈ، تو بڑے میاں نے کہا کہ کم بخت گڑ کی نہیں ہے یہ چینی کی ہے۔

تو شریعت نے کتنی صفائی اور کتنی پاکیزگی سکھائی صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم ہے اس لئے کہ پتا نہیں نیند میں کہاں کہاں ہاتھ گیا تھا؟ ہاتھ دھونے کے بعد اب پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال سکتے ہیں لیکن انگریزوں کے ہاں کچھ نہیں ایک بڑا سا ٹب ہوتا ہے ان کے ہاں اس میں بیٹھ جاتے ہیں ساری نجاست نکل کر ناک سے لگتی ہے کان سے لگ رہی ہے اور ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ اور کون صاف ستھرا ہو سکتا ہے اور اپنے آپ کو مہذب قوم کہتے ہیں اور تہذیب نام کی کوئی چیز ان کے ہاں ہے ہی نہیں اور ہم لوگوں کو کیا کہتے ہیں بنیاد پرست، الحمدللہ کفار

کے منہ سے بھی ہمارے لئے تمغہ حلالیت نکلتا ہے کہ یہ بنیاد پرست ہیں یعنی ان کی بنیاد مضبوط ہے کہ اپنے باپ کی حلالی اولاد ہے لیکن اگر ان کے ہاں کسی نے پوچھ لیا کہ فادر نیم؟ تو یہ اتنی بڑی گالی ہے کہ اس سے بڑی کوئی گالی نہیں کہ باپ کا نام کیوں پوچھا؟ کہ میری ماں کے پاس تو چالیس پچاس بدمعاش گھومتے رہتے تھے مجھے کیا پتہ کہ میں کس کا نطفہ ہوں لیکن ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ سے تمغہ حلالیت نکال دیا کہ وہ ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں۔ ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ الحمدللہ ہم بنیاد پرست ہیں اس لئے ہمیں اپنے ماں باپ سے محبت ہوتی ہے۔

اسلام میں خواتین کا مقام

آپ دیکھیں کہ اسلام میں جتنا باپ بوڑھا ہوتا ہے، ماں بوڑھی ہوتی ہے اتنی زیادہ ان کی خدمت کی جاتی ہے۔ جیسے جب کوئی بھی پھل زیادہ پک جاتا ہے تو مٹھاس زیادہ ہوتی ہے ایسے ہی ماں باپ کی محبت میں اور ان کی خدمت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کی حکمرانی ہوتی ہے گھر میں، مسلمان عورت نانی ہے، دادی ہے ایک تخت پر بیٹھی ہے اور تسبیح پڑھ رہی ہے اور ڈانٹ رہی ہے کہ آج کھانا یہ پکے گا اور انگریزوں کے ہاں پولٹری فارم میں پہنچا دیتے ہیں اور پھر کرسمس کے موقع پر جا کر ایک کیک پہنچا دیتے ہیں اب وہ وہاں روتے رہتے ہیں کہ ساری زندگی کما کر اس کو پڑھایا اور آج یہ سال کے بعد آیا ہے دیکھنے کے لئے اور دو منٹ بھی نہیں ٹھہرا کیک رکھا اور

فوراً وہاں سے روانہ ہوگیا۔

ہمارے یہاں اسلام آباد میں ایک بہت بڑے افسر بائیس گریٹ کے بتارہے تھے کہ میں جب نیویارک گیا اور میٹنگ کے اندر انہوں نے میری داڑھی دیکھی تو انہوں نے سوالات شروع کیے کہ آپ کے ہاں عورتوں کو بڑا ذلیل کیا جاتا ہے اس نے کہا کہ اسلام نے عورت کو جو عزت دی ہے تم لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ مسلمانوں کے گھر میں عورت کسی کی بہن ہے تو بہن کی عزت کی جاتی ہے، بھابھی ہے تو اس سے شرعی پردہ ہورہا ہے اس سے اس کی عزت ہے۔ پھوپھی ہے والد کی بہن ہے اس کے لئے ہدیہ تحفہ لائے جارہے ہیں۔ ماں ہے اس کے پاؤں دبارہے ہیں کہ ماں کے قدموں کے نیچے تو جنت ہے۔ (1) ابو کے سر کی تیل سے مالش ہورہی ہے۔ میری والدہ ہمیشہ چارپائی ایسی جگہ بچھاتی تھیں کہ رات گیارہ بجے جب میں گھر واپس جاؤں تو نظر پڑجائے اس کے بغیر سوتی نہیں تھیں،

---

(1) كما في الحديث الذي أخرجه النسائي في سننه المجتبى برقم (٣١٠٤) في باب الرخصة في التحلف لمن له والدة، عن معاوية بن جاهمة السلمي أن جاهمة جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أردت أن أغزو، وقد جئت أستشيرك، فقال: هل لك من أم؟ قال: نعم، قال: فالزمها، فإن الجنة تحت رجليها۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٤٤٩)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة برقم (٥٤٩٢)۔

انہیں نیند نہیں آتی تھی ۔ اور کہا کہ ہمارے ہاں عورت جتنی بوڑھی ہوتی ہیں اس کا احترام اتنا ہی بڑھ جاتا ہے اور اس کی حکومت چلتی ہے گھر میں کہ جو وہ کہتی ہے وہی کھانا پکتا ہے اور تمہارے ہاں میٹنگ ہو رہی ہے میں پاکستان سے آیا ہوں میرے ساتھ کوئی لیڈیز نہیں ہے اور تمہارے ساتھ یہ ستر ستر سال کی لیڈیز قلم لے کے بیٹھی ہوئی ہیں ، یہ بیچاریاں اگر نوکری نہ کریں تو ان کو کھانے کو نہیں ملتا اور ان کو تم نے نیکر پہنایا ہوا ہے اور خود تھری پیس سوٹ میں ہو ان کے تو کپڑے تک اتار دیئے ہیں ، تم نے ان کے ساتھ جو ظلم کیا ہے اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے ۔ ان کی تقریر سن کر ساری بوڑھیاں کھڑی ہوگئیں اور کہا او کے رائٹ ، آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں ۔ ان لوگوں نے جو ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے ایک جگہ ہم نوکری کرتے ہیں آٹھ گھنٹے تو مکان کا کرایہ دیتے ہیں اور دوسری نوکری ان کے پی اے لگی ہوئی ہیں ۔ ہمارے ہاتھ کانپ رہے ہیں مجبوراً نوکری کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑتا ہے ۔

ساؤتھ افریقہ میں جب ہم ایک پارک میں گئے تو ہماری اہلیہ برقعہ میں تھیں اور ہمارے مفتی حسین بھیات صاحب کی اہلیہ بھی برقعہ میں تھیں تو انگریز عورتیں آکر جمع ہوگئیں دیکھنے کے لئے کہ یہ برقعہ کے اندر مصیبت میں تو نہیں ہیں ؟ تو ان کو افریقہ کی زبان آتی تھی انہوں نے تقریر شروع کر دی کہا کہ ہم لوگ تو گھر کی ملکہ ہیں بادشاہت ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے لئے دیکھو خیمہ لگایا گیا ہے اور قنات لگائی گئی ہے اور پھر ان کو دکھایا کہ یہاں سے

وہاں تک دسترخوان ہمارے لئے اور ہمارے بچوں کے لئے لگایا گیا۔ یہ ہمارے شوہر باہر سے کھانا لا کر ہمیں سپلائی کر رہے ہیں اور پہنچا رہے ہیں اور کھائیں گے ہم لوگ اور جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی گڈی نکال کر دیکھائی اور کہا کہ خرچ کے لئے الگ پیسہ ملتا ہے تو انہوں نے جا کر اپنے شوہروں کو گالیاں دینا شروع کر دیں، اچھی خاصی لڑائی شروع ہو گئی کہ تم لوگ کہتے تھے یہ مصیبت میں ہیں یہ تو عیش سے بھری ہوئی ہے اور پکا کر چیزیں ساتھ لائیں ہیں اور ان کے لئے پردے کا انتظام صفائی ستھرائی کے ساتھ اور ان کے لئے سب کچھ ہے اور ان کا جیب خرچ اس کے علاوہ ہے۔

ایک بڑھیا نے آکر بتلایا کہ مجھے ٹھوکر لگ گئی اور میں گر گئی چوٹ لگ گئی اور خون نکلنے لگا تو میں نے شوہر سے کہا کہ میری مدد کر تو کہنے لگا کہ خود ہی زور لگاؤ اور خود ہی کھڑی ہو اپنا سامان اور اپنے شوہر کا سامان بھی اس کے کندھے پر ہے بالکل جانوروں جیسی زندگی ہے أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ [1]

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اسلام کی دولت عطا فرمائی مسلمان گھرانے میں پیدا کیا ہم لوگوں کی جو آپس میں محبت ہے اس کا وہاں کوئی تصور نہیں کر سکتا۔

کسی مسلمان کی نماز جنازہ بے وضو پڑھنا جائز نہیں

شیخ عبدالحق ضیاء صاحب حضرت والد صاحب کے خلیفہ بھی تھے

---

[1] الأعراف: ۱۷۹

روتے رہتے تھے میں نے پوچھا کیوں روتے ہیں تو کہا کہ اب اللہ والوں سے تعلق ہو گیا اب انشاء اللہ مرنے کے بعد میری نماز جنازہ سب باوضو ہو کر پڑھیں گے اور لوگ میرے لئے دعا بھی کریں گے، ایصالِ ثواب بھی کریں گے ورنہ جتنے سرکاری جنازے ہوتے ہیں سب بے وضو ہوتے ہیں۔

ہمارے استاذ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک مرکزی وزیر آئے اور کہا کہ حضرت ذرا جلدی چلیے کہ آئی جی صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور ان کا انتقال ہو گیا ہے ان کا جنازہ پڑھانا ہے۔ حضرت نے کہا کہ اچھا! میں ذرا وضو کر کے آتا ہوں پھر چلتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وضو کی ضرورت نہیں ہے اس نے کون سا جنت میں جانا ہے؟ سب بے وضو ہی کھڑے ہوں گے، آپ فکر نہ کریں۔ حضرت کو اتنا غصہ آیا کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بھئی میں تو ایسا جنازہ نہیں پڑھاتا میں تو وضو کر کے پڑھاؤں گا کلمہ گو مسلمان تو ہے۔ کہا کہ ہاں مسلمان تو ہے مگر کچھ کرتوت ایسے تھے کہ بہت مشکل ہے اس کا جنت میں جانا۔ آپ وہاں چل کے دیکھیں گے کہ آفس سے لوگ نکلتے ہیں اور وہیں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اب کون بوٹ اتارے اور وضو کرے؟ ان سب چکروں میں کون پڑے؟ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اللہ نے اپنے گھر آنے کی توفیق عطا فرمائی نیک صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پانچوں وقت وضو کرنے کی اور صفائی کی توفیق عطا فرمائی۔ اور کتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے

عطا فرمائیں جتنا ہم شکرادا کریں کم ہے۔ ورنہ آج پرشاد، بھگوان داس نام ہوتا۔

محمد نام رکھنے پر جنت کی بشارت

الحمدللہ کہ مسلمان گھر میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور کتنے لوگ اسی نام کی برکت سے جنت میں جائیں گے:

﴿مَنْ وُّلِدَ لَهُ مَوْلُوْدٌ ذَكَرٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِيْ وَتَبَرُّكًا بِاسْمِيْ كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهُ فِي الْجَنَّةِ﴾ [1]

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ وہ لوگ الگ ہو جائیں جن کے نام کے ساتھ محمد لگا ہوا ہے، اس نام کی برکت سے تم سب جنت میں جاؤ۔ اس لئے محمد نام ضرور رکھنا چاہئے۔ ایک مرتبہ عمرہ کے لئے حرمین شریفین حاضری ہوئی بہت پہلے کی بات ہے تو جب اپنا پاسپورٹ دیا تو اس

---

[1] قال أبو الحسن الكناني في كتابه "تنزيه الشريعة المرفوعة" (١/١٩٨ ط: دار الكتب العلمية): حديث: من ولد له مولود فسماه محمداً تبركاً كان هو ومولوده في الجنة (ابن بكير) في جزئه في فضل من اسمه أحمد ومحمد، من حديث أبي أمامة، وفي إسناده من تكلم فيه (تعقب) بأنه أمثل حديث ورد في الباب وإسناده حسن (قلت) لا، فإن الذهبي قال في تلخيصه: المتهم بوضعه حامد بن حماد بن المبارك العسكري شيخ ابن بكير، وكذلك قال في الميزان في ترجمة حماد، وقد ذكر هذا الحديث: وهو آفته، وأقره الحافظ ابن حجر في اللسان، لكني وجدت له طريقاً أخرى، أخرجه منها ابن بكير أيضاً، والله أعلم.

میں میرا نام محمد مظہر لکھا تھا اور اسی طرح ابراہیم کے پاسپورٹ میں محمد ابراہیم لکھا تھا تو وہ سعودی کہتا ہے کُلُّ مُحَمَّد. میں نے کہا الحمدللہ! جب میں نے کنز العمال کی روایت نقل کی تو اس نے فوراً ڈائری نکالی اور کہا اس حدیث شریف کو اس میں لکھ دیجئے۔ پھر باہر تک پہنچانے آیا اور واپسی پر پھر وہ ملا اور پوچھتا ہے کہ أَعَرَفْتَنِي؟ میں نے کہا لَا، تو کہتا ہے کہ إِنَّكَ تُبَدِّلُ اسْمِي بِمُحَمَّدٍ کہ آپ نے میرا نام تبدیل کیا اور محمد رکھا۔ عربوں میں یہ ہے کہ جب وہ کوئی حدیث سن لیں تو پھر چوں چرا نہیں کرتے فوراً اس پر عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اس حدیث پاک اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ [1] پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی نمازوں اور تمام عبادات کو بھی قبول فرمائے۔

جنت جانے کا فرسٹ کلاس کا ٹکٹ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ [2]

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام ہوں یا اصحاب علم ہوں یا تبع تابعین ہوں یا علماء کرام ہوں یا محدثین ہوں یا فقہاء ہوں سب اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں قیامت تک تفسیر لکھتے رہیں

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ٢٨٥

[2] التوبة: ١١٩

لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اتنے عظیم ہیں اس کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اگر ساری دنیا کے اشجار کو قلم بنا دیا جائے اور سمندر کا پانی اور دریاؤں کا پانی سیاہی بن جائے تو لکھتے لکھتے سیاہی ختم ہو جائے گی، پانی ختم ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ختم نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے اور ہم لوگ محدود ہیں جیسے ایک گلاس کے اندر مٹکے کا پانی نہیں آسکتا مٹکے کے اندر تالاب کا پانی نہیں سما سکتا اور تالاب کے اندر دریا کا پانی نہیں سما سکتا اور دریا کے اندر سمندر کا پانی نہیں سما سکتا جبکہ سب کے سب مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے ساری کائنات کو اسی نے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، انسان کے بس میں ہے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کما حقہ بیان کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر اپنے بندوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! جیسے شفیق باپ جن بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پیارے بیٹو! ذرا میری بات کو غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہے، ماں باپ ہمارے خالق نہیں ہیں، ماں باپ تو ایک تخلیقیت کا ذریعہ بن گئے، اصل پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، ماں کو نہیں پتہ کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے یہ کالا ہے یا گورا؟ آنکھیں کیسی ہیں؟ اس کو کچھ خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خطاب فرمایا جو ایمان لا چکے ہیں۔ ایمان کس چیز کا نام ہے؟

ایمان نام ہے جنت کے ٹکٹ کا۔ الحمدللہ پورے مجمع میں سے کے پاس جنت کا ٹکٹ موجود ہے جس کی وجہ سے مسجد میں آنے کی اجازت ملی اگر جنت کا ٹکٹ نہ ہوتا تو باہر گیٹ پر روک دیا جاتا کہ آپ مسجد میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہیں، اللہ کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتے، پہلے کلمہ پڑھو پھر اس کے بعد داخل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا کہ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا تو ہم سب اس میں داخل ہو گئے، ہم سب کے پاس ایمان تو ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے میرے پاس اگر مال دولت ہو تو میں فرسٹ کلاس کا ٹکٹ خریدلوں اور میرا کمرہ ہوائی جہاز میں فرسٹ کلاس کا ہو، وی آئی پی اور راحت کے ساتھ سفر ہو، دل چاہتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی جنت میں جانے کے لئے فرسٹ کلاس کی ٹکٹ ہونی چاہئے۔ وہاں کا وی آئی پی سفر ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم چاہتے ہو تمہارا فرست کلاس کا وی آئی پی ٹکٹ ہو تو اِتَّقُوْا اللّٰہَ تقویٰ اختیار کرو، کیا مطلب؟ گناہوں سے بچو، اِتَّقُوْا جمع امر کا صیغہ نازل فرمایا اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع کے اندر دو زمانے پائے جاتے ہیں حال اور استقبال۔ یعنی حال میں بھی تقویٰ کے ساتھ رہو اور آئندہ بھی تقویٰ کے ساتھ زندگی گذارنے کی کوشش کرو۔ لیکن اگر تمہارا تقویٰ ٹوٹ جائے تو توبہ صادقہ اور عزم علی التقویٰ سے پھر متقی ہو جاؤ۔

تقویٰ پر قائم رہنے کا آسان طریقہ

ایک شخص نے مجدد زمانہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو لکھا کہ حضرت متقی رہنا بہت مشکل ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ باوضو رہنا کیسا ہے؟ اس نے کہا حضرت! وہ تو بہت آسان ہے، جب وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کرلو۔ تو فرمایا کہ یہ تقویٰ بھی وضو کی طرح ہے جب ٹوٹ جائے تو اللہ سے گڑگڑا کے معافی مانگ لو اور پھر سے متقی ہو جاؤ۔ جیسے باوضو رہنا آسان ہے ایسے ہی متقی رہنا بھی آسان ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام تو معصوم ہیں امت کا اجماع ہے، ان سے تو گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی تمام انسانوں سے کوتاہی ہوسکتی ہے، کبھی زبان سے جھوٹ نکل جائے گا کبھی کسی کی غیبت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ ایک بہت بڑے محدث طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! مجھے معصوم بنا دے تو آسمان سے آواز آئی میں نے اپنے تک پہنچنے کے دو راستے رکھے ہیں۔ جو تقویٰ سے نہیں مجھ تک پہنچ سکتا تو توبہ کے ذریعے آ جائے، لہٰذا ایک ہی دروازہ مقرر نہیں کرنا چاہئے، تقوی پر قائم نہ رہ سکے تو فوراً توبہ کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ کتنے ملین انسانوں کا پیشاب و پاخانہ سمندر میں جا کر گرتا ہے مگر جب ایک لہر آتی ہے تو سب بہا کر لے جاتی ہے اور وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے اور وہاں بیٹھ کر وضو کرنا

جائز ہے سمندر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنی مخلوق ہے اس میں جب یہ اثر ہے تو خالق کائنات کی رحمت کو جب جوش آئے گا تو اس وقت کیا حال ہوگا؟

دریائے رحمت کو جب جوش آئے گا تو اس وقت کیا عالم ہوگا؟

جنت میں جانے والے پانچ جانور

ایک روایت میں آتا ہے کہ کوئی جانور جنت میں داخل نہیں ہوگا سوائے پانچ جانوروں کے اور ایک روایت میں ہے کہ دس جانور جائیں گے۔ آپ بتایئے کہ جانوروں کے لئے جنت تو پیدا ہی نہیں کی گئی لیکن جنت میں ان کا داخلہ کیوں ہوگا؟ اس لئے کہ انبیاء کرام سے ان کی نسبت ہوگئی یا اولیاء کرام کے ساتھ ان کو نسبت ہوگئی اس نسبت کی وجہ سے وہ جنت میں جائیں گے۔ سب سے پہلا جانور جو جنت میں جائے گا نَاقَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اونٹنی جس پر سوار ہوکر آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ دوسرا جانور كَبْشُ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وہ مینڈھا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آزمائش کے موقع پر ذبح ہوا۔ تیسرا جانور بَقَرَةُ مُوسىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کی وہ گائے جس کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ چوتھا جانور حُوْتُ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وہ مچھلی جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام رہے۔ اور پانچواں جانور كَلْبُ أَهْلِ الْكَهْفِ اصحاب کہف کا کتا جو کہ ایک نجس جانور ہے مگر اللہ والوں کی صحبت کی وجہ سے کہ وہ باہر اس غار میں بیٹھا ہوا تھا

پہرا دے رہا تھا اس کتے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کس قدر اکرام کا معاملہ کیا کہ کَلْبُھُمْ قرآن پاک میں نازل کردیا اب اس کے ہر ہر حرف پر نیکی مل رہی ہے۔ کیونکہ اللہ والوں کی صحبت اس کو مل گئی تو ایک نجس جانور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم کا معاملہ ہے تو انسان تو اشرف المخلوقات ہے جنت تو پیدا ہی اس کے لئے کی گئی ہے وہ جب اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے گا تو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا انعام

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص جیسا گمان لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرمائیں گے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ﴾[1]

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٧٤٠٥) في باب قول الله تعالىٰ: ﴿ويحذركم الله نفسه﴾، قال: حدثنا عمر بن حفص، حدثنا أبي، حدثنا الأعمش، سمعت أبا صالح، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: يقول الله تعالىٰ: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منهم، وإن تقرب إلي بشبر تقربت إليه ذراعاً، وإن تقرب إلي ذراعاً تقربت إليه باعاً، وإن أتاني يمشي أتيته هرولة۔=

= وأخرجه أيضاً برقم (٧٥٠٥) في باب قول الله تعالى: ﴿يريدون أن يبدلوا كلام الله﴾، ومسلم في صحيحه برقم (٦٩٨١) في باب الحث على ذكر الله تعالى، وبرقم (٧٠٠٥، ٧٠٠٨) في باب فضل الذكر والدعاء والتقرب إلى الله تعالى، وبرقم (٧١٢٨) في باب في الحض على التوبة والفرح بها، والترمذي في سننه برقم (٢٣٨٨، ٣٦٠٣) في باب ما جاء في حسن الظن بالله، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وابن ماجه في سننه برقم (٣٨٢٢) في باب فضل العمل، وأحمد في مسنده برقم (٩٠٦٥، ٩٣٤٠، ٩٧٤٨، ١٠٢٥٨، ١٠٦٩٥، ١٠٧١٥، ١٠٧٩٢، ١٠٩٢٢)، وابن حبان في صحيحه برقم (٦٣٩)، والبزار في مسنده برقم (٨٩٠٩، ٩١٤٢، ٩٢١٨)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٧٦٨٣)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (٦١٦)، والطبراني في الدعاء برقم (١٨، ١٨٦٥-١٨٦٦، ١٨٦٨)، والبيهقي في الدعوات الكبير برقم (١٧)، وفي شعب الإيمان برقم (٥٤٦، ٩٨٢)، والبغوي في شرح السنة برقم (١٢٥١-١٢٥٢)۔

وروي عن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يقول الله عز وجل: أنا عند ظن عبدي بي وأنا معه إذا دعاني۔

أخرجه أحمد في مسنده برقم (١٣٢١٥، ١٣٩٦٩)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٣٢٣٢)۔

وروي عن واثلة بن الأسقع رضي الله عنه مثله۔

أخرجه أحمد في مسنده برقم (١٦٠٥٩، ١٧٠٢٠)، وابن حبان في صحيحه برقم (٦٣٣-٦٣٥، ٦٤١)، والحاكم في المستدرك برقم (٧٦٠٣)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٧٦٧٠-١٧٦٧٢، ١٧٦٧٦)، وفي معجمه =

میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا وہ گمان لے کر میرے پاس آئے گا، اگر وہ یہ گمان لے کر جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان بھی، رحیم بھی ہے، کریم بھی ہے اور غفور بھی ہے، ستار العیوب بھی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے لیکن اس وجہ سے گناہوں پر جری ہونا سخت دھوکہ ہے۔ بعض لوگ تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو تھانے دار کی طرح سمجھتے ہیں کہ بس جاتے ہی وہاں ڈنڈے کی بارش شروع ہوجائے گی۔ وہ قہار اور جبار ہے بس وہ ہی نام یادرکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں

= الأوسط برقم (٤٠١، ٧٩٥١)، وفي مسند الشاميين برقم (١٢٣٥، ١٤١٤، ١٥٤٦، ٢١٩٣)، والدارمي في سننه برقم (٢٧٣١)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (٩٧٤-٩٧٥)، وعبد الله بن المبارك في مسنده برقم (٣٩)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة برقم (٥٨٨٦)۔

وروى الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٦٣٤٩) عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال الله: أنا عند ظن عبدي بي۔

وروى أيضا في كتابه "الدعاء" برقم (١٨٧٠) عن أبي ذر الغفاري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال ربكم عز وجل: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني، إن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منهم، وإن دنا مني شبراً دنوت منه ذراعاً، وإن دنا مني دنوت منه باعاً، وإن أتاني مشياً أتيته هرولة، وإن لقيني بقراب الأرض خطيئة لا يشرك بي شيئاً لقيته بمثلها مغفرة۔

دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا نام رحمٰن بھی ہے، رحیم بھی ہے، نوے فیصد نام تو رحمت کے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب قراء کرام میں بیان فرماتے تھے تو قراء کرام کو خاص طور پر مخاطب کرکے فرماتے تھے کہ تم سورۂ فاتحہ ہر نماز میں پڑھتے ہو اس میں بیاسی فیصد رحمت ہے اور غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ❶ اور اٹھارہ فیصد صرف اتنا ہے کہ اگر تم نے نیک اعمال نہ کئے اور گمراہ لوگوں کے نقش قدم پر چلے ان کے لئے پھر وعید ہے۔ ورنہ پوری سورت میں رحمت ہی رحمت ہے۔ لہٰذا جو شخص بچوں کو قرآن کریم سکھائے تو اس میں بھی بیاسی فیصد رحمت غالب رہنی چاہئے اور اگر بے جا مار پٹائی کی تو قیامت کے دن مواخذہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک بڑھیا کی قبر پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کس وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلی کے بچے کو ستانے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ ❷

---

❶ الفاتحة: ٧

❷ أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٧٤٥) في باب (بلا ترجمة)، قال: حدثنا ابن أبي مريم، قال: أخبرنا نافع بن عمر، قال: حدثني ابن أبي مليكة، عن أسماء بنت أبي بكر: أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الكسوف فقام فأطال القيام ثم ركع فأطال الركوع، ثم قام فأطال القيام، ثم ركع فأطال الركوع ثم رفع ثم سجد فأطال السجود، ثم رفع ثم سجد فأطال السجود، ثم قام فأطال القيام ثم ركع=
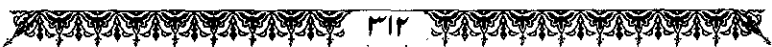
= فأطال الركوع، ثم رفع فأطال القيام، ثم ركع فأطال الركوع، ثم رفع فسجد فأطال السجود، ثم رفع ثم سجد فأطال السجود، ثم انصرف فقال: قد دنت مني الجنة حتى لو اجترأت عليها لجئتكم بقطاف من قطافها ودنت مني النار، حتى قلت: أي رب وأنا معهم فإذا امرأة -حسبت أنه قال- تخدشها هرة، قلت: ما شأن هذه؟ قالوا: حبستها حتى ماتت جوعاً لا أطعمتها، ولا أرسلتها تأكل.

وأخرجه أيضاً برقم (٢٣٦٤) في باب فضل سقي الماء، وابن ماجه في سننه برقم (١٢٦٥) في باب ما جاء في صلاة الكسوف، والطبراني في معجمه الكبير برقم (١٩٧٣٧).

وروي عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه مثله.

أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٢١٤٠) في باب ما عرض على النبي صلى الله عليه وسلم في صلاة الكسوف من أمر الجنة والنار، وأحمد بن حنبل في مسنده برقم (١٤٤٥٧)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (١٨٦٩)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (٦٥٤٨)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (١٩٦٤).

وروى البخاري في صحيحه برقم (٢٣٦٥) في باب فضل سقي الماء، عن ابن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعاً، فدخلت فيها النار، -قال: فقال: والله أعلم-: لا أنت أطعمتها ولا سقيتها حين حبستها، ولا أنت أرسلتها فأكلت من خشاش الأرض.

وأخرجه البيهقي في سننه الكبرى برقم (١٠٣٦٣، ١٦٢٣٣)، والبخاري في الأدب المفرد برقم (٣٧٩).

وروي عن أبي هريرة رضي الله عنه مثله. أخرجه أحمد في مسنده برقم (١٠٠٣٥)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٥٩٤٢، ٦٠٤٤)، والطبراني في معجمه الكبير برقم (٢٨٥) وفي معجمه الأوسط برقم (٥٣١).

تو کیا انسانوں کے بچوں کو مارنے پر پکڑ نہیں ہوگی؟ جب یہی بچے کہیں گے کہ ہم نے تو بہت کوشش کی حفظ کرنے کی مگر اس نے ہمیں مار مار کے دُنبہ بنادیا۔ الفاظ کا بھی بچے پر اثر پڑتا ہے، کبھی بچے کو گدھا مت کہو کہ گدھا کہیں کا، نالائق کہیں کا، اسے پیار سے سمجھاؤ کہ بیٹا تم حافظ بنو گے تو ہر ہر حرف پر تمہیں نیکی ملے گی، تمہارے نامۂ اعمال میں کتنی نیکیاں جمع ہوجائیں گی۔ ہمارے ہاں جب اسمبلی ہوتی ہے تو وہاں اشعار باقاعدہ پڑھے جاتے ہیں تاکہ بچے کو صبح صبح شوق دلا دیا جائے کہ جب وہ قرآن پاک کھول کر بیٹھے تو اسے پتہ چلے کہ مجھے کچھ حاصل ہو رہا ہے۔ اور پیٹنے سے پٹتے پٹتے بچہ جب ڈھیٹ ہوجاتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ استاذ کیا کرلے گا مارے گا مار لے۔ تو پیٹ پیٹ کر بچوں کو ڈھیٹ مت کرو۔ ہمارے شیخ کے ہاں ماشاءاللہ سب بچے خوب محنت سے پڑھتے ہیں کوئی مار پٹائی نہیں اور تہجد گذار بھی ہیں اور فجر کی اذان ہوتے ہی بچے اپنا سبق سنا دیتے ہیں اور نماز پڑھنے کے بعد تھوڑی سی کچھ ورزش بھی کرتے ہیں، پھر ناشتہ ہوتا ہے اور اس کے بعد بچے سبقی اور منزل وغیرہ سناتے ہیں۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ اصلاح

ایک نواب کا پڑپوتا لایا گیا اور بتایا گیا کہ اس کو ہندوستان کے تمام مدارس میں داخل کیا چونکہ بچے کو گالیاں دینے کی بہت عادت ہے۔ ایک ہی سانس میں سینکڑوں گالیاں دے دیتا ہے۔ نوابیت کا خناس ہے۔ جب

حضرت کے ہاں لایا گیا تو ایک استاذ نے کہا کہ نالائق تم نے سبق نہیں یاد کیا۔ تو اس نے سینکڑوں گالیاں دی۔ استاذ کو غصہ تو بہت آیا لیکن حضرت نے چونکہ منع کیا تھا کہ مارنا نہیں اس لئے ڈنڈا اٹھا کر پھر واپس رکھ دیا اور غصہ کو پی گیا اور فوراً حضرت کو جا کر شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ جب گھنٹہ ختم ہو تو ایک گلاس پانی منگوا کر جتنے بچوں نے قرآن پاک پڑھا ان سب سے پانی پر دم کرانا اور اس بچے کو پلانا اور یہ دعا کرنا کہ یا اللہ! اس بچے کو گالی بکنے کی عادت ہے اپنے اس کلام پاک کی برکت سے اس کی گالی دینے کی عادت کو چھڑا دیجئے۔ اگلے روز پھر اس نے گالی دی۔ جب گھنٹہ ختم ہوا تو سب بچوں نے پانی پر دم کیا اور اس کو پلا دیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا لیکن چوتھے دن جب استاذ نے سبق نہ یاد ہونے پر ڈانٹا تو لڑکا بالکل خاموش رہا، کوئی گالی نہیں دی۔ اور پھر ایک ہفتہ تک گالی نہیں دی تو اس کے دوسرے ساتھیوں نے اس سے پوچھا کہ اب تم گالی کیوں نہیں دیتے ہو؟ اس نے کہا کہ تم سب لوگ مجھے اپنا تھوکا ہوا پانی پلاتے ہو۔ بتایئے! نفسیاتی علاج کیسا ہوا کہ اس کی برسوں پرانی بیماری ختم ہوگئی۔ اگر اس کی پٹائی کی جاتی تو وہ پٹ پٹ کر تو عادی ہو چکا تھا کبھی شفاء نہ ہوتی۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک قاری صاحب آئے لوگوں نے شکایت کی یہ قاری صاحب بہت مارتے ہیں حضرت نے ان کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ آپ نے اصلاحی تعلق مجھ سے قائم کیا ہے اور

بچوں کو بہت مارتے ہیں، بہت اچھا اور ایک بہترین قسم کا بیت منگوایا کہ جہاں لگ گئی وہیں کھال اتر گئی اب تو قاری صاحب بہت خوش ہوئے اور جانے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو پوری بات سن لو جب تم کو غصہ آئے اور کسی بچے کی پٹائی کرنے لگو تو پہلے اس کو اپنی ران پہ مارنا زور سے تمہاری عمر تیس سال ہے اور جس بچے کو تم پیٹتے ہو اس بیچارے کی عمر کوئی دس سال کا ہے کوئی پندرہ سال کا ہے اور سوچو کہ جب تم کو اتنی تکلیف ہو رہی ہے تو اس بیچارے بچے کو کتنی تکلیف ہوگی اب جناب گئے اور جب غصہ آیا تو پہلے اپنی ران پر مارا تو تھوڑی دیر تک سہلاتے رہے اور پھر اس بچے کو کہا جا نالائق کہیں کا سبق یاد کر کے آ۔ پندرہ بیس دن کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ بھئی قاری صاحب کا کیا حال ہے تو معلوم ہوا کہ قاری صاحب کسی حکیم کے پاس جا کر تیل لے کر آئے ہیں اور رات بھر ران کی مالش کرتے ہیں پھر بچوں کو مارنا انہوں نے چھوڑ دیا کہ جب اپنی ران اتنی سوجھ گئی تو بچوں کا کیا حال ہوتا ہوگا لیکن رات کو اٹھ کر اللہ سے گڑ گڑا کر مانگنا شروع کر دیا تو سب بچے ماشاء اللہ بہترین حفاظ بننے لگے۔

معمر کے لئے قرآن پاک حفظ کرنے کا آسان طریقہ

ہمارے شیخ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو قرآن کریم حفظ کرنے کی کتنی فضیلت ہے اور دنیا میں مایوسی ہے ہی نہیں اس معاملے میں بوڑھے سے بوڑھا بھی حافظ قرآن بن سکتا ہے لوگوں نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟

فرمایا کہ ایک آیت تو یاد کر سکتے ہو روزانہ، کہا کہ حضرت یہ تو بہت آسان ہے ہر روز ایک آیت یاد کرلی، فرمایا کہ ایک آیت روز یاد کرلیا کرو چالیس دن میں چالیس آیات ہو جائیں گی اگر آپ پورے حافظ بن گئے تو فبھا اور اگر حافظ نہ بنے اور آپ کا انتقال ہوگیا تو انشاء اللہ فرشتے آپ کو قرآن یاد کرائیں گے، اللہ کے دربار میں آپ حافظ قرآن بن کے جائیں گے چونکہ آپ نے اپنی کوشش کرلی، اپنی محنت کرلی آپ سے جو کچھ ہوسکتا تھا کرلیا کہ ایک ایک آیت روزانہ یاد کررہے ہیں پھر ایک رکوع ہوگیا کسی استاذ کو سنا دیا پھر اگلا رکوع شروع کردیا کتنے لوگ ہیں انہوں نے پورا قرآن اسی طرح حفظ کرلیا حضرت کے یہاں تو مستقل ہر ایک کو لگا دیا تھا عجیب عجیب واقعات وہاں ہیں۔

تعلیم قرآن کا ایک انوکھا انداز

ہمارے شیخ حضرت ہردوئی کے ہاں حفظ کے استاذ قاری امیر حسن صاحب ہیں ان کی عمر بھی ماشاء اللہ اسّی برس کے قریب ہے، یہاں بھی تشریف لاچکے ہیں، وہ پینسٹھ سال سے وہاں پڑھا رہے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کے بالکل ابتدائی خلفاء میں سے ہیں، انہوں نے مجھے اپنی کلاس میں بلایا اور فرمایا کہ بچوں کو ذرا نصیحت کردیجئے اور پھر اپنے نواسوں کو بلایا اور کہا کہ ان پر دم کردیجئے اور ان کا قرآن پاک بھی سن لیجئے کہ کیسا پڑھتے ہیں؟ اور بچوں کو بھی بلایا تو ایک بچے کی غلطی آئی تو وہ وہیں

اٹک گیا آگے چل ہی نہیں پا رہا۔ قاری صاحب نے چیخ ماری اور رونے لگے اس بچے نے پاؤں پکڑ لیئے اور معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا جی قاری صاحب! میں ابھی یاد کر کے آیا۔ قاری صاحب کہنے لگے بیٹا تمہارا قصور نہیں میرا قصور ہے، میری کوتاہی کی وجہ سے تمہیں یاد نہیں ہوا، مین تو اپنے اللہ سے فریاد کرر ہا ہوں کہ اس بچے کو میری نحوست کی وجہ سے سبق یاد نہیں ہوا۔ وہ بچہ کہنے لگا میں ابھی یاد کر کے پانچ منٹ میں سنا دیتا ہوں اور معلوم ہوا کہ وہ قاری صاحب رات بھر روتے رہتے ہیں کہ میری نحوست کی وجہ سے بچوں کو قرآن یاد نہیں ہوتا، پانچ منٹ کے بعد وہ بچہ آیا اور جناب اس نے سنا دیا۔ اب قاری صاحب نے اس کو ایک ٹافی دی۔ ایک بچے کو جب اس قدر محبت سے پڑھایا جاتا ہے تو وہ بچہ جب اپنے گھر جاتا ہے اور بچوں کو بھی کھینچ کر لاتا ہے۔ اب ایک بچے کو مدرسے میں لاتے ہیں اور چھ بچوں کو اسکول میں داخل کراتے ہیں اور وہ چھ بچے آ کر بتلاتے ہیں کہ آج ہم کو اسکول میں یہ انعام ملا، یہ ٹافی ملی وغیرہ اور یہ بچہ جب مدرسے سے گھر جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ قمیص اٹھا کر اپنے مار کے نشانات دکھا کر کہتا ہے کہ مجھے یہ ملا ہے۔ بچوں کو شفقت سے پڑھانا چاہیئے تا کہ لوگ دین کی طرف آئیں دین سے نفرت نہ کریں۔

تعلیم قرآن میں شانِ رحمت غالب ہونی چاہیئے

ایک قصائی بکری کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہا تھا اور وہ بکری

زور زور سے چلا رہی تھی۔ ایک بچہ مسجد کے پاس چپکا بیٹھا تھا، جب وہ قصائی اس بچے کے قریب سے گذرا تو اس بچے نے پوچھا کہ بکری اتنا کیوں چلا رہی ہے۔ قصائی نے کہا کہ میں اس کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہا ہوں۔ اس بچے نے کہا تو پھر اتنا کیوں چلا رہی ہے؟ میں نے سمجھا شاید قاری صاحب کے پاس لے جا رہے ہو۔ یعنی بچے کے نزدیک ذبح کرنا یہ بھی کم سزا ہے بنسبت قاری صاحب کے پاس لے جانے کے۔ لہٰذا بچوں کو شفقت و محبت سے پڑھانا چاہئے تو بچے جا کر اسکولوں سے اور بچوں کو لے کر آئیں گے کہ دیکھو! ہمارے قاری صاحب کتنی شفقت و محبت سے پڑھتے ہیں۔ سب بچے حافظ قرآن ہو رہے ہیں۔ لیکن قراء کرام کی چونکہ ان کے اساتذہ نے پٹائی کی ہوتی ہے اس کفارے کو ادا کرنے کے لئے وہ بچوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ اگر غلطی ایک کی آتی ہے تو اس کو نہیں مارتے بلکہ ایک طرف سے شروع کرتے ہیں اور تمام بچوں کی پٹائی کرتے ہیں۔ ان کا پٹائی کرنے کا قاعدہ ہی یہی ہے۔ وہ بچے جنہوں نے سبق یاد کر لیا ہو ان کو نہیں مارنا چاہئے، یہ ظلم ہے۔ ہمارے شیخ کے ہاں اساتذہ کی تربیت کا خصوصی اہتمام تھا۔ مہینے میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن صبح سے شام تک اساتذہ کی تربیت کی جاتی تھی، ان کو سمجھایا جاتا تھا کہ کس طرح پڑھانا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، احکم الحاکمین کا کلام ہے، آپ سوچو کہ جب بادشاہ وقت کسی کو اپنے خطوط لکھنے کے لئے اپنا مقرب بنا لیتا ہے تو وہ کیسے لکھ رہا ہوتا ہے؟ اللہ

تعالیٰ نے اپنے کلام کے لئے تمہیں پڑھانے کے لئے منتخب کیا ہے، یہ سوچنا چاہئے کہ یہ معصوم بچے ہیں میرے پاس آئے ہیں اللہ کا کلام سیکھنے کے لئے تو کیسی محبت کے ساتھ پڑھانا چاہئے اگر کوئی بادشاہ اپنے بچے کو بھیج دے پڑھانے کے لئے تو اس کو کیسے پڑھاؤ گے؟ سوچو ذرا! پس ان بچوں کو بھی شہزادہ سمجھ کے پڑھاؤ۔

الحمدللہ میرے اوپر شفقت غالب رہتی ہے۔ ہمارے یہاں جتنے بچے ہیں سب کا مجھے علم ہے کہ کون آسودہ حال ہے؟ کون غریب ہے؟ ان کو بلا کے کبھی کپڑے کبھی ٹوپی یعنی کوئی نہ کوئی چیز ہمارے یہاں طلبہ کو ملتی رہتی ہے۔ قربانی کے پائے گھر میں کھائے تو خیال آیا کہ طلبہ کو بھی کھلانا چاہئے تو اگلے روز الحمدللہ سب طلبہ کے لئے پائے پکے۔ اور اگر نہاری کھائی تو میں نے کہا طلبہ کے لئے نہاری پکنی چاہئے۔ ہمارے رئیس بھائی کہنے لگے کہ سات ہزار روپے کا تو اس میں صرف مسالہ جات کا خرچ آئے گا۔ میں نے کہا یہ لو سات ہزار روپے ایک طالب علم اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر گھر بار کو چھوڑ کر مدرسے میں آیا ہے ہم ذائقے دار کھائیں اور طلبہ کو معمولی کھلائیں۔ ہماری والدہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب میں کبھی گھر مچھلی لے کر آتا تو فرماتی تھیں کہ اس وقت تک گھر میں مچھلی نہیں پکے گی جب تک کہ طلبہ کے لئے بھی نہیں لاؤ گے۔ پھر دوبارہ جا کر طلبہ کے لئے بھی مچھلی لے کر آتا اور پہلے ان کے لئے پکتی تب جا کے گھر مچھلی پکتی تھی۔ اس وقت تو طلبہ کم تھے جب ان

کے لئے پک جاتی تھی تب والدہ کہتی تھی کہ اب گھر میں بھی پکاؤ۔ جب تک مہتمم طلبہ کو اپنے بچوں کی طرح نہیں سمجھے گا اس کو چین حاصل نہیں ہوسکتا۔ الحمدللہ! ہمارے یہاں سے کوئی بچہ مار کے خوف سے تعلیم چھوڑ کر آج تک نہیں بھاگا۔ محبت وشفقت کا غلبہ ہونا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کے بھیجے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو سامنے سے آرہا ہے یہ اپنی قوم کا بدترین شخص ہے۔ صحابہ کرام نے اس کی طرف دیکھا اور وہ شخص جب قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہوئے اور اس کے لئے چادر بچھوائی اور اس کا اکرام کیا اور جب وہ چلا گیا تو صحابہ کرام کو بڑا تعجب ہوا اور پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کا بدترین شخص ہے تو آپ نے اس کا اکرام کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے فرمایا کہ یہ تو میں نے اس کے اخلاق بیان کئے تھے کہ وہ اپنی قوم کا بدترین شخص ہے اور میں اس کی وجہ سے اپنے اخلاق کیوں خراب کروں۔ [1]

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦١٣١) في باب المداراة مع الناس، قال: حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا سفيان، عن ابن المنكدر حدثه عروة بن الزبير: أن عائشة أخبرته: أنه استأذن على النبي صلى الله عليه وسلم رجل، فقال: =

صحبت اہل اللہ حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے

تو میں بیان کر رہا تھا کہ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو!

الحمدللہ ہم سب اس میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی استحقاق کے بغیر مانگے، ہم نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا کہ ہم کو ایمان عطا فرمایئے، ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ آگے فرمایا اِتَّقُوا اللّٰہَ تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کس چیز کا نام ہے؟ تقویٰ کہتے ہیں کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰی نفس کو نفسانی خواہشات سے روکنا۔ یہ چیز ایک مدت اہل اللہ کی صحبت اٹھانے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ جہاں تنہائی ہوئی کمرے میں کوئی چھوٹا بچہ

=ائذنوا له، فبئس ابن العشيرة، أو بئس أخو العشيرة، فلما دخل ألان له الكلام، فقلت لـه: يـا رسـول الله قلت ما قلت ثم ألنت له في القول، فقال: أي عائشة! إن شر الناس منزلة عند الله من تركه، أو ودعه الناس اتقاء فحشه۔

وأخـرجـه مسـلـم فـي صـحـيـحه برقم (٦٧٦١) في باب مداراة من يتقى فـحشـه، وأبو داود في سننه برقم (٤٧٩٣) في باب في حسن العشرة، والترمذي في سـنـنـه بـرقـم (١٩٩٦) في باب ما جاء في الاقتصاد في الحب والبغض، وأحمد في مسنده برقم (٢٤١٥٢)، وابن حبان في صحيحه برقم (٤٥٣٨)، والبيهقي في سننه الـكبرى بـرقـم (٢٦١٨٢)، وفـي شعب الإيمان برقم (٧٧٤٧)، والبغوي في شرح السنة بـرقـم (٣٥٦٣)، وإسحاق بن راهويه في مسنده برقم (٨٣٢)، والحميدي في مسنده برقم (٢٦٤)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٤١٢ ، ١٢٦٥)۔

آ گیا تو شیطان فوراً وہاں پہنچ جاتا ہے اور ایک منٹ میں اس کو ننگ یزید بنا دیتا ہے۔تقویٰ بہت مجاہدات کے بعد اہل اللہ کی صحبت میں آنے جانے سے حاصل ہوتا ہے پھر اگر اس سے بدنگاہی ہوجاتی ہے ذرا نگاہ اٹھتی ہے تو فوراً سوچتا ہے کہ یہ میری ماں سے بھی محترم ہے، میری بہن سے زیادہ محترم ہے، میری بیٹی سے زیادہ محترم ہے۔اتنے میں شیطان بھاگ جاتا ہے کہ میں تو اس کو اللہ سے دور کرنے کی کوشش کرر ہا تھا یہ تو اور زیادہ اللہ کے قریب ہوگیا نگاہ جھکا کر اس نے جب تین دفعہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہا تو اور زیادہ مقرب باللہ ہوگیا، دیکھا متقی رہنا آسان ہوگیا کہ نہیں لیکن تقویٰ ملے گا کہاں سے؟ حضرت عمر رضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ﴾ [1]

ہر شے اپنے مرکز سے ملتی ہے۔سونا سونے کی کان سے ملے گا کوئلہ کوئلے کی کان سے ملے گا۔پٹرول پٹرول کے مرکز سے ملے گا تو تقویٰ کا

---

[1] أخرجه الطبراني في معجمه الكبير برقم (١٣٠٠٧) قال: حدثنا أبو عقيل أنس بن سلم الخولاني، حدثنا محمد بن رجاء السختياني، حدثنا منبه بن عثمان، حدثني عمر بن محمد بن زيد، عن سالم بن عبد الله، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكل شيء معدن، ومعدن التقوى قلوب العارفين۔

وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٤٣٣٠)۔

مرکز عارفین کے قلوب ہیں ، ان کے قلوب سے تقویٰ کی دولت حاصل ہوگی۔ صحابہ کرام کو جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل ہوا۔ اس زمانے میں بخاری شریف ، ترمذی شریف، ابو داؤد ، ابن ماجہ ان کتابوں کا تو وجود ہی نہیں تھا لیکن سارے محدثین مل کر کسی ادنی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام بیٹھے، آپ کی نظر مبارک ان پر پڑی، ایک سکینڈ میں فرش سے عرش پر پہنچ گئے ، اللہ تعالیٰ نے اپنی آغوش رحمت میں ان کو اٹھا لیا، اپنی دوستی اور ولایت کا سب سے اونچا مقام عطا فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ❶ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شانِ رفعت

بتائیے! جو رُتبہ صحابہ کرام کو ملا تھا وہ مرتبہ قیامت تک کسی کو مل سکتا ہے؟ ہر جمعہ میں یہ پڑھا جا رہا ہے اور قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ ❷ یعنی اِتَّقِ اللّٰهَ اِتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو

---

❶ البينة: ٨

❷ أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٨٦٢) في باب (بلا ترجمة) قال: حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد، حدثنا عبيدة بن أبي رائطة، عن عبد الرحمن بن زياد، عن عبد الله بن مغفل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى=

میرے صحابہ کے متعلق اپنی زبان مت کھولنا۔ وہ ملعون لوگ ہیں جو صحابہ کرام کے بارے میں زبان کھولتے ہیں ان کی زبان اس قابل ہے کہ اس کو ٹانگ دیا جائے اور جو ان پر قلم اٹھاتے ہیں ان کی مثال بھنگیوں کی سی ہے کوئی بھنگی، جمعدار جو پاخانہ اٹھانے والا ہے وہ اگر کسی شہزادے کے بارے میں کچھ کہے تو لوگ کیا کہیں گے کہ تو بھنگی ہے، جمعدار ہے تیرا کام تو پاخانہ اٹھانا، تمہاری کیا مجال ہے کہ تو ایک شہزادے کو برا کہے:

﴿اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ﴾ [1]

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد کبھی ان کو ملامت کا نشانہ مت بنانا پس جس شخص نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

=الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه۔ قال أبو عيسى: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٢٠٥٦٨ ، ٢٠٥٩٧)، وابن حبان في صحيحه برقم (٧٢٥٦)، والبغوي في شرح السنة برقم (٣٨٦٠)، والبيهقي في شعب الإيمان برقم (١٤٢٤)، والروياني في مسنده برقم (٨٩٠)، وابن عساكر في معجم شيوخه برقم (٧٣)۔

[1] انظر التخريج السابق۔

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ [1]

میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی اقتداء کرلو گے نجات پا جاؤ گے۔

ان پر مہر لگی ہوئی ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ [2] کی، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اب اگر دنیا بھر کے شیاطین صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کریں ایسا شخص ملعون ہے، خبیث ہے، مردود ہے، یہ مردودیت کی علامت ہے۔ ساری دنیا کے علماء محدثین و مفسرین اور تابعین سب کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسری طرف ایک ادنیٰ صحابی جس کو پڑھنا لکھنا بھی نہ آتا ہو تو اس کا پلڑا جھک جائے گا۔ کیونکہ آفتاب رسالت کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آفتاب نبوت نے اپنی نگاہ مبارک سے اس کو دیکھا ہے۔ اور صحابی کا دیکھنا بھی ضروری نہیں، حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضي اللہ عنہ نابینا صحابی تھے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے ان کو صحابیت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ اس زمانے میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اتنے بڑے بزرگ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لئے ان سے دعا کرانا لیکن

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ٩٨

[2] البينة: ٨

صحابیت کا مقام ان کو نہیں ملا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک ان پر نہیں پڑی تھی۔

اہل اللہ کا وجود قیامت تک رہے گا

جب اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو تو قیامت تک اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو باقی رکھیں گے جو متبعِ سنت ہوں گے، ہر ہر عمل ان کا سنت کے مطابق ہوگا۔ یہ اہل اللہ، اللہ کا نام لینے والے جس دن روئے زمین پر نہیں ہوں گے تو قیامت آ جائے گی۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کتنی دور سے سفر کر کے تھانہ بھون آئے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ حضرت خطوط کے جوابات لکھ رہے تھے اور کچھ دیر دیکھنے کے بعد واپس ہوئے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا کہ خواجہ صاحب! آپ اتنی دور سے آئے ہو حضرت سے ملاقات تو کر لو، فرمایا کہ میں سرکاری ملازم ہوں مجھے وقت پر پہنچنا ہے، جس کو راضی کرنے کے لئے آیا تھا اس نے آسمان سے دیکھ لیا۔ اور جو کچھ مجھے حاصل کرنا تھا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے حاصل کر لیا۔ پھر یہ مصرعہ پڑھا

آنکھوں کی تم نے پی نہیں آنکھوں سے تم نے پی نہیں

صحابہ کرام نے آنکھوں سے پیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں آتا ہے کہ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِیَاءِ

بِالتَّحقِيقِ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کہ نبوت کے بعد سب سے اونچا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیقؓ کو عطا فرمایا حالانکہ ان سے سب سے کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ بتایئے! حدیث کی روایات کم لیکن مقام و مرتبہ سب سے اونچا۔ کیونکہ صحبت سب سے زیادہ اٹھائی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر روایتیں نقل کیا جاتی ہیں۔ دین مختلف راویوں سے پھیلا ہے۔ لیکن مرتبہ سب سے اونچا حضرت ابو بکر صدیق کو عطا فرمایا کیونکہ صحبت سب سے زیادہ اٹھائی تھی۔ آج جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں زیادہ آنا جانا رکھتے ہیں ان سے زیادہ فیض ہوتا ہے۔ مدارس سے فارغ ہو کر عالمِ منزل تو ہو جائیں گے مگر بالغ منزل نہیں بن سکتے بالغِ منزل جب ہوں گے جب کسی سچے اللہ والے کی صحبت اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہیں اگر چاہتے تو ہر گھر میں قرآن نازل فرما دیتے لیکن سنۃ اللہ یہ نہیں ہے۔ آسمانی کتب چار ہیں توریت، انجیل، زبور اور قرآن کریم لیکن انبیاء کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ کتاب اللہ جب سمجھ میں آئے گی جب رجال اللہ سمجھانے والے ہوں گے۔ اگر رجال اللہ نہ ہوتے تو ہر شخص اپنے مطلب کا معنیٰ نکال کر اس پہ عمل کرتا۔ ایک دیہاتی تھا قرآن پاک کا ترجمہ غلط کیا کرتا تھا، جہاں میمنوں کا مجمع ہوتا تھا تو کہتا تھا کہ دیکھو میمنو! قرآن پاک میں ہے کہ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ [الواقعة:٨] ارے میرے میمنو! کہاں ہو تم لوگ؟

اب جناب سب میمن بہت خوش ہوتے اورخوب مال دیتے۔ایک گھنٹے میں ایک کروڑ روپیہ جمع ہوجاتا تھا۔بتایئے! قرآن پاک کے اندر تحریف کردی۔

مناقب حضرت ابوہریرہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ

﴿عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ﴾ [1]

اس حدیث پاک کے راوی حضرت ابوہریرہ رضي اللہ عنہ ہیں جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ [2] اگر مختلف راویوں سے لی جائیں تو ایک لاکھ سے زائد بن جاتی ہیں گویا سب سے زیادہ احادیث ان ہی سے روایت کی جاتی ہیں۔بہت بڑے محدث وفقیہ اور زاہد و

---

[1] أخرجه مسلم في صحيحه برقم (٥٦٧٠) في باب كراهية الكلب والجرس في السفر، قال: وحدثنا يحيى بن أيوب وقتيبة وابن حجر، قالوا: حدثنا إسماعيل -يعنون ابن جعفر- عن العلاء، عن أبيه، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الجرس مزامير الشيطان۔ (وفي رواية مزمار الشيطان)۔

وأخرجه أحمد في مسنده برقم (٨٨٣٨، ٨٧٦٩)، والنسائي في سننه الكبرى برقم (٨٧٦١)، وأبو يعلى في مسنده برقم (٦٥١٩)، والبيهقي في سننه الكبرى برقم (١٠٦٢٥)، وأبو داود في سننه برقم (٢٥٥٨)، وابن خزيمة في صحيحه برقم (٢٥٥٤)، وابن حبان في صحيحه برقم (٤٧٠٤)، والحاكم في المستدرك برقم (١٦٢٩)۔

[2] كما قال الذهبي في سير أعلام النبلاء (٢ /٦٣٢): مسنده: خمسة آلاف وثلاث مائة وأربعة وسبعون حديثاً۔

عابد، ساری خصوصیات اللہ نے ان کو عطا فرمائی۔ قبیلۂ دوس سے تعلق تھا۔ یمن کے رہنے والے تھے اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کو الیمانی الدوسی لکھا ہے۔ ❶ سن سات ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی علامات اور اطلاعات ان کو ملیں تو اسلام قبول کرنے کے لئے اپنے ایک خادم کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ ❷ مدینہ منورہ پہنچے خادم راستے میں ان سے بچھڑ گیا بہت پریشان ہوئے۔ لیکن جب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہیں ہیں بلکہ خیبر تشریف لے جا چکے ہیں اور جنگ خیبر شروع ہو رہی ہے تو فوراً وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جو خادم ان سے بچھڑ گیا تھا وہ پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ ان سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکا ہے۔ ❸ اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

❶ قال البخاري في تاريخه الكبير برقم الترجمة (١٩٣٨): عبد شمس أبو هريرة الدوسي اليماني رضي الله عنه نزل المدينة۔

❷ كما قال الذهبي في سير أعلام النبلاء (٢ / ٥٩٠): ولما هاجر كان معه مملوك له، فهرب منه۔

❸ وقال الذهبي في موضع آخر (٢/٦٢٢): إسماعيل بن أبي خالد، عن قيس، عن أبي هريرة قال: لما قدمت على النبي صلى الله عليه وسلم قلت في الطريق: يا ليلة من طولها وعنائها، على أنها من دارة الكفر نجت، قال: وأبق لي غلام، فلما قدمت وبايعت، إذ طلع الغلام، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: هذا غلامك يا أبا هريرة؟ قلت: هو حر لوجه الله فأعتقته۔

وہاں پہنچ کر اسلام قبول کرتے ہیں ان کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد شمس تھا سورج کا بندہ لیکن اسلام لانے کے بعد ان کا نام علامہ محی الدین زکریا نووی رحمہ اللہ نے پینتیس اقوال سے عبدالرحمٰن ثابت کیا ہے۔ [1] حضرت عبید اللہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کا نام ابو ہریرہ کیسے مشہور ہوا؟ تو فرمایا کہ میں نے چونکہ بکریاں پال رکھی تھیں بکریاں چرانا میرا مشغلہ تھا اور مشغلے کے طور پر میں نے ایک بلی کا بچہ بھی اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ دن کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور رات کو درخت کے اوپر بٹھا دیتا تھا۔ میں بکریاں چرا رہا تھا اور وہ بلی کا بچہ میں نے اپنی آستین میں چھپا رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی آستینیں چوڑی ہوا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک پڑی تو پوچھا **مَا هٰذَا فِيْ كُمِّكَ ؟** یہ تمہاری آستین میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا **هِرَّةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** بلی ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ

[1] قال النووي في تهذيب الأسماء واللغات(١/٦٦١) : أبو هريرة رضي الله عنه، اختلف في اسمه اختلافاً كثيراً جداً، قال الإمام الحافظ أبو عمر ابن عبد البر: لم يختلف في اسم أحد في الجاهلية ولا في الإسلام كالاختلاف فيه، وذكر ابن عبد البر أيضاً أنه اختلف فيه على عشرين قولاً، وذكر غيره نحو ثلاثين قولاً، واختلف العلماء في الأصح منها، والأصح عند المحققين الأكثرين ما صححه البخاري وغيره من المتقنين أنه عبد الرحمن بن صخر۔

وسلم کی زبان مبارک سے اسی وقت یہ لفظ نکلا یَا أَبَا هُرَیْرَة، [1] هُرَیْرَة اسم تصغیر ہے هِرَّةٌ کی، یعنی بلی کے چھوٹے سے بچے کے باپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ غُلِبَتِ الْكُنْيَّةُ كَمَا لَا اسْمَ لَهٗ کنیت ایسی غالب آگئی کہ آج لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے اور یہ سلسلہ قیامت تک چل رہا ہے کہ اللہ والوں کی زبان سے جو لفظ نکل جاتا ہے وہی غالب ہو جاتا ہے اور بہت سے ان کا نام بھی نہیں جانتے۔ جیسے ہمارے میر صاحب ہیں، میر صاحب کا نام تو بس میر صاحب ہی جانتے ہیں۔ اصل نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔ چونکہ والد صاحب نے اپنے اشعار میں ان کو میر کے نام سے خطاب کیا ہے پس میر صاحب ہی کے نام سے مشہور ہیں اور اصل نام بہت کم لوگ جانتے ہیں۔

سب سے زیادہ حدیث پاک یاد ہونے کی وجہ کیا تھی؟ وَكَانَ يَدُوْرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ دَارَ یہ نبی کریم صلی

[1] أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٨٤٠) في باب مناقب لأبي هريرة رضي الله عنه، قال: حدثنا أحمد بن سعيد المرابطي، حدثنا روح بن عبادة، حدثنا أسامة بن زيد عن عبد الله بن رافع قال: قلت لأبي هريرة: لم كنيت أبا هريرة؟ قال: أما تفرق مني؟ قلت: بلى والله إني لأهابك، قال: كنت أرعى غنم أهلي فكانت لي هريرة صغيرة، فكنت أضعها بالليل في شجرة، فإذا كان النهار ذهبت بها معي، فلعبت بها، فكنوني أبا هريرة۔ قال: هذا حديث حسن غريب۔

وأخرجه أبو نعيم في معرفة الصحابة برقم (٤٢٣٣)۔

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت چپکے رہتے تھے، جہاں صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے یقین کر لیتے تھے کہ یہیں پر ابو ہریرہ بھی موجود ہیں اور جہاں حضرت ابو ہریرہ کو دیکھ لیتے تھے تو یقین کر لیتے تھے کہ یہیں قریب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہوں گے۔ ان کا حافظہ پہلے بہت کمزور تھا، ان کو حدیث یاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے جا کر شکایت کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَسْمَعُ أَشْیَاءَ کَثِیْرَۃً آپ سے بہت سی احادیث سنتا ہوں فَلَا أَحْفَظُھُنَّ لیکن مجھے یاد نہیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کیا نکلا اُبْسُطْ رِدَآئَکَ کہ اپنی چادر کو پھیلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فَبَسَطْتُ رِدَآئِيْ میں نے اپنی چادر پھیلائی فَحَدَّثَ حَدِیْثًا کَثِیْرَۃً اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ساری احادیث بیان فرمائیں فَمَا نَسِیْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد پھر میں کوئی حدیث نہیں بھولا، جو حدیث سن لی اسی وقت یاد ہو گئی۔ (1)

کمپیوٹر تو آج ایجاد ہوا ہے کہ کروڑوں قسم کے پروگرام اس میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور وہ مخلوق کا بنایا ہوا ہے دماغ تو خالق کا پیدا کیا ہوا ہے

---

(1) أخرجه الترمذي في سننه برقم (٣٨٣٥) في باب مناقب لأبي هريرة رضي الله عنه، قال: حدثنا أبو موسى محمد بن المثنى، حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا ابن أبي ذئب، عن سعيد المقبري، عن أبي هريرة قال: قلت: يا رسول الله! أسمع أشياء فلا أحفظها، قال: ابسط ردائك، فبسطت فحدث حديثا كثيراً فما نسيت شيئاً حدثني به۔ قال: هذا حديث حسن صحيح۔

اس کا استعمال اگر صحیح ہو تو اس کے اندر بہت کچھ آسکتا ہے۔ ابھی سو سال پہلے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے اندر گئے ایک نایاب کتاب تقریباً دو سو ساٹھ یا دو سو ستر صفحات پر مشتمل اور اس کو باہر لے جانے کی اجازت بھی نہیں تھی آپ نے وہاں جا کر اس کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کرنے کے بعد باہر آکر من و عن پوری کتاب لکھ دی۔ کیسا حافظہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وَكَانَ رَاغِباً فِي الْعِلْمِ وَرَاغِبًا فِيْ شَرِّ بَطَنِهٖ کہ علم کے حریص تھے۔ اور پیٹ کی روٹیوں پر پڑے ہوئے تھے۔ کسی صحابی نے کچھ دے دیا کھا لیا ورنہ اصحاب صفہ کے چبوترے پر پڑے ہوئے ہیں اور احادیث یاد کر رہے ہیں اور دوسروں کو سنا رہے ہیں اور حدیث کو پھیلا رہے ہیں۔ مروان بن حکم امیر مدینہ کو ایک مرتبہ خیال گذرا کہ حضرت ابو ہریرہ اتنی زیادہ حدیث بیان کرتے ہیں کیا واقعی ان کو یاد ہے یا ایسے ہی سناتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بطور امتحان آپ کو طلب کیا آپ تشریف لے گئے تو مروان بن حکم نے چادر لگوا کر تین کاتب پیچھے بٹھا دئے اور حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کچھ احادیث مبارکہ مجھے بھی سنا دیجئے۔ عاشق کو کیا چاہئے بس اشارہ چاہئے وہ تو بس اس انتظار میں رہتے تھے کہ کوئی سننے والا ہو تو میں سناؤں۔ چنانچہ آپ نے شروع کر دیا اور گھنٹوں احادیث سناتے رہے اور

آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ پردے کے پیچھے بیٹھے کاتب سب لکھ رہے ہیں۔ کئی گھنٹوں کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ چھ ماہ گذرنے کے بعد دوبارہ پھر مروان بن حکم نے آپ کو طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! وہ احادیث جو چھ ماہ قبل آپ نے سنائی تھیں اس میں سے کوئی ایک دو حدیث یاد ہے؟ تو فرمایا کہ کیا اسی ترتیب سے سنادوں جیسے پہلے سنائی تھیں یا ترتیب میں فرق کردوں؟ تو مروان بن حکم نے پوچھا کہ کیا اسی ترتیب سے آپ سنا سکتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ کاتب پھر پیچھے بیٹھ گئے۔ وہ گھنٹوں احادیث سناتے رہے یہاں تک کہ جتنی احادیث سنائی تھیں پوری کی پوری دوبارہ سنادیں۔ مروان بن حکم نے کاتبین کو بلوایا اور پوچھا کہ بتاؤ! کیا فرق ہے؟ انہوں نے کہا کہ کہیں ذرا برابر فرق نہیں، نہ ترتیب میں، نہ زیر زبر میں، کہیں فرق نہیں۔ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی تھی جب آپ نے دعا دے دی تو کمپیوٹر تو آج ایجاد ہوا ہے اور دماغ تو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضي اللہ عنہ خود بھی کچھ عرصہ امیر المؤمنین رہے [1] لیکن طبعاً چونکہ مزاج میں مزاح بہت زیادہ تھا۔ اپنا کام خود کرتے تھے کسی خادم سے نہیں لیتے تھے۔ جنگل جاکر ایک من لکڑیاں کاٹ کر پورا گٹھر

---

[1] كما في سير أعلام النبلاء (٢ / ٦١٤): كان مروان ربما استخلف أبا هريرة على المدينة، فيركب حماراً ببرذعة، وفي رأسه خلبة من ليف، فيسير، فيلقى الرجل فيقول: الطريق! قد جاء الأمير۔

اپنی کمر پر لاد کر تشریف لاتے اور مسجد نبوی کے قریب جہاں ایک بازار لگتا تھا وہاں پہنچ کر زور سے آواز دیتے تھے، ہٹو بچو راستہ دو امیر مدینہ آرہا ہے [1] تو سب صحابہ ہنس پڑتے تھے۔ لکڑیاں کاٹ کر خود اپنی پشت پر رکھی ہوئی ہیں اور مزاح کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ امیرِ مدینہ آرہا ہے راستہ دو گورنر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ کیا شان تھی ان صحابہ کرام کی۔ آپ کا رنگ بالکل سفید و سرخی مائل تھا **وَكَانَ لَوْنُهُ أَبْيَضَ وَلِحْيَتُهُ حَمْرَآءَ** [2] آپ کی داڑھی سرخی مائل تھی یعنی وہ مہندی لگایا کرتے تھے۔ بہت سے صحابہ مہندی استعمال کیا کرتے تھے تو حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه بھی مہندی لگایا کرتے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو مروان بن حکم مزاج پرسی کے لئے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ زار و قطار رو رہے ہیں تو مروان بن حکم کو تعجب ہوا کہا کہ آپ صحابی رسول ہو کر موت سے ڈر رہے ہیں، موت کے خوف سے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں **فَإِنِّي لَا أَبْكِي عَلٰى دُنْيَاكُمْ يَا مَرْوَانُ** اے مروان بن حکم! میں تمہاری دنیا کے چھوٹنے کی وجہ

---

[1] كما في سير أعلام النبلاء (٢ / ٦١٤): عمرو بن الحارث عن يزيد بن زياد القرظي، حدثني ثعلبة بن أبي مالك القرظي، قال: أقبل أبو هريرة في السوق يحمل حزمة حطب، وهو يومئذ خليفة لمروان، فقال: أوسع الطريق للأمير۔

[2] كما قال الذهبي في سير أعلام النبلاء (٢ / ٥٨٦): وقال ابن سيرين: كان أبو هريرة أبيض، ليناً، لحيته حمراء۔

سے نہیں رو رہا ہوں وَلٰکِنْ أَبْکِيْ عَلٰی ضُعْفِ سَفَرٍ وَقِلَّةِ زَادٍ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میرا طویل سفر شروع ہونے والا ہے اور میرے پاس زادِ راہ کچھ نہیں ہے۔ میرے پاس اعمال کی کمی ہے۔ ❶ سب سے زیادہ حدیث بیان کرنے والے سب سے بڑے محدث ان کی یہ شان ہے۔ پھر آسمان کی طرف چہرہ اٹھایا اور یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّ لِقَآئَكَ اے اللہ! میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوں فَأَحْبِبْ لِقَآئِيْ آپ بھی میری ملاقات کو پسند فرمالیجئے۔ یہ کہتے ہوئے اور کلمہ پڑھتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ ❷ دیکھئے! صحابی رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی مہر لگی ہوئی ہے لیکن سفرِ آخرت ہو رہا ہے تو زار و قطار رو رہے ہیں کہ میرے پاس اعمال کی کمی ہے۔ آج یہ کیفیت ہم لوگوں میں کہاں ہوتی ہے؟ کچھ نہیں ہائے دنیا ہائے دنیا بس کار چھوٹ رہی ہے، بنگلہ چھوٹ رہا ہے، سارا دماغ اسی کی طرف لگا رہتا ہے اور

---

❶ كما في سير أعلام النبلاء (٦٢٥/٢): ابن المبارك عن وهيب بن الورد، عن سلم بن بشير أن أبا هريرة بكى في مرضه، فقيل: ما يبكيك؟ قال: ما أبكي على دنياكم هذه، ولكن على بعد سفري وقلة زادي، وأني أمسيت في صعود، ومهبطه على جنة أو نار، فلا أدري أيهما يؤخذ بي؟۔

❷ كما في سير أعلام النبلاء (٦٢٥/٢): مالك عن المقبري، قال: دخل مروان على أبي هريرة في شكواه، فقال: شفاك الله يا أبا هريرة، فقال: اللهم إني أحب لقاءك، فأحبّ لقائي، قال: فما بلغ مروان أصحاب القطا حتى مات۔

دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ چونکہ صحابہ کرام پر دین غالب تھا ان کو پتہ تھا کہ وطن اصلی آخرت ہی ہے جہاں جا رہے ہیں تو اس دنیا سے وہ چیزیں لینی ہیں جو وہاں کی ضروریات ہیں۔

اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ [1] گھنٹی شیطان کی بانسری ہے۔ آپ دیکھئے کہ دنیا کے اندر جتنے مذاہب ہیں اسلام کو چھوڑ کر ان کا خدا ہر وقت سوتا رہتا ہے اور وہ گھنٹی بجا بجا کر جگاتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں دیکھا ہوگا صبح سویرے پنڈت آتا ہے اور مندر کا گھنٹہ ٹن ٹن ٹن بجانا شروع کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ آ کر اپنے خدا کو گھنٹہ بجا بجا کر جگاتے رہتے ہیں کہ اُٹھ ہماری بھی سن بھنگ پی کر سوتا رہتا ہے۔ عیسائیوں کو دیکھ لو ان کے ہاں چرچ میں پادری آتا ہے آتے ہی گھنٹہ بجاتا ہے تو عیسائی لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اب خدا جاگ گیا ہے جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو۔ اسی طرح سکھوں کے ہاں بھی گھنٹہ بجایا جاتا ہے تو پھر بھگوان بیدار ہوتا ہے۔ یہودیوں کے ہاں چلے جاؤ ان کے ہاں بھی یہی سسٹم ہے۔ ایک ہمارا مولیٰ ہے کہ جب چاہو ان سے اپنی حاجت پیش کر دو۔ سوتے وقت نیند کی حالت میں کروٹ بدلتے ہوئے اس وقت اگر استغفار منہ سے نکل جائے تو عند اللہ

---

[1] تقدم تخریجه في صـ ٣٢٩

وہ بھی رائیگاں نہیں جاتا۔ چوبیس گھنٹے ہماری فریاد سن رہا ہے۔ اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ ہمارے یہاں گھنٹہ نہیں بجایا جاتا بلکہ اللہ کے گھر بلانے کے لئے اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔ اَللّٰہُ أَکْبَرُ اَللّٰہُ أَکْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کبریائی، اس کی عظمت دل میں بیٹھ جائے تو پھر اگر وہ کاروبار بھی کر رہا ہے اور پانچ پانچ ہزار کے نوٹ کی گڈیاں بھی گن رہا ہے فوراً سب روک دے گا اور کہے گا کہ وہ رب کائنات جس نے مجھے پیدا کیا ہے اس نے مجھے اپنے دربار میں طلب کیا ہے۔ لہٰذا اب میں اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر ہونے جارہا ہوں اور نماز پڑھنے کے بعد پھر آؤں گا اگر آپ نے مجھ سے سامان خریدنا ہے تو نماز کے بعد خریدنا ورنہ کہیں اور جاؤ۔ لیکن لوگ بھی پھر اسی سے زیادہ خریدتے ہیں اور کہتے ہیں جب یہ اپنے مولیٰ کا اتنا وفادار ہے تو انشاء اللہ ہمیں دھوکا نہیں دے گا۔ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب بیعت ہوئے، داڑھی رکھ لی، اب جیسے ہی اذان ہوتی تھی فوراً دکان بند کر دیتے تھے۔ تیل کا کاروبار تھا اور جناب جتنے بھی ہندو بنیے آتے تھے وہاں کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ نماز پڑھ کر آیئے اور اگر ذکر واذکار وغیرہ کرنا ہے وہ بھی کر کے آیئے ہم نے سامان آپ ہی سے خریدنا ہے۔ کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ جو اپنے خدا کا ہے وہ ہمیں دھوکا نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اس کا ثمرہ

امریکن آئل کمپنی پاکستان میں ابھی آٹھ نو سال قبل آئی۔ انہوں نے اخبارات میں اشتہارات دیئے۔ آئل فیلڈ میں تنخواہیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ تین لاکھ چار لاکھ وغیرہ تو بہت نوجوان اس طرف دوڑتے ہیں جن کے پاس وہ ڈگری ہوتی ہے۔ اس انگریز نے کہا ان لڑکوں سے جن میں ساٹھ فیصد داڑھی والے باشرع لباس تھا کہ تم سب یہ داڑھی وغیرہ منڈوادو اور تھری پیس سوٹ میں آجاؤ تمہاری نوکری پکی ہے اور تین دن کے بعد بلایا سب کو، تو کچھ نوجوانوں نے داڑھی منڈوادی اور تھری پیس سوٹ میں بڑے خوش خوش آئے کہ آج تو ہم کو لیٹر مل ہی جائے گا۔ ان سے کہا کہ آپ بیٹھ جاؤ اور پھر ان کی طرف توجہ ہی نہیں کی اور جو لوگ اسی حالت میں آئے ان سے کہا کہ آپ سے میں نے کہا تھا کہ داڑھی منڈوادو پگڑی اتار دو تھری پیس سوٹ میں آجاؤ تو نوکری پکی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ بتانے آئے ہیں کہ ہم ایسی نوکری پر لعنت بھیجتے ہیں، ہم اپنے مولیٰ کو ناراض کر کے اپنے سر بے وفائی کا داغ نہیں لے سکتے۔ جب ہمارے مولیٰ کائنات نے حکم دیا ہے اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان کروادیا ہے:

﴿وَفِّرُوا اللُّحٰى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ﴾ [1]

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ١٣٧

داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ تو وہ رب جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تمہارے چند ٹکوں کے لیے اس کے حکم کو نہیں توڑ سکتے۔ اس انگریز نے کہا کہ آج سے تم لوگوں کی نوکری پکی ہو گئی اور ابھی تک کام کر رہے ہیں ماشاء اللہ سفید ریش بھی ہو گئے، سنت کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں، اور وہ لوگ جنہوں نے داڑھی منڈا دی تھی انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ہم نے تمہارے کہنے پر کیا ہے، ہم کو لیٹر کیوں نہیں دیا؟ تو اس انگریز نے کہا کہ جب تم اپنے مولیٰ کے وفادار نہیں ہو تو ہمارے ساتھ کیسے وفاداری کرو گے؟ جب ہمارے کہنے پر جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑ دیا اس بات سے ہمیں یقین آ گیا کہ تم ہمیں بھی دھوکہ دو گے۔ لہٰذا ان کو رجیکٹ کر دیا اور واپس کر دیا۔ اب وہ سب شرمندہ ہوئے کہ نقل بھی اتاری، ان کا کہا بھی مانا مگر فائدہ کچھ نہیں ہوا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب داڑھی رکھنے سے تو بچے بھی ڈر جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے بچے کو ایک عالم کے پاس لے گئے دم کرانے کے لیے تو بچے کو انہوں نے جیسے ہی گود میں لیا تو وہ زور سے چیخ مار کے رویا۔ اس شخص نے کہا دیکھا مولوی صاحب! داڑھی رکھنے سے تو بچے بھی ڈر جاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا بچے داڑھی سے نہیں ڈرتے، بچے اپنے ابا سے ڈرتے ہیں۔ اب تک تو بچہ سمجھتا تھا کہ میری دو اماں ہیں، آج اس نے پہلی مرتبہ ابا کو دیکھا ہے تو خوف کی وجہ سے رو رہا ہے۔ تھوڑی

دیر کے بعد مانوس ہو جائے گا پھر نہیں روئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اولیاء اللہ کا رعب

اسی طرح ہندوستان میں جب وائسرائے کی آمد تھی۔ اس زمانے میں برٹش گورنمنٹ کا دور تھا۔ اب جناب ہر طرف ہلچل مچی ہوئی ہے پورے شہر کی صفائی کی جارہی ہے۔ لکھنؤ میں اس کو آنا تھا، وہاں آکر اس نے ڈپٹی کلکٹروں کو طلب کیا۔ ٹائی لگا کے، تھری پیس سوٹ پہن کے اکیاون ڈپٹی کلکٹر آئے اور وہ بیٹھا سگار پی رہا ہے۔ اس کی فورس پیچھے کھڑی تھی۔ اتنے میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ شرکت کے لئے اپنی کار سے اترے، خانقاہی ٹوپی اور لمبا کرتا پہنے ہوئے، ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے ہاتھ میں تسبیح اور خراماخراما جب وائے سرائے کی طرف چلے۔ وائے سرائے کچھ دیر تو ہمت کر کے بیٹھا رہا، اس کے بعد جب اس پہ زیادہ رعب طاری ہو تو کھڑا ہو گیا اور فوراً کہا کہ ان کے لئے جلدی کرسی لاؤ۔ اکیاون ڈپٹی کلکٹروں نے کہا آئی سی ایس کا امتحان ہم نے بھی پاس کیا ہوا ہے اور ان میں بعض ڈپٹی کلکٹر ان سے سینئر ہیں ان کا آپ نے ایسا اکرام نہیں کیا اور ان کا اتنا اکرام کے ان کو کرسی پر بٹھلایا جارہا ہے۔ وائے سرائے نے کہا کہ تم نے ہمارے کلچر کو قبول کر لیا ہے اس لیے تمہاری کوئی اہمیت میرے دل میں نہیں۔ یہ جب دور سے آرہے تھے تو اسی وقت میرا دماغ پچھلی تاریخ کی طرف چلا گیا کہ مغل بادشاہوں نے آٹھ سو سال ہندوستان میں حکومت کی ہے پھر

مجھے خیال آیا کہ یہ میرے پاس آرہا ہے اور میں وائے سرائے ہوں اور یہ ایک معمولی ڈپٹی کلکٹر ہے لیکن مجھ سے ذرا بھی مرعوب نہیں کہ داڑھی چھوٹی کرالیتا اور لباس تبدیل کرلیتا۔ برٹش گورنمنٹ سے تنخواہ لے رہا ہے اور غلامی اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول کی ہے کہ ان کی سنت کے جھنڈے کو یہ لہراتا ہوا میرے پاس آرہا ہے۔ ہمارا غلام نہیں بنا، مجھ پر اتنا رعب طاری ہوا کہ مجبوراً مجھے کھڑا ہونا پڑا اور ان کے لیے کرسی منگوانی پڑی اور تم نے چونکہ ہمارے کلچر قبول کرلیا جیسے ہم ویسے تم لہٰذا تمہارا کوئی اثر نہیں پڑا۔

خواجہ صاحب کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی نوراللہ مرقدہ بھی تھے۔ ان بزرگوں کو بھی اپنے ساتھ کار میں بٹھلا کر لے آئے تھے کہ انہیں راستے میں کہیں اترنا تھا۔ جب راستے میں رنگ رلیوں کو دیکھا تو خواجہ صاحب نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت ابھی ابھی دو شعر بہت مزیدار ہوئے ہیں۔ اگر حکم ہو تو سناؤں۔ فرمایا کہ ضرور سناؤ تازہ جلیبی کا مزہ الگ ہوتا ہے تو خواجہ صاحب نے یہ شعر سنایا۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل

یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی

جو چمن سے گذرے تو اے صبا کہنا بلبلِ زار سے

خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

کتنے عبرت ناک اشعار ہیں چند دنوں کے بعد ہوا کے تھپیڑوں نے سب جھنڈیاں اکھاڑ دیں اس کے بعد شہر پھر ویسے ہی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت

تو میں عرض کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْجَرَسُ مَزَامِیْرُ الشَّیْطٰنِ [1] گھنٹی شیطان کی بانسری ہے۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں تقریباً سب میں گھنٹی بجائی جاتی ہے لیکن اسلام ایسا مذہب ہے جس میں گھنٹی نہیں بجائی جاتی۔ اور وہ گھنٹی مزامیرِ شیطان میں داخل ہے جو بطورِ عبادت بجائی جائے۔ مدرسوں میں جو گھنٹہ بجتا ہے اسے عبادت سمجھ کر نہیں بجایا جاتا اور اس گھنٹے کے اندر کوئی سریلی آواز نہیں ہوتی جب کہ گرجا گروں میں، مندروں میں عبادت سمجھ کر گھنٹہ بجایا جاتا ہے۔ اتوار کے دن سب عیسائی جمع ہوتے ہیں اور ان کا پادری پردے کے پیچھے بیٹھ جاتا ہے وہ آکر بتاتے ہیں کہ اس ہفتے میں کیا کیا کرتوت کیے، کتنے زنا کیے، کتنی شراب پی، کیا کیا چوریاں کیں۔ وہ فوراً کہتا ہے کہ اچھا پچاس ہزار ڈالر لاؤ اور ایک گھنٹہ بجا دیتا ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تمہارے سارے گناہ اور بدمعاشیاں معاف ہو گئیں، بے فکر ہو جاؤ۔ بتایئے! جو چاہو کرو اور پادری کو

---

[1] تقدم تخریجه في ص ۳۲۹

پیسے دو اور وہ اس سے عیاشی کر رہا ہے۔ نعوذ باللہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے سارے گناہ معاف کروا رہا ہے ان کے ہاں یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے معبود کو جگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور محض اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا اور ہمارا رب نیند سے پاک ہے ہمیشہ جاگ رہا ہے اور جاگتا ہی رہے گا شہ رگ سے زیادہ قریب ہے جب چاہو اس سے معافی مانگ لو کہ یا ربی معاف کر دیجئے ہر وقت سن رہا ہے چاہے آپ نیند میں کہہ رہے ہو تب بھی وہ سن رہا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک شخص ایسا بھی جنت میں جائے گا کہ وہ خود کہے گا یارب میں نے زندگی میں کوئی نیکی ہی نہیں کی۔ مجھے آپ نے کیسے معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ نالائق میں تجھے پیدا کیا تھا ماں کے پیٹ میں اور تم تو مجھ سے غافل تھے مگر میں تجھ سے غافل نہیں تھا اس لیے کہ جب ماں باپ اپنے بچے سے غافل نہیں ہوتے ہر وقت فکر میں رہتے ہیں جبکہ ماں باپ ہمارے خالق نہیں ہیں، تخلیقیت کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہمارے خالق ہیں جو پیدا کرتا ہے وہ رب العالمین جو اپنے بندوں کو پیدا کرتا ہے اس کو اپنے بندوں سے محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھ سے غافل نہیں تو مجھ سے غافل تھا اور تو اپنے وجود سے بھی غافل تھا گہری نیند سو رہا تھا اور سوتے ہوئے تو نے کروٹ بدلی تو تمہارے منہ سے غلطی سے اللہ نکل گیا تھا، اس کو بھی میں نے قبول کر لیا، آج اس کی وجہ سے

تیری مغفرت ہو رہی ہے۔

مومن کی ہر سانس جواہر کی لڑی ہے

اَلْجَرَسُ مَزَا مِیْرُ الشَّیْطٰنِ [1] اور یہ گھنٹی ہر شخص کی جیب میں موجود ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ نے زندگی عطا فرمائی اپنی عبادت کے لیے اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ [2] پوری کائنات کو اللہ نے ہمارے لیے پیدا کیا اور ہم کو آخرت کی تیاری کے لیے پیدا کیا۔ جب سے یہ سیل فون آیا ہے آپ ذرا حساب لگالیں کہ آدھی زندگی غفلت میں اور آدھی زندگی موبائل فون میں گذر رہی ہے۔ شدید ضرورت ہو تو بات

---

[1] تقدم تخريجه في صـ ٣٢٩

[2] أخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (١٠٠٩٧) قال: أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أنا أبو عبد الله الصفار، ثنا أبو بكر بن أبي الدنيا، حدثني أحمد بن عبد الأعلى، حدثني أبو جعفر المكي، قال: قال الحسن البصري: طلبت خطب النبي صلى الله عليه وسلم في الجمعة، فأعيتني فلزمت رجلاً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فسألته عن ذلك فقال: كان يقول في خطبة يوم الجمعة: يا أيها الناس! إن لكم علماً، فانتهوا إلى علمكم، وإن لكم نهاية فانتهوا إلى نهايتكم، فإن المؤمن بين مخافتين بين أجل قد مضى لا يدري كيف صنع الله فيه، وبين أجل قد بقي لا يدري كيف الله بصانع فيه، فليتزود المرء لنفسه، ومن دنياه لآخرته، ومن الشباب قبل الهرم، ومن الصحة قبل السقم، فإنكم خلقتم للآخرة، والدنيا خلقت لكم، والذي نفسي بيده ما بعد الموت من مستعتب، وما بعد الدنيا دار إلا الجنة والنار وأستغفر الله لي ولكم۔

کرلو، اس میں اتنا مشغول ہو جانا کہ دین کے کاموں میں خلل واقع ہونے لگے صحیح نہیں۔ آپ مسجد میں آئے اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے۔ کسی بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہونے کے بعد اس کے شاہی آداب کیا ہوتے ہیں؟ لہٰذا اللہ کی بارگاہ میں جب کھڑے ہوں تو دل بھی ادھر ادھر نہیں چاہیئے۔ دنیا سے رابطہ کٹ گیا اللہ سے رابطہ جڑ گیا لیکن یہ مزامیرِ شیطان جو ہے کسی ایک کی جیب میں گھنٹی بجتی ہے سب کی نماز خراب ہو جاتی ہے سب کا دماغ ادھر چلا جاتا ہے اور سب میوزک والی گھنٹیاں لگا کے رکھتے ہیں۔ بتایئے! کتنے افسوس کی بات ہے حالانکہ ایسی گھنٹیاں بھی ہیں جو بس ذرا سی ٹن ہوتی ہے اگر آپ غور کریں گے تو آواز سنائی دیتی ہے ورنہ نہیں۔ لیکن باشرع بھی گانے والی فحش قسم کی میوزک والی گھنٹیاں لگاتے ہیں اور ادھر نماز ہو رہی ہے، اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ پہلے بیت اللہ شریف میں جاتے تھے تو وہاں ہر شخص کے رونے کی آواز آتی تھی۔ حج کے موقع پر ہر ایک کی زبان پر تلبیہ ہوتا تھا اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکُ لَا شَرِیْکَ لَکَ

اور اب کیا حالت ہے لبیک ہیلو ہیلو یار! ابھی میں ذرا مکے کی طرف جا رہا ہوں۔ دوسرے حضرات تلبیہ پڑھ بھی چکے ہوتے ہیں اور یہ بیچارہ موبائل فون میں پھنسا ہوا ہے۔ جب بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلتا تھا تو لوگ چیخ مار مار کر روتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مناجات وفریاد کرتے تھے کہ یا اللہ!

ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے آج تیرے گھر کا رحمت کا دروازہ کھل رہا ہے۔ ہماری مغفرت فرمادے۔ اور اب جب دروازہ کھلتا ہے تو ایک شخص کی آنکھ میں بھی آنسو نہیں ہوتا۔ ہر شخص موبائل ہاتھ میں لیے کھڑا ہوتا ہے اور ایک دوسرے پر اچھل اچھل کر کوشش کرتا ہے کہ جیسے دروازہ کھلے میں اس کا فوٹو لے لوں۔ ایسی غفلت میں مبتلاء کرنے والی چیز شیطان نے نکالی ہے، ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ آج مسلمان زندگی کا مقصد ہی بھول گئے ہے

تیری ہر سانس ہے نقلِ موسیٰ
تیری ہر سانس ہے جواہر کی لڑی

مسلمان کی ہر سانس جواہر کی لڑی ہے آپ کی زبان سے اگر **سبحان اللہ ،الحمدللہ ،اللہ اکبر** نکلا تو یہ جواہرات ہمیشہ قائم رہیں گے۔ اور دنیا کے جواہرات کو اگر مٹی میں دفن کردو تو کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائیں گے لیکن اگر آپ کی زبان سے **سبحان اللہ** نکل گیا تو جنت میں ایک درخت لگ گیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ پانچ سو سال تک تیز رفتار گھوڑے پر دوڑیں تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔ بتایئے! ہمارا کتنا قیمتی سرمایہ ہے۔

غفلت دور کرنے والی حکایت

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ انسان کی زندگی اس برف بیچنے والے کی

طرح ہے جس کے گھر میں نہ کھانے کو کوئی چیز نہ پینے کو کچھ ہے اور بچے
بھوک سے تڑپ رہے ہیں اور سرمایہ اس کے پاس ایک برف کی سلی ہے اب
وہ بازار میں فروخت کرنے کے لیے جا رہا ہے کہ اس کو فروخت کر کے گھر
کے لیے آٹا، نمک، گھی، دال جو کچھ لانا ہے سب خرید کر لے آؤں۔ لیکن جیسے
وہ گھر سے نکلا ایک بندر نچانے والے نے ڈگڈگی بجائی اس کے بجتے ہی وہ
بھی بندر کا تماشہ دیکھنے بیٹھ گیا اور برف وہیں رکھدی۔ دوپہر کا وقت ہے
سورج آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا ہے۔ بتایئے! برف کتنی تیزی کے ساتھ
پگھلے گی؟ اور وہ غفلت میں پڑا ہوا ہے اس کو علم ہی نہیں ہے کہ اس کا راُس
المال جو کچھ اس کا سرمایہ تھا وہ تو پگھلتا جا رہا ہے اور جب تماشہ ختم ہوتا ہے تو
دیکھتا ہے کہ اب تو سلی آدھی رہ گئی ہے اور اسے لے کر وہاں سے بھاگتا ہے
اور تیز چلتا ہے کہ جلدی سے بازار پہنچوں اور اس کو فروخت کروں ایسا نہ ہو
کہ بازار پہنچنے سے پہلے یہ ختم ہو جائے۔ اب جب وہ بازار پہنچتا ہے اتنے
میں شام کا وقت ہو جاتا ہے اور موسم تبدیل ہو جاتا ہے، ابر چھا جاتا ہے بادل
آجاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک شروع ہو جاتی
ہے۔ اب وہ دکاندار کے پاس جاتا ہے کہ جلدی سے برف خرید لو میں نے
اپنے بچوں کے لیے سامان خریدنا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بے وقوف اس کا وقت
اب ختم ہو گیا ہے ابھی تو بارش ہونے والی ہے۔ دیکھ نہیں رہے ہو کہ بادل
گرج رہے ہیں، بجلی چمک رہی ہے۔ جس وقت تو گھر سے نکلا تھا اسی وقت

لا کر فروخت کر دیتا تو بک جاتی اور تمہارے بچوں کے لیے کچھ کیش ہو جاتا اور تو سامان خرید لیتا۔ اب تو تیرا راس المال ختم ہو گیا۔ تو نے اپنا قیمتی وقت برباد کر دیا۔ بارش شروع ہو جاتی ہے اور وہ گھر بھی نہیں لوٹ سکتا۔ برف کا ایک ڈلا ہاتھ میں رہ جاتا ہے۔ اب وہ کفِ افسوس مل رہا ہے کہ کاش! جس وقت میں گھر سے نکلا تھا اسی وقت یہاں آ کر جلدی سے اس کو بیچتا اور بجائے غفلت میں وقت گذارنے کے اس کو بیچ کر گھر کے لیے سامان خریدتا۔ اب گھر میں بچے بھوکے پیاسے پڑے ہوئے اس کا انتظار کر رہے اور یہ بے چارہ پردیس میں پھنسا ہوا ہے۔ راستہ بھی معلوم نہیں کہ اندھیرے میں واپس کیسے جائے؟ برف کا چھوٹا سا ڈلا ہاتھ میں ہے اور وہ دوڑ دوڑ کر ہر دکاندار کے پاس جا رہا ہے کہ خدا کے لیے اس کو خرید لو۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قیمت اب ختم ہو گئی ہے۔ یہی حال حضرت انسان کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی آخرت بنانے اور سنوارنے کے لیے عطا فرمائی ہے اور یہ غفلت میں گذار رہا ہے، جب اچانک بلاوا آ جائے گا تو پھر کہے گا فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصَّالِحِيْنَ [المنافقون: ١٠] اے کاش! کہ مجھے تھوڑی مہلت مل جائے تو کچھ صدقہ کر لوں اور نیک و صالح ہو جاؤں۔ لہٰذا اس سے پہلے اپنی زندگی کی قدر کر لو۔

صحابہ کرام کا نماز میں خشوع وخضوع

لیکن افسوس ہے کہ آج جس کو دیکھو سیل فون پر لگا ہوا ہے چادر

اوڑھی ہوئی ہے، دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ حضرت جی مراقبے میں ہیں اور وہ اندر تصویریں دیکھ رہا ہے یا اس میں گیم کھیل رہا ہے اور وقت ضائع کر رہا ہے، اللہ سے غافل ہے۔ یہ ضرورت کی چیز ہے ضرورت کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ مشغول ہونا کہ حقوقِ واجبہ چھوٹنے لگیں اور جماعت کی نماز فوت ہونے لگے اور اگر جلدی میں پہنچ بھی گئے تو گھنٹی بند نہ کرنے کی وجہ سے تمام نمازیوں کی نماز بھی خراب کرتے ہیں۔ اللہ اکبر کہتے ہی موبائل کی گھنٹی بج رہی ہے تو دل لگے گا نماز میں؟ معلوم نہیں کہ کس بزنس مین کا فون ہے، شاید ایک لاکھ کا آرڈر ہے یا کوئی حادثہ ہوگیا ہے۔ غرض کہ خیالات ادھر ادھر چلے جاتے ہیں۔ مسلمان جو اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا ہے، خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے تھا وہ سب ختم ہوگیا۔ اور بعض ملکوں میں تو موبائل فون نماز کی حالت میں بھی استعمال کرتے ہیں رکوع سے اٹھے گھنٹی بجی فون اٹھایا اور کہا أَنَا فِي الصَّلٰوةِ کہ میں اس وقت نماز میں ہو بعد میں فون کرنا اور پھر جیب میں رکھ لیا نماز میں باتیں بھی ہو رہی ہیں اور اس کے باوجود ان کی نماز نہیں ٹوٹتی۔ بتایئے! کس قدر گمراہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے غفلت اور دوری کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل خالی ہے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد کے بیچ والے دروازے سے داخل ہوا اور دائیں طرف کھڑا ہوا اور نماز کی نیت باندھی اور پھر نماز کے دوران ادھر ادھر دیکھنے لگا، رکوع سے سیدھا ہو تو تھوڑی دور جا کر اس نے

سجدہ کیا اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو دیکھا کہ وہ پھر چلتا ہوا دوسری طرف جا کر کھڑا ہو گیا اور دوسری رکعت وہاں ادا کی اور جب سلام پھیرا تو میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ نے نماز وہاں شروع کی اور چلتے چلتے اختتام یہاں کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی؟ اس نے کہا کہ جہاں نماز شروع کی تھی وہاں ائیر کنڈیشن کی ہوا صحیح نہیں آ رہی تھی پھر میں آگے چلا گیا تو وہاں بھی صحیح ہوا نہیں آ رہی تھی تو میں یہاں آ گیا، یہاں ماشاء اللہ بہت ٹھنڈی ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہونے کے بعد تمہیں ہوا کا خیال کیسے آیا؟ صحابہ کرام کی نماز کا کیا عالم تھا؟ جسم میں تیر لگا ہوا ہے منع کر دیا کہ اس کو نکالنا نہیں مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے لیکن جیسے ہی انہوں نے نماز شروع کی تو وہ تیر نکال لیا جاتا اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ حضراتِ صحابہ کرام کا کس قدر نماز میں انہماک اور حضورِ قلب ہوتا تھا۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جب میں نماز کے لیے نیت باندھتا ہو اور ہاتھ کانوں تک اٹھا کر جیسے ہی واپس نیچے لاتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہاتھ تو میرے نیچے جا رہے لیکن میرا جسم اوپر کو اٹھتا جا رہا ہے یہاں تک کہ میں عرشِ اعظم کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور پھر جب میں **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ** پڑھتا ہوں تو ہر حرف پر ایک عجیب مزہ، عجیب حلاوت محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اس لیے حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ **اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَجَدَ سَجَدَ عَلٰی قَدَمَیِ**
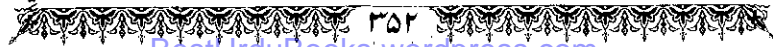
الرَّحْمٰنِ بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ اب یہ کیفیت ہم لوگوں کے اندر کہاں پیدا ہوتی ہے؟ اس لیے کہ کیفیت والوں سے رابطہ قائم نہیں کرتے۔ جب مسجد میں آؤ تو پہلے دو رکعات صلوٰۃ تحیۃ المسجد کے پڑھو، اس دور میں تو بالکل اس کا فقدان ہوگیا، بڑی مشکل سے فرض پڑھ لیتے ہیں یہاں تک کہ ذکر بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ کیا کریں صاحب مصروفیت بہت زیادہ ہے۔

ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی نبی یا کسی ولی کے ہاتھ میں نہیں۔ نبی اور ولی راستہ دکھاتے ہیں۔ ابو طالب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی کہ ہر حملے کو روکتے تھے جو مشرکین کی طرف سے ہوتے تھے۔ لیکن ایمان نہیں لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے پیارے چچا! میرے کان میں کلمہ پڑھ لیجئے تا کہ قیامت کے دن میں گواہی دے دوں گا کہ میرے کان میں کلمہ پڑھا تھا۔ تو انہوں نے کہا لَاخْتَـرْتُ النَّارَ عَلَى الْعَارِ میں جہنم کی آگ کو تو برداشت کرلوں گا لیکن عار کو برداشت نہیں کروں گا کہ لوگ کہیں گے اپنے بھتیجے کے دین کو قبول کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت مگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو دیا جائے گا آگ کی وہ چپل پہنائی جائیں گی جس سے دماغ ہانڈیوں کی طرح پک رہا ہوگا [1] اَللّٰھُمَّ

---

[1] أخرجه البخاري في صحيحه برقم (٦٥٦٤) في باب صفة الجنة =

احْفَظْنَا اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

نجات کا مدار مسائل پر ہے فضائل پر نہیں

بعض لوگ فرض نماز کے بعد بیٹھے لمبے لمبے وظیفے پڑھتے رہتے ہیں۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ جن فرض نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہیں تو فرض کے بعد ان کو ادا کرنا چاہیے فرائض اور سنن مؤکدہ کے درمیان فصل کرنا درست نہیں۔ ❶ حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے استاذ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ نجات کا مدار

= والنار، قال: حدثنا إبراهيم بن حمزة، حدثنا ابن أبي حازم والدراوردي، عن يزيد، عن عبد الله بن خباب، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر عنده عمه أبو طالب، فقال: لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة، فيجعل في ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلي منه أم دماغه۔

وأخرجه أبو يعلى في مسنده برقم (١٣٦٠)، وأبو عوانة في مستخرجه برقم (٢١٠)۔

❶ قال ابن عابدين الشامي في رد المحتار (٢/١٩-٢٠): قوله: (ولو تكلم إلخ) وكذا لو فصل بقراءة الأوراد؛ لأن السنة الفصل بقدر اللهم أنت السلام إلخ، حتى لو زاد تقع سنة لا في محلها المسنون۔ وقال في موضع آخر (٦/٤٢٣): وتقدم في الصلاة أن قراءة آية الكرسي، والمعوذات، والتسبيحات مستحبة، وأنه يكره تأخير السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام إلخ، قوله: (قال أستاذنا) هو البديع شيخ صاحب المجتبى، واختار الإمام جلال الدين إن كانت الصلاة بعدها سنة يكره، وإلا فلا، آه۔

مسائل پر ہے فضائل پر نہیں، اس لئے مسائل علماء سے پوچھتے رہا کرو سَائِلُوا الْعُلَمَآءَ علماء سے مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرو وہ غلط بتاتا ہے تو اس کا وبال اس پر آئے گا آپ کی پکڑ نہیں ہوگی۔

اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ ❶ یہ گھنٹی شیطان کی بانسری ہے آج کل جو بانسری بجائی جاتی ہے اس سے کتنی قسم کی آوازیں نکلتی ہیں؟ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ بانسری چونکہ بانس سے بنتی ہیں اور وہ اپنے مرکز سے جدا ہو کر اسے یاد کر کے روتی ہے اسی طرح انسان بھی عالمِ ارواح سے یہاں آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے کتنا روتا ہے؟ مرکز سے جو جتنا قریب ہوتا جاتا ہے اس کی قیمت برابر ہے آپ نے ایک بلاک بیت الخلاء میں لگا دیا کہ لوگ اس پر پیشاب کر رہے ہیں بتایئے! اس کی کوئی قیمت ہوئی؟ اور دوسرا بلاک مسجد میں لگا دیا تو اس کی قیمت بڑھ گئی۔ اور تیسرا بلاک اگر حکومت سعودی نے اجازت دی تو مسجد نبوی میں لگا دیا گیا تو اس کی قیمت اور بھی بڑھ گئی کہ اب اس پر نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب مل رہا ہے۔ اور چوتھا بلاک آپ نے بیت اللہ شریف میں لگا دیا تو اس کی قیمت اور بڑھ گئی اور وہاں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ کا ثواب مل رہا ہے کیونکہ اب اس کی نسبت بیت اللہ کے ساتھ ہوگئی اسی طرح جو زیادہ اپنے مرکز کے قریب ہوگا اسے اسی قدر زیادہ سکون ملے گا اور اس کی قیمت بڑھتی چلی

---

❶ تقدم تخريجه في صـ ٣٢٩

جائے گی۔ جتنا ہم آئینہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتے جائیں گے اور اپنے آپ کو سنوارتے جائیں گے اتنی ہی قیمت بڑھتی چلی جائے گی، معاشرے سے ہم نہیں ڈریں گے کہ معاشرہ کیا کہے گا؟ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت سے کہا کہ حضرت! اگر میں داڑھی رکھ لوں گا تو لوگ دیکھ کر ہنسیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کو ہنسنے دو کل قیامت کے دن تم کو رونا نہیں پڑے گا۔ جس حالت میں موت آتی ہے اسی حالت میں انسان اٹھایا جائے گا۔ اگر داڑھی منڈی ہوئی ہے تو اسی حالت میں اٹھے گا۔ اس حالت میں بارگاہ نبوت میں حوض کوثر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیشی ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید پر آج امت مست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ اگر اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظر مبارک کو پھیر لیا تو بتایئے! کوئی اور دروازہ ہے شفاعت کا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے لیکن جب قیصر وکسریٰ کے دو سفیر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئیں اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو صدمہ اتنا ہوا کہ برداشت نہیں کر سکے فَصَرَفَ النَّظْرَ عَنْهُمَا ان کی طرف سے نظر مبارک کو پھیر لیا اور ارشاد فرمایا کہ وَيْلَكُمَا تم دونوں ہلاک ہو جاؤ مَنْ أَمَرَكُمَا؟ تم کو ایسی شکل بنانے کا کس نے حکم دیا ہے فَقَالَا أَمَرَنَا رَبُّنَا كِسْرٰى ان دونوں نے کہا ہم کو ہمارے بادشاہ کسریٰ

نے ایسی شکل بنانے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَلٰكِنْ أَمَرَنِي رَبِّي أَوْفِرُوا اللُّحٰى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ لیکن میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ (1) آپ بتائیے کہ اگر حوض کوثر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ مبارک کو پھیر لیا اور پوچھ لیا کہ میری شکل میں کیا خرابی نظر آئی تھی؟ جو تو نے مجھ جیسی صورت نہیں بنائی، مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا مگر میری جیسی شکل کیوں نہیں بنائی؟ اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟ تو کوئی اور دروازہ ہے شفاعت کا؟ اس لئے میرے بزرگو دوستو!

نجانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

معلوم نہیں کہ کب بلاوا آجائے۔ اور مثالیں قیامت تک موجود ہیں۔ سکھ ایک باطل فرقہ ہے لیکن ہر شخص اس کی عزت کرتا ہے کہ سردار جی! یہاں آئیے، آپ نے سوچا کبھی سردار کہنے کی وجہ کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اپنے گرو سے محبت کی وجہ سے اس کے کلچر کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سکھ امریکہ گیا وہاں کی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے تو وہاں داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نے امریکہ کے صدر کو خط لکھا کہ میں امریکن حکومت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، میں ڈھائی من کا جسم لے کر پریڈ

---

(1) تقدم تخريجه في صد ١٤٥

کر سکتا ہوں، دوڑ سکتا ہوں تو ایک چھٹانک کی داڑھی اس میں کیا مداخلت کرے گی؟ تو صدر امریکہ نے اس کو مستثنیٰ قرار دیا اسی حالت میں وہ امریکن فوج میں بھرتی ہوا۔ لیکن افسوس ہے آج مسلمانوں پر کہ ہم اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن غلامی ہم انگریزوں کی کرتے ہیں اور معاشرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ معاشرہ قبر میں ساتھ نہیں اترتا کتنے جنازے دفن ہوتے ہیں لیکن کبھی آپ نے کسی کو دیکھا کہ کوئی دوست جنازہ دفن کرتے وقت سامنے آجائے اور یہ کہے کہ مجھے بھی ساتھ دفن کرو، میں اس کا جگری دوست تھا میرے لئے یہ جماعت کی نماز چھوڑتا تھا کوئی ساتھ نہیں اترتا اور سگار پیتے رہتے ہیں اور ڈالر کا ریٹ پوچھتے رہتے ہیں جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ جن کے لئے مرے تھے اور اپنے مولیٰ کو ناراض کیا، کوئی کام نہ آیا پھر وہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتا ہے

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم
مال و اولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل قبر میں کوئی بھی تیرا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

آج ہم داڑھی منڈا کر کریم لگاتے ہیں اور نہا دھو کر پرفیوم لگا کر
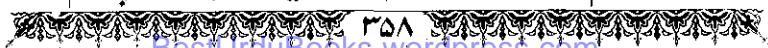
نکلتے ہیں تا کہ ہماری بناوٹ اور جسامت دیکھ کر لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں اور ہماری بھی شخصیت میں کچھ نکھار پیدا ہو حالانکہ جسم کی حقیقت کیا ہونے والی ہے نذیر الہ آبادی اپنے شعر میں کیا کہتا ہے ؎

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشین بدن تھا مبیض کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

اس جسم کی یہ حالت ہونے والی ہے اس لئے میرے بزرگو دوستو! اللہ کو راضی کرلو اور اپنے موبائل فون پر فضولیات میں مشغول ہونے اور اسراف کرنے سے سخت اجتناب کرو۔ ضرورت کی چیز ہے ضرورت کے موقع پر استعمال کرو۔ اس میں ٹون ایسی رکھو کہ جس کی شریعت اجازت دیتی ہو، گانے بجانے اور میوزک والی ٹون رکھنا جائز نہیں اور جیسے ہی مسجد میں آؤ تو یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہو رہی ہے فوراً موبائل فون بند کردو، اگر بند نہیں کیا اور اس کی گھنٹی بجنے لگی تو سب کی نماز خراب ہونے کا وبال اس پر آئے گا۔ بس ذراسی غفلت کی وجہ سے اسے بند نہیں کرتے اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کس ذاتِ عالی کی بارگاہ میں جار ہے ہیں۔

شاہ اورنگ زیب کا ایک قصہ ہے۔ ایک وزیر نے اس کے دربار میں اپنا صرف ایک بٹن بند کیا اور بادشاہ نے دیکھ لیا تو سخت ڈانٹ لگائی کہ

تمہیں دربار شاہی کا خیال نہیں ہے، آئندہ اگر بٹن بند کیا یا کھولا تو دربار سے نکال دیئے جاؤ گے۔ جب دنیاوی بادشاہوں کے یہ آداب ہیں تو اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین خالق کائنات جو ان بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے اس کے دربار کا کیا عالم ہوگا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دربار میں جب حاضر ہوں تو بالکل سکونِ جسم اور حضورِ قلب کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا دل حاضر ہی نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی سچی محبت اور صحیح تعلق نصیب نہیں ہوا اور جس دن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور صحیح تعلق نصیب ہو جائے گا تو دل ادھر ادھر جائے گا ہی نہیں، لہٰذا اللہ والوں کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنی چاہئے۔ اور جب تک ایسا نہ ہو دل کو اپنے ارادے سے حاضر کرتے رہنا چاہئے، دل ادھر ادھر ہو جائے بازار چلا جائے کہ آج یہ پکانے کے لئے خریدنا ہے اور فلاں فلاں کام کرنا ہے تو پھر اپنے ارادے سے دل کو حاضر کر لو کہ میں اس وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑا ہوں اور معنی کو سوچنا چاہئے کہ میں جو کچھ پڑھ رہا ہوں اس میں اللہ تعالیٰ بندوں سے کیا فرما رہے ہیں؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی سورتوں کا ترجمہ دیکھ لو، یاد کر لو اور جب امام پڑھے تو ساتھ ساتھ معنی بھی سوچتے رہو تو انشاء اللہ تعالیٰ دل حاضر رہے گا، ادھر ادھر نہیں جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں مارکیٹنگ کر رہے ہوتے ہیں مگر ہمارا دل مسجد کی طرف ہوتا ہے

اور بار بار گھڑی کی طرف نظر اٹھتی ہے کہ کب اذان ہو اور اپنے مولیٰ کے دربار میں حاضر ہوں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوگئی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ہم سب کے قلوب میں اپنی محبت کو غالب فرمادے اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو غالب فرمادے اور اولیاء اللہ کی محبت کو غالب فرمادے۔ یہی محبت قیامت کے دن انشاء اللہ نجات دلائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جو کچھ بیان ہوا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک صاحب ہیں ان کا دوست ہسپتال میں داخل ہے پھیپھڑوں کی بیماری ہے اللہ تعالیٰ جملہ بیماروں کو شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى، اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنَا رُشْدَنَا وَأَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا. یا ارحم الراحمین! خصوصی رحم کا معاملہ فرمادیجئے، یا اکرم الاکرمین! خصوصی کرم کا معاملہ فرمادیجئے، یا ارحم الراحمین! ہم سب کو اپنی نیت درست کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ! ہم سب کو اخلاص نصیب فرمادے۔ یا اللہ! دین کا کام اخلاص کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! آپ عظیم ہیں عظمت

والے ہیں آپ کی شایانِ شان ہم سے دین کا کام نہیں ہوسکتا جتنی ہم سے کوتاہیاں ہورہی ہیں یا اللہ ! اپنے فضل و کرم سے درگزر فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! ہم سب کو تقویٰ والی حیات نصیب فرمادیجئے ۔ یا اللہ ! جتنے حاضرین و حاضرات اور مستورات یہاں آئی ہیں اپنے فضل سے سب کو جذب فرما کر اپنا مقبول اپنا محبوب بنادے۔ یا اللہ ! کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما۔ یا اللہ! ہمارے ماضی کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ یا اللہ! ہمارے گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں آپ کی عظمت کے سامنے ہمارے گناہوں کی کچھ حقیقت نہیں ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّ رَحْمَتَكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا یا اللہ! ہمارے حال کو درست فرمادے۔ یا اللہ ! ہمارے مستقبل کو تابناک فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! ہم سب کو سو فیصد اپنا بنالے۔ یا اللہ! ہماری تمام ذریات کو اپنا بنالے۔ یا اللہ! پوری امتِ مسلمہ کو جذب فرما کر اپنا بنالے۔ یا ارحم الراحمین ! پورے عالمِ اسلام کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! تمام مدارسِ دینیہ کی حفاظت فرما۔ یا اللہ ! تمام دینی خدام کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! جتنے حضرات یہاں آئے ہیں سب کو بامراد فرمادے۔ یا اللہ! سب کو اپنا مقبول و محبوب بنالے۔ یا اللہ! حضرت والد صاحب کو صحتِ کلی عطا فرمادے۔ یا اللہ! بہت سے حضرات ان میں بیمار ہیں جنہوں نے دعاؤں کے لئے کہا ہوا ہے، بہت سے ڈیپریشن کے مریض ہیں ان سب کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمادے۔ یا ارحم الراحمین ! صحتِ جسمانی ، صحتِ روحانی دونوں

عطا فرما۔ یا اللہ! مملکت خداداد پاکستان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! اسلام کو غالب فرما اور کفر کو مغلوب فرما۔ یا اللہ! خصوصی کرم کا معاملہ فرما۔ یا اللہ! نیک صالح قیادت نصیب فرمادے۔ یا اللہ! حکام کو ہدایت عطا فرما۔ یا اللہ! ہمارے حکام کے قلوب سے اغیار کا خوف نکال دے اپنا خوف، اپنی محبت پیدا فرمادے۔ یا ارحم الراحمین! اس ملک کو امن کا گہوارہ بنادے۔ یا اللہ! پورے عالمِ اسلام میں جہاں جہاں بھی مسلمان پریشان ہیں فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرما۔ یا اللہ! ان کو امن وسکون عطا فرمادے۔ یا اللہ! فرشتوں کے ذریعے جنگِ بدر میں جیسے آپ نے ان کی مدد فرمائی آپ قادرِ مطلق ہیں آج بھی آپ فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرما سکتے ہیں، یا اللہ! فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرمادیجئے۔ یا اللہ! آپ علیم وخبیر ہیں، دلوں کے بھید جاننے والے ہیں، اس مجمع میں جس کی جو جائز حاجات ہوں اپنے فضل وکرم سے سب کی جملہ جائز حاجات کو پورا فرمادے۔ یا اللہ! تمام مدارسِ دینیہ کی کفالت کو قبول فرمالے، شرف قبولیت بھی عطا فرمادے۔ یا اللہ! فتوحات غیبیہ کے دروازے کھول دے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين.

چند اہم دعائیں

سیدنا ابوذر غفاری رضي الله عنہ کی الہامی دعا جس کی وجہ سے وہ فرشتوں میں مقبول ہوئے

سیدنا علی رضي الله عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین آئے۔ ابھی وہ موجود ہی تھے کہ ابو ذر غفاری رضي الله عنہ آ گئے۔ جبرئیل امین نے انہیں دیکھا تو کہنے لگے یہ ابو ذر ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل امین! آپ ابو ذر کو جانتے ہیں؟ وہ بولے: جی ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا۔ یقیناً ابو ذر زمین والوں سے زیادہ آسمان والوں میں مشہور و مقبول ہیں اور وہ اس دعا کی وجہ سے جو یہ روزانہ دو بار مانگتے ہیں۔ اس پر فرشتوں کو حیرت ہے، آپ انہیں بلا کر دعا کے بارے میں پوچھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ذر کون سی دعا ہے جو تم روزانہ دو بار مانگتے ہو؟ ابو ذر رضي الله عنہ نے عرض کیا: جی ہاں میرے آقا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، یہ دعا میں نے کسی انسان سے نہیں سنی، بلکہ وہ دس جملے اللہ نے مجھے الہام کیے ہیں اور ہر روز میں دو بار انہی کے ذریعے دعا مانگتا ہوں، پہلے قبلہ رو ہو کر تھوڑی دیر تسبیح کرتا ہوں، پھر لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ تھوڑی دیر پڑھتا ہوں، پھر تھوڑی دیر الحمد للہ پڑھتا ہوں، پھر تھوڑی دیر تکبیر پڑھتا ہوں، پھر یہ دعا پڑھتا ہوں (جو نیچے لکھی گئی ہے) جبرئیل امین نے یہ سن کر کہا: اے

اللہ کے پیغمبر! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا آپ کی امت کا کوئی شخص بھی یہ دعا مانگے گا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ اور زمین کی ریت سے زیادہ ہوں، آپ کے کسی بھی امتی کے سینے میں یہ دعا ہوگی جنت اس کی مشتاق ہوگی اور دو فرشتے اس کے لئے مغفرت مانگتے رہیں گے اور جنت کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ فرشتے اعلان کریں گے کہ اے اللہ کے دوست! جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيْمَاناً دَائِماً، وَأَسْأَلُكَ قَلْباً خَاشِعاً، وَأَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً، وَأَسْأَلُكَ يَقِيْناً صَادِقاً، وَأَسْأَلُكَ دِيْناً قَيِّماً، وَأَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ مِنْ كُلِّ بَلِيَّةٍ، وَأَسْأَلُكَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ، وَأَسْأَلُكَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ، وَأَسْأَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ، وَأَسْأَلُكَ الْغِنٰى عَنِ النَّاسِ. [1]

---

[1] أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول في الأصل السابع عشر والمائتان في سر دعوات أبي ذر رضي الله عنه، قال: حدثنا عمرو بن أبي عمرو، قال: حدثنا أبو همام الدلال، عن إبراهيم بن طهمان، عن عاصم بن أبي النجود، عن زر بن حبيش، عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أتاه جبرئيل عليه السلام فبينما هو عنده إذ أقبل أبو ذر، فنظر إليه جبرئيل، فقال: هو أبو ذر، قلت: يا أمين الله! وتعرفون أنتم أبا ذر؟ فقال: نعم، والذي بعثك بالحق إن أبا ذر أعرف في أهل السماء منه في أهل الأرض، وإنما ذلك لدعاء يدعو به كل يوم مرتين وقد تعجبت الملائكة منه فادع به فسل عن دعائه، فقال عليه السلام: يا أبا ذر!=

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والے ایمان کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے عاجزی وانکساری کرنے والے دل کا سوال کرتا ہوں، اور آپ سے کارآمد علم کا سوال کرتا ہوں، اور آپ سے سچے یقین کا سوال کرتا ہوں، اور آپ سے پختہ اور مضبوط دین کا سوال کرتا ہوں، اور میں ہر بلا سے امن میں رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور پوری طرح امن میں رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور ہمیشہ امن میں رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور میں امن ملنے پر شکر گزار رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور میں لوگوں سے بے پرواہ رہنے کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔

= دعاء تدعو به كل يوم مرتين؟ قال: نعم، فداك أبي وأمي ما سمعته من بشر، وإنما هو عشرة أحرف ألهمني ربي إلهاماً، وأنا أدعو به كل يوم مرتين، أستقبل القبلة فأسبح الله ملياً، وأهلل ملياً، وأحمده ملياً، وأكبره ملياً، ثم أدعو بتلك العشر الكلمات: اللهم إني أسألك إيماناً دائماً، وأسألك قلباً خاشعاً، وأسألك علماً نافعاً، وأسألك يقيناً صادقاً، وأسألك ديناً قيماً، وأسألك العافية من كل بلية، وأسألك تمام العافية، وأسألك دوام العافية، وأسألك الشكر على العافية، وأسألك الغنى عن الناس، قال جبرئيل: يا محمد! والذي بعثك بالحق لا يدعو أحد من أمتك هذا الدعاء إلا غفرت له ذنوبه، وإن كانت أكثر من زبد البحر، وعدد تراب الأرض، ولا يلقاك أحد من أمتك وفي قلبه هذا الدعاء إلا اشتاقت إليه الجنان، واستغفر له المكان وفتحت له أبواب الجنة، ونادت الملائكة: يا ولي الله! ادخل من أي باب شئت۔
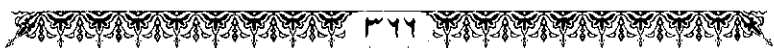
جان و مال کی حفاظت کے لئے انتہائی مجرب دعا

حضرت ابان بن ابو عیاش رحمہ اللہ حضرت انس رضي اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک نے اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حضرت انس رضي اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں ان کا خیال رکھو، ان کی مجلس میں جایا کرو اور ان کی اچھی طرح میزبانی کرو اور اکرام کرو۔ حضرت انس رضي اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حجاج کے پاس گیا تو اس نے کہا اے ابو حمزہ (حضرت انس کی کنیت) میں آپ کو اپنے گھوڑے دکھانا چاہتا ہوں تا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان گھوڑوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں سے کیا مقابلہ ہے، پھر اس نے اپنے گھوڑے پیش کئے تو میں نے کہا تیرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کی لید، پیشاب، اور چارے پر بھی اجر ملتا تھا یہ سن کر حجاج کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا: اگر خلیفہ عبدالملک نے آپ کے بارے میں مجھے خط نہ لکھا ہوتا تو میں آپ کی گردن اڑا دیتا تو میں نے کہا کہ تو ایسا نہیں کرسکتا، حجاج نے کہا کہ کیوں نہیں کرسکتا؟ تو میں نے جواب دیا: کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دعا سکھائی ہے جسے میں پڑھتا ہوں اور اس کی برکت سے مجھے شیطان، ظالم بادشاہ اور درندوں سے کوئی خوف نہیں ہے۔ حجاج نے کہا: اے ابو حمزہ!

اپنے بھتیجے محمد بن حجاج (مراد حجاج بن یوسف کا بیٹا ہے) کو یہ دعا سکھا دیں تو میں نے انکار کر دیا۔ پھر حجاج نے اپنے بیٹے سے بھی کہا کہ اپنے چچا حضرت انس رضي الله عنه کے پاس جاؤ اور ان سے اس دعا کے سکھانے کی درخواست کرو۔ (لیکن حضرت انس رضي الله عنه نے انکار فرمادیا) حضرت ابان (اس حدیث کے راوی) کہتے ہیں کہ جب حضرت انس رضي الله عنه کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے بلایا پھر مجھ سے فرمایا کہ میری اور تمہاری جدائی کا وقت قریب ہے اور مجھ پر تمہاری تعظیم واجب ہے اور میں تمہیں وہ دعا سکھا رہا ہوں، جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی تھی، تم کسی ایسے شخص کو یہ دعا نہ سکھانا جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا ہو یہ یا اس طرح کی باتیں فرمائیں۔

دعا یہ ہے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى أَهْلِيْ وَمَالِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ أَعْطَانِيْ رَبِّيْ، بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْأَسْمَآءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَآءٌ، بِسْمِ اللّٰهِ افْتَتَحْتُ، وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَداً، أَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِخَيْرِكَ مِنْ خَيْرِكَ الَّذِيْ لَا يُعْطِيْهِ أَحَدٌ غَيْرُكَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، اجْعَلْنِيْ فِيْ عِيَاذِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ، وَ مِنَ الشَّيْطَانِ

الـرَّجِيْمِ، اَللّٰهُـمَّ إِنِّيْ أَحْتَرِسُ بِكَ مِنْ شَرِّ جَمِيْعِ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ خَـلَقْتَهُ، وَأَحْتَرِزُ بِكَ مِنْهُمْ، وَأُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ○ اللّٰهُ الصَّمَدُ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ○ وَلَمْ يَـكُـنْ لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ○ وَمِـنْ خَـلْفِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَعَنْ يَّمِيْنِيْ مِثْل ذٰلِكَ، وَعَنْ يَّسَارِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَمِنْ فَوْقِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ. [1]

---

[1] أخـرجـه ابـن السني في عمل اليوم والليلة برقم (٣٤٥) قال: أخبرني مـحـمـد بن أحمد بن عثمان، حدثنا إبراهيم بن نصر، ثنا الحسن بن بشر بن سلم، ثنا أبـي، عن أبان بن أبي عياش، عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: كتب عبد الملك إلـى الـحـجاج بن يوسف أن انظر إلى أنس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسـلـم، فـأدن مجلسه، وأحسن جائزته، وأكرمه، قال: فأتيته فقال لي ذات يوم: يا أبا حمزة! إنـي أريـد أن أعـرض عليك خيلي، فتعلمني أين هي من الخيل التي كانت مع رسـول الله صلى الله عليه وسلم فعرضها فقلت: شتان ما بينهما، فإنها كانت أرواثها وأبـوالهـا وأعـلافهـا أجـراً، فـقال الحجاج: لو لا كتاب أمير المؤمنين فيك لضربت الذي فيه عيناك، فقلت: ما تقدر على ذلك، قال: ولم؟ قلت: لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمني دعاء أقوله، لا أخاف معه من شيطان ولا سلطان ولا سبع، قال: يا أبـا حمزة! علمه لابن أخيك محمد بن الحجاج، فأبيت عليه، فقال لابنه: أبت عمك أنسـاً، فـاسـألـه أن يعلمك ذلك، قال أبان: فلما حضرته الوفاة دعاني، فقال لي: يا أبا حـمـزة! إن لك إلي انقطاعاً، وقد وجبت حرمتك، وإني معلمك الدعاء الذي علمني رسـول الـلـه صـلـى الـلـه عليه وسلم، فلا تعلمه من لا يخاف الله عز وجل -أو نحو ذلك-، قـال: يـقول: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، بسم الله على نفسي وديني، بسم الـلـه عـلـى كل شيء أعطاني ربي، بسم الله خير الأسماء، بسم الله الذي لا يضر مع اسـمـه داء، بسـم الله افتتحت، وعلى الله توكلت، الله الله ربي، لا أشرك به أحداً، =

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے (۳ مرتبہ) اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو میری جان پر اور میرے دین پر، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو ہر اس چیز پر جو میرے رب اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو جو سب سے اچھا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کی برکت ہو جس کے نام عالی کے ساتھ بیماری کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، اللہ تعالیٰ کے نام عالی کے ساتھ ہر کام شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، اے اللہ! میں آپ کی خیر کے طفیل آپ کی خیر میں سے وہ چیز مانگتا ہوں جسے آپ کے سوا کوئی عطا نہیں کرسکتا، جو آپ کے قریب ہوا وہ عزت والا ہوا، آپ کی تعریف بہت عظیم ہے اور آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، آپ مجھے ہر شر سے اپنی پناہ میں لے لیجئے اور شیطان مردود سے اپنی پناہ میں لے لیجئے، اے اللہ! میں آپ کی نگہبانی مانگتا ہوں ہر اس شر والی چیز سے جو آپ

= أسألك اللهم بخيرك من خيرك، الذي لا يعطيه أحد غيرك، عز جارك، وجل ثناؤك، ولا إله غيرك، اجعلني في عياذك من شر كل سلطان، ومن الشيطان الرجيم، اللهم إني أحترس بك من شر جميع كل ذي شر خلقته، وأحترز بك منهم، وأقدم بين يدي: بسم الله الرحمن الرحيم، قل هو الله أحد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد، ومن خلفي مثل ذلك، وعن يميني مثل ذلك، وعن يساري مثل ذلك، ومن فوقي مثل ذلك۔

نے پیدا کی ہے اور میں آپ کی رحمت کے ذریعے ان (شر والی) چیزوں سے بچتا ہوں اور میں اپنے آگے رکھتا ہوں بسم اللہ اور سورۂ اخلاص (کی برکت) کو شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے کہو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ (کسی سے) جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں اور اپنے پیچھے رکھتا ہوں اسی کی برکت کو اور اپنے دائیں جانب رکھتا ہوں اسی کی برکت کو اور اپنے بائیں جانب رکھتا ہوں اسی کی برکت کو اور اپنے اوپر رکھتا ہوں اسی کی برکت کو۔

ایصال ثواب کی دعا

ترجمہ حدیث شریف: حضرت انس رضي اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی نقل فرماتے ہیں کہ جس شخص کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مرجاوے اور وہ شخص ان کی نافرمانی کرنے والا ہو تو اگر وہ ان کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے اس کے علاوہ ان کے لئے اور دعائیں کرتا رہے تو وہ شخص فرماں برداروں میں شمار ہو جائے گا۔ فقط [1]

---

[1] أخرجه البيهقي في شعب الإيمان برقم (٧٥٢٤) قال: أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمي، أنا محمد بن الحسن بن الحسين بن منصور، نا أحمد بن محمد بن خالد البراثي، وأخبرنا أبو محمد عبد الله بن علي بن أحمد المعاذي، أنا عبيد الله بن العباس بن الوليد بن مسلم البزار، نا أبو الحسن أحمد بن الحسين بن إسحاق الصوفي، قالا: نا الربيع بن ثعلبة، نا يحيى بن عقبة بن أبي العيزار، عن محمد بن جحادة، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد =

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے تو اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔
(فضائل صدقات حصہ اوّل، صفحہ نمبر ۷ا۲)

دعا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ الْعَظْمَةُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ، وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. [1]

= ليموت والداه أو أحدهما وإنه لهما لعاق، فلا يزال يدعو لهما، ويستغفر لهما حتى يكتبه الله باراً، وفي رواية السلمي: برّاً، الأول مع إرساله أصح۔

[1] أخرجه ابن شاهين في الترغيب في فضائل الأعمال برقم (۲۰۳) قال: حدثنا الحسين بن محمد بن عفير الأنصاري، ثنا الحجاج بن يوسف بن قتيبة، ثنا بشر بن الحسين، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال: الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات =

حادثات سے بچنے کا عمل

حضرت طلقؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوالدرداء رضي اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کا مکان جل گیا، فرمایا: نہیں جلا، پھر دوسرے شخص نے یہی اطلاع دی، فرمایا: نہیں جلا، پھر ایک اور شخص نے آ کر کہا کہ اے ابوالدرداءؓ! آگ کے شعلے بلند ہوئے، مگر جب آپ کے مکان تک آگ پہنچی تو بجھ گئی، فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا (کہ میرا مکان جل جائے) کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے شام تک اس کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی (میں نے صبح یہ کلمات پڑھے تھے اس لئے مجھے یقین تھا کہ میرا مکان نہیں جل سکتا) وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

= والأرض رب العالمين، وله العظمة في السمٰوات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السمٰوات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السمٰوات والأرض وهو العزيز الحكيم، مرة واحدة، ثم قال: اجعل ثوابها لوالدي، لم يبق لوالديه عليه حق إلا أداه إليهما۔

ونقله عنه العيني في "عمدة القاري" (۲/۵۹۸) ط: دار الفكر۔

شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. (1)

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ رب ہیں عرشِ عظیم کے جو اللہ پاک نے چاہا وہ ہوا، اور جو نہ چاہا نہ ہوا،

---

(1) أخرجه أبو القاسم الأصبهاني في "الترغيب والترهيب" قال: أخبرنا أحمد بن عبد الغفار بن أشتة، أنا محمد بن علي الحافظ، أنا إسماعيل بن سعيد الجرجاني، ثنا عمران بن موسى الجرجاني، ثنا هدبة بن خالد، ثنا الأغلب بن تميم، ثنا الحجاج بن فرافضة، عن طلق قال: جاء رجل إلى أبي الدرداء رضي الله عنه، فقال: يا أبا الدرداء! احترق بيتك، فقال: ما احترق، ثم جاء آخر، فقال: يا أبا الدرداء! احترق بيتك، فقال: ما احترق، ثم جاء آخر، فقال: يا أبا الدرداء! لما انتهت النار إلى بيتك طفئت، قال: قد علمت أن الله عز وجل لم يكن ليفعل، فقال: يا أبا الدرداء! ما ندري أي كلامك أعجب؟ كلامك: ما احترق، أو قولك: إن الله لم يكن ليفعل، قال: ذلك بكلمات سمعتهن من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: من قالهن حين يصبح لم تضره مصيبة حتى يمسي، ومن قالهن حين يمسي لم تضره مصيبة حتى يصبح: اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت رب العرش الكريم، عليك توكلت، وأنت رب العرش الكريم، ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن، لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، أعلم أن الله على كل شيء قدير وأن الله قد أحاط بكل شيء علماً، اللهم إني أعوذ بك من شر نفسي، ومن شر كل دابة أنت آخذ بناصيتها، إن ربي على صراط مستقيم۔

گناہوں سے پھرنے اور عبادت کرنے کی طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بلند اور عظیم ہے۔ میں جانتا ہوں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، بے شک اللہ نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو اپنے علم کے ذریعہ۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور ہر جاندار کے شر سے آپ ہی اس کی پیشانی سے پکڑنے والے ہیں۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت
السميع العليم وتب علينا
إنك أنت التواب الرحيم
وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير
خلقه محمد وآله وأصحابه
أجمعين.
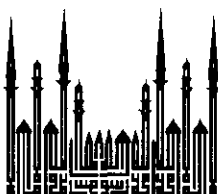
جامع مسجد الابرار نوکوٹ، تھرپارکر میں اجتماع (منعقدہ فروری ۲۰۱۱ء) کے موقع پر

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

کا بیان

نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ...... الخ

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ابھی یہ میرے تعارف میں فخر الاسلام فلاں فلاں کہہ رہے تھے یہ کچھ بھی نہیں ہے بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ پدرم سلطان بود ایک کوّا کائیں کائیں کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا: ''پدرم سلطان بود'' کہ میرا باپ جو تھا وہ بادشاہ تھا، یہ جو کچھ فیض ہے اس مرد قلندر کا ہے جو کراچی میں آرام کر رہا ہے، معذور ہے، اپنی معذوری کی وجہ سے خود تو نہیں آسکے لیکن ہر قدم یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ اتنے معذور ہیں کہ دونوں ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتے، ایک ہی ہاتھ اٹھا کر جو اپنے رب سے مانگنا چاہتے ہیں، مانگ لیتے ہیں۔ اللہ جل شانہ ان کی دعا کو رد نہیں فرماتے، فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی میں کبھی یاد نہیں کہ میں نے حضور قلب کے ساتھ دعا مانگی ہو اور اللہ نے قبول نہ فرمائی ہو۔

ابھی جو میں نے شعر پڑھا

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ

یہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب الہ آبادی نوّر اللہ مرقدہٗ کا شعر ہے، جو باقاعدہ عالم بھی نہیں تھے۔ عالم بالکتاب نہیں تھے بلکہ عالم باللہ تھے، اللہ کو پہچانتے تھے ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام، مشائخ جن کا نام دنیا بھر میں گونج رہا ہے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کو میں نے دیکھا کہ ہر مہینہ دس دس دن آکر قیام کر رہے ہیں ان کے پاس، پھر ایشیاء کا سب سے بڑا محدث جس کے بارے میں علامہ یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں اتنا بڑا محدث کوئی نہیں ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ جس نے مصنف عبدالرزاق پر حاشیہ لکھا ہے وہ تشریف لاتے تھے اور حضرت کے پاس آکر بیٹھتے تھے اور کئی کئی دن رہتے تھے، حضرت مولانا منظور نعمانی بھی ہندوستان کے وہ بڑے علماء میں سے ہیں۔ جن کو ہندوستان کے سب علماء اپنا بڑا مانتے ہیں۔ یہ حضرت کی خدمت میں وقت گذارتے تھے۔ ان سے دعائیں لیتے تھے۔

ایک مرتبہ ہمارے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت والد صاحب اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ یہ اکابر اور حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نور اللہ کی معیت میں عمرہ کا سفر تھا، مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت والد صاحب کی طرف دیکھ کر ایسے انگلی ہلائی کیونکہ جذب کی کیفیت رہتی تھی۔ کبھی عرش پر ہوتے تو کبھی فرش پر اور جب فرش پر آئے تو پوری انگلی ہلائی اور والد صاحب کی

طرف دیکھ کر کہا :

رحمت کا ابر بن کر جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

یہ فیض وہی چل رہا ہے انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے کیونکہ والد صاحب نے سب سے پہلے اصلاحی تعلق انہی سے قائم کیا تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ سے، اس کے بعد شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ سے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ میں تو عالم بن گیا میں تو محدث بن گیا میں تو فقیہ بن گیا مجھے اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے۔

آپ کتنے بڑے عالم بن جائیں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ کے پایہ کے عالم نہیں بن سکتے۔ آپ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پایہ کے عالم نہیں بن سکتے۔ آپ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پایہ کے عالم نہیں بن سکتے۔ ان تمام حضرات نے جوتیاں اٹھائیں جوتیاں سیدھی کیں اللہ کو حاصل کرنے کے لئے، کس کی؟ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی جو باقاعدہ عالم بھی نہیں تھے لیکن عالم گر تھے، عالم بنایا کرتے تھے، خود لوگوں نے پوچھا قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے، آپ ان سے کیوں بیعت ہوئے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے پوچھا آپ ان سے کیوں بیعت ہوئے؟

فرمایا کہ ہم نے زندگی بھر بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ صحاح ستہ پڑھا رہے ہیں۔ مٹھائیوں کی فہرست پڑھی تھی ان کتابوں میں اور وہ کھانے کو ملی حضرت حاجی صاحب کی صحبت میں آکر۔

اور حضرت حاجی صاحب نے ان کے نفس کو پھر ایسا مٹایا باوجودیکہ سب شیخ الحدیث اور بانی دارالعلوم دیوبند ہیں لیکن حاجی صاحب نے کیسی اصلاح فرمائی۔

ایک کتاب کتابت کرا کر تصحیح کے لئے بطور امتحان مولانا قاسم نانوتویؒ کو دی تو حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ پڑھتے گئے تو ایک جگہ ایک لفظ غلط لکھا ہوا تھا وہ کتابت تھی کاتب کی لیکن مولانا نے اس کی اصلاح نہیں فرمائی کیونکہ نسبت شیخ کی طرف جارہی ہے۔ وہاں لکیر کھینچی اور حاشیہ میں بین القوسین لکھا کہ مجھ جیسے کم علم اور کم فہم کو یہ لفظ سمجھ نہیں آرہا ہے۔ جب حضرت نے یہ جگہ دیکھی تو وجد آگیا فرمایا: ماشاء اللہ امتحان میں کامیاب ہوگئے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ کا مزاج شاہانہ تھا، کبھی کبھی تو کئی کئی ہزار روپے کا اس زمانے میں ایک ایک جوڑا پہنتے تھے اور کبھی بالکل ہی سادہ لباس پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب رام پور پہنچے حضرت سے ملاقات کرنے کے لئے خدام گھبرا گئے۔ جلدی سے لیکر حضرت کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ حضرت حدیث پڑھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ فرمارہے تھے، کیونکہ حدیث میں ہے: قِيلُوا فإن الشياطين لا تقيلُ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: قیلولہ کیا کرو، اس لئے کہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے۔ (1) ان کوتو فرصت ہی نہیں ہے، اب ایک شور مچا کہ نواب صاحب آرہے ہیں، خدام بھی ساتھ ہیں۔ اس زمانے میں نوابوں کا جو طریقہ تھا کہ جب وہ چلتے تھے تو دور تک شور مچ جاتا تھا، وہ پہنچے تو حضرت نے آنکھ کھول کر ایسے غور سے دیکھا کہ نواب صاحب آرہے ہیں کمرے میں داخل ہوگئے، نواب صاحب نے سلام کیا حضرت نے کروٹ بدلی اور پھر سو گئے، بس پھر نواب صاحب فوراً الٹے پاؤں واپس ہوگئے، کیونکہ اجازت مانگنی چاہیے داخل ہونے سے پہلے، اور دوسرا یہ کہ حضرت قیلولہ فرمارہے ہیں۔ صبح سے لیکر شام تک حدیث پڑھانا اور درمیان میں تھوڑا سا وقفہ لیکن کوئی دنیاوی وقفہ نہیں کیا کہ نواب صاحب آئے ہیں تو چلو یہ کچھ مدد کریں گے یا مال و دولت دیں گے۔ نہیں، کروٹ بدلی بے نیاز کیونکہ اللہ سے تعلق مضبوط ہے، خزانوں کے مالک سے تعلق موجود ہے، تو ان سے کیا لو لگانا۔

مولانا قاسم نانوتوی کے پاس ایک تاجر آیا اشرفیاں دینے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ ابھی وقت نہیں ہے، میں حدیث پڑھانے جارہا ہوں، چنانچہ

---

(1) أخرجه الطبراني في معجمه الأوسط برقم (٢٨) قال: حدثنا أحمد بن عبد الوهاب، قال: حدثنا علي بن عياش الحمصي، قال: حدثنا معاوية بن يحيى الطرابلسي، عن كثير بن مروان، عن يزيد أبي خالد الدالاني، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قيلوا فإن الشيطان لا يقيل۔

آپ حدیث پڑھانے گئے تو اس نے دیکھا کہ یہ تو عجیب آدمی ہیں سے لے نہیں رہے ہیں، تو جوتیوں میں ڈال دیا، جوتیاں بھر دیں سونے کی اشرفیوں سے آپ تشریف لائے جوتیاں پہننے لگے تو دیکھا کہ کوئی وزن ہے، اور جو دیکھا تو اس میں سونے کی اشرفیاں ہیں، فرمایا کہ یہ دنیا بھی عجیب ہے، جو پیچھے لگی رہتی ہے، فوراً جوتیوں کو جھاڑا اور پہن کر چلے گئے، وہ دوڑ کر سیٹھ آیا اور اٹھا کر کہنے لگا کہ واقعی یہ ہیں اللہ والے۔

اللہ والے اسی دنیا میں رہتے ہیں، دنیا کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں، لیکن اس دنیا سے دل نہیں لگاتے آپ کہیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دنیا میں رہیں بھی اور اس سے دل نہ لگائیں؟ اس پر حضرت والد صاحب کا شعر یاد آیا فرماتے ہیں کہ اللہ والے ہی اللہ والوں کو پہچانتے ہیں کہ وہ کس طرح دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے بیگانہ رہتے ہیں حضرت والد صاحب نے فرمایا: ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

تو اللہ والے اسی دنیا میں رہتے ہیں، سب کچھ کرتے ہیں، مگر ہر وقت لو اللہ سے لگائے رکھتے ہیں ہمارے اکابر سب نے اصلاحی تعلق اللہ والوں سے رکھا تاکہ اللہ کی محبت حاصل ہو جس مقصد کے لئے یہ اجتماع منعقد کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت نصیب فرمائے ہم اپنے گھر بار کو چھوڑ

کر سفر کر کے اس جنگل میں آ کر جمع ہوئے ہیں، کیونکہ جب انسان گھر سے دور ہوتا ہے۔ مسافر ہوتا ہے، تو اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے تو انشاء اللہ ابھی جب ہم دعاء کریں گے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرمائیں گے اللہ تعالیٰ کریم ہیں۔ اپنے کرم کے صدقے انشاء اللہ ہم سب کی دعائیں قبول فرمائیں گے۔

حضرت حاجی صاحبؒ جن کی جوتیاں اٹھانے والے بانی دار العلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ جن کی جوتیاں اٹھانے والے قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جن کی جوتیاں اٹھانے والے حکیم الامت مجدد زمانہ حضرت تھانویؒ لیکن کیفیت کیا تھی۔ خود حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا طواف کرنے کے بعد دو رکعت کی نیت باندھی اور سجدے میں سر رکھا اور ساری رات ہچکیاں مار کر روتے رہے اس درد کے ساتھ رو رہے تھے کہ ہم سننے والوں کا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا اور حاجی صاحب یہ شعر پڑھ رہے تھے: ترجمہ' اے اللہ کل قیامت کے دن میدان حشر میں امداد کو لوگوں کے سامنے رسوا نہ فرمایئے گا۔ أولئك آبائي فجئني بمثلهم .

یہ ہمارے بڑے دادا تھے، کیا کیفیت تھی ان کی، آج ذرا کوئی ہمارے ہاتھ پاؤں چوم لے تو کیا سمجھتے ہیں کہ ہم پتا نہیں کہاں سے کہاں پہنچ گئے، کہتے ہیں کہ ہم جیسا کوئی دوسرا نہیں تبھی تو لوگ ہمیں چوم رہے ہیں، حکیم الامت کے ایک خادم تھے، عبد الوحید خان صاحب انہوں نے کہا کہ جس

نے یہ کہا مجھ سا کوئی دوسرا نہیں تو اس نے سمجھا کہ مجھ جیسا کوئی دوسرا جانور نہیں ہے، جو شخص مستقل بالذات اپنے آپ کو سمجھتا ہے تو اسی وقت وہ مستقل بلاذات ہو جاتا ہے، جب تک اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی نہیں کرو گے تو تمہیں دنیاداروں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑیں گی، اپنے اداروں کو چلانے کے لئے ان کے دروازوں پر ایڑیاں رگڑنی پڑیں گی۔ لیکن کسی اللہ والے کا دامن تھام لو، ان کی جوتیاں سیدھی کرلو، انشاء اللہ تعالیٰ لوگوں سے مستغنی فرمادیں گے۔ اپنا محتاج رکھیں گے، کسی قوم کا محتاج نہیں رکھیں گے، جتنے علماء کرام نے اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی کیں کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ وہ چندے کے لئے کسی کے گھر پر گئے ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ آج شیطان ان کو بہکا دیتا ہے کہ کیا ضرورت ہے ہم تو عالم ہیں، حدیث پڑھ لی قرآن پڑھ لیا سب کچھ۔

ابھی مفتی صاحب نے فرمایا کہ کتابیں چار نازل ہوئیں، رجال اللہ ایک لاکھ سے زائد آئے کتاب اللہ کو سمجھانے کے لئے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ سمجھ میں جب آئے گی جب رجال اللہ سمجھانے والے ہوں گے، علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنے وقت کے کتنے بڑے عالم تھے، ایک مرتبہ لکھنؤ کے اندر ان کی مجلس میں بڑے بڑے بیرسٹر بڑے بڑے وکلا بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ اب امت میں انقلاب کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ ایک زمانہ تھا کہ ایک ایک عالم سے لاکھوں

آدمی انسان بنتے تھے، اب کیا ہو گیا ہے کہ انقلاب نہیں پیدا ہوتا؟ جب کہ مدارس دینیہ سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ فارغ ہو رہے ہیں؟

عجیب بات ارشاد فرمائی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ کے علوم دو قسموں پر منقسم تھے، ایک علم نبوت اور ایک نور نبوت، طلبا مدارس میں علم نبوت حاصل کر لیتے ہیں، چونکہ علم سارا کا سارا کتابوں میں آ گیا ہے۔ نور نبوت ایک ایسی چیز ہے جسے کاغذ برداشت نہیں کرسکتا کاغذ جل جائیگا لیکن وہ نور سینہ بہ سینہ صرف منتقل ہو رہا ہے، اسی لیے صحابہ کرام نے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ جناب نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کیا تھا، آپ بتائیں کہ عہد صحابہ میں بخاری تھی؟ ترمذی تھی؟ ابوداؤد تھی؟ نسائی تھی؟ ابن ماجہ، مسلم طحاوی تھی؟ کوئی صحاح ستہ کی کتاب تھی؟ کوئی نہیں تھی لیکن آپ علیہ السلام کی نظر ایمان کی حالت میں جس پر پڑی ایک سیکنڈ میں فرش سے عرش تک پہنچ گیا اللہ نے اپنی آغوش رحمت میں اٹھا لیا۔ اپنی ولایت اپنی دوستی کا سب سے اعلیٰ تاج "رضي الله عنهم و رضوا عنه" اللہ نے وہ تاج ان کے سر پر رکھ دیا، اب اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، صحابہ کا دیکھنا بھی ضروری نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا تھے لیکن صحابی تھے یا نہیں تھے؟ کتنے صحابہ نابینا تھے؟ لیکن صحابیت کا مقام ملا کیا یہ مقام آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد کسی کو مل سکتا ہے، رضي الله عنهم و رضوا عنه؟ نہیں کسی کو

نہیں مل سکتا۔

آفتاب نبوت کو جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آفتاب نبوت کی شعائیں جس پر پڑ گئی بس اس کی کیفیت اس کی حالت نہ کوئی بیان کر سکتا ہے نہ کوئی سمجھ سکتا ہے، یہ کلمہ ہم بھی پڑھتے ہیں، لا إلـه إلا الـلـه محمد رسول الـلـه . کلمہ صحابہ بھی پڑھتے تھے، لیکن مخبر صادق ﷺ کی صحبت کی برکت سے جب صحابی لفظ لا نکالتا تھا تو کائنات کی مطلق نفی کر دیتا تھا، اللہ اور اللہ کے رسول کے علاوہ اس کائنات میں کچھ نہیں ہے، اسی کو ایک اللہ والے شاعر نے کہا ؎

جو لا کہا وہ لا ہوا وہ لا بھی اس میں لا ہوا
جز لا ہوا کل لا ہوا پھر کیا ہوا اللہ ہوا

انہیں ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آتا تھا قیصر و کسریٰ کی حکومت اس زمانے کے بادشاہ کہ ہزاروں کی تعداد میں ان کے پاسبان ہر طرف ننگی تلوار لئے ہوئے قطاروں میں کھڑے ہیں، ایک صحابی پہنچتا ہے، پیغام لیکر جناب نبی کریم ﷺ کا اور جا کر اس کے تخت پر اس کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے، بادشاہ کانپنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ میرے ساتھ بیٹھ گیا ہے، انہوں نے کہا کہ اچھا تمہیں بہت تکلیف ہوئی ہے، نیچے اترے قالین کو کاٹا اور اس کو اڑا دیا اور زمین پر بیٹھ گئے کہ یہ اللہ کی زمین ہے اور اللہ کا آسمان ہے میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر مجھ سے بات کر، میں

قاصد بن کر آیا ہوں، پیغام لیکر آیا ہوں، اب وہ ایسے کانپ رہا ہے، اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ یہ خشک کھال والا خشک جلد والا کیا ہو گیا ہے اس کو، یہ اتنی دلیری سے کیوں باتیں کر رہا ہے، اس کو ذرہ برابر خوف نہیں ہے، کہ ہزاروں کی تعداد میں یہ تلواریں ہیں، دونوں جانب کھڑے ہیں، سپہ سالار نے کہا کہ حضور جو دل اس کے سینے میں ہے وہ دل ہمارے سینوں میں نہیں ہے، آپ نے ہمیں بادام پستے بہت کھلائے فربہ تو کرادیا لیکن محمد عربی کے صدقہ طفیل میں جو دل ان کو ملا ہے وہ قیامت تک کسی اور کو نہیں ملے گا۔

عربی زبان اتنی فصیح ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ فصیح زبان کوئی نہیں ہے، ایک ایک انگلی کے پرزے کا الگ الگ نام ہے، اردو میں تو ایک چھنگلیا کہہ دیا لیکن عربی میں الگ الگ نام ہے، شیر کے ۵۰۰ نام ہیں، اونٹ کے ۵۰۰ نام لیکن صحابہ کرام کے لئے ایک ہی نام ہے "صحابی رسول" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ۔

ایک صاحب کو بڑا اعتراض تھا کہ بزرگوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے اور حکیم الامّت کے پاس گئے، حضرت نے فرمایا کہ آپ کو اس پر بڑا اعتراض ہے کہ بزرگوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے، آپ صحابی بن جایئے کہنے لگے کہ صحابی تو میں بن نہیں سکتا، کیونکہ اس کے لئے تو نبی کریم ﷺ کی صحبت کی ضرورت ہے، فرمایا کہ پھر تابعی بن جایئے کہنے لگے کہ وہ بھی نہیں بن سکتا۔

اس لئے کہ صحابی کی صحبت کی ضرورت ہے، کہا چلئے پھر تبع تابعی بن جایئے، کہا کہ وہ بھی نہیں بن سکتا، اس لئے کہ تابعی کی صحبت کی ضرورت ہے، پھر خود ہی کہنے لگے کہ بس حضرت سمجھ آگیا کہ دین صحبت سے پھیلا ہے۔

تو ایک زمانہ تھا کہ شیخ الحدیث سے لے کر ایک چپراسی تک سب صاحب نسبت ہوتے تھے، وہ علم نبوت کے ساتھ نور نبوت بھی منتقل ہوتا تھا، لیکن آج اس کا فقدان ہوتا جارہا ہے، لوگ اس کو معمولی سمجھ رہے ہیں، زندگیاں گذر جاتی ہیں، لیکن اس طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہیں ہوتی جس کی وجہ سے طلباء کے اندر وہ کیفیت احسانی پیدا نہیں ہوتی دارالعلوم دیوبند کے اندر مبلغین کی جماعت شروع سے چلی آرہی ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اب تو رحمہ اللہ ہوگئے انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا کہ حضرت مجھے تصوف سے بڑے اشکالات ہیں یہ کیا چیز ہے، تصوف کس بیماری کا نام ہے، مجھے سمجھایئے تو سہی میں تو رجسٹر لیکر آیا ہوں آج آپ سے کئی گھنٹے چاہیے آپ بولتے جائیں میں لکھتا جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے مولوی حبیب الرحمٰن کیوں پریشان ہو رہا ہے تو تو عالم ہے بخاری پڑھی ہے؟ کہا جی حضرت پڑھی ہے، پہلی حدیث کیا ہے، إنما الأعمال بالنيات (1) کہا، بس یہی تو تصوف کی ابتداء ہے کہ ہر کام سے پہلے نیت کو درست کرلے کہ میں جو کچھ کرنے

---

(1) تقدم تخريجه في صـ ٢٠٥
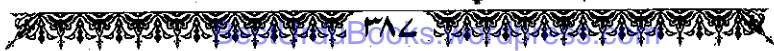
جا رہا ہوں اللہ کو راضی کرنے کے لئے جا رہا ہوں اللہ کی رضا مقصود ہو یہ تو تصوف کی ابتدا ہے، کہنے لگے کہ حضرت میں تو سمجھا تھا کہ آپ دو ڈھائی گھنٹے اس میں لگائیں گے پھر کہنے لگے کہ انتہا بھی سن لے، جب اللہ والوں کی صحبت میں تو بیٹھے گا تو احسانی کیفیت ان کے قلب سے تیرے قلب میں منتقل ہوگی وہ احسانی کیفیت جب پیدا ہوگی تو تیرے اندر أن تعبد الله كأنك تراه کی کیفیت پیدا ہوگی، تو عبادت اس طرح کرے گا کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے تصوف کی انتہاء، بس وہ حیران رہ گئے کہ حضرت آپ نے تو دو منٹ میں سمجھا دیا فرمایا کہ چیز ہی ایسی ہے، لوگوں نے اس کو ہوا بنایا ہوا ہے۔

یہ مسجد اس کی بنیادیں یہ پلر یہ ستون یہ شریعت ہے، اگر یہ پلر ہٹا دیئے جائیں تو یہ عمارت یہ مسجد دھڑام سے نیچے گر جائے گی لیکن یہ جو سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ یہ ہے تصوف، اس کی وجہ سے خوبصورتی پیدا ہوگی، زینت پیدا ہوگی، جس باغ کا کوئی باغباں نہیں ہوتا وہاں جانے والا دیکھ لیتا ہے کہ اس میں جھاڑیاں کانٹے دار کہیں کچھ ہے درمیان میں پھول بھی ہیں لیکن وہ سمجھ جاتا ہے کہ اس کا باغباں کوئی نہیں ہے، اور جو باغ بالکل سجا ہوا خوبصورت کٹا ہوا رنگ برنگے کھلے ہوئے پھول ہیں، دیکھنے والا سمجھ جاتا ہے کہ اس کا کوئی باغباں ہے، جس نے اس کو سر سے پاؤں تک سنت کے مطابق ظاہر اور باطن کیا ہوا ہے۔

تو آج بھی جن لوگوں کا تعلق کسی اللہ والے سے ہے، آپ دیکھ لیں کہ کہیں بھی وہ کسی مسجد میں الگ نماز پڑھ رہا ہوگا، جس کیفیت کیساتھ یہ نماز پڑھ رہا ہے، اس کا تعلق ضرور کسی اللہ والے سے ہے، ورنہ آئے فوراً اللہ اکبر سجدہ میں سر رکھا جلدی جلدی بس نماز ختم، یہ احسانی کیفیت چونکہ اللہ والے کیا کرتے ہیں، اللہ سے تعارف پیدا کرتے ہیں، إراءۃ الطریق کا کام تو کرتے ہی ہیں، اللہ کا راستہ دکھاتے ہیں اور کبھی إیصال إلی المحبوب بھی کرتے ہیں۔

ان کے قلب پر کبھی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ جب اس کا عکس آپ پر طاری ہوتا ہے تو لگتا ہے کہ پوری کائنات کی بادشاہت سب ہیچ ہے، حضرت والد صاحب کا جوانی میں بیان عشق و مستی کا تھا، اس کی کیسٹ سنیں تو ایسا لگتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے سلاطین بادشاہوں کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں کیا وجہ تھی؟ اللہ کی محبت، اللہ کا خوف جو دل میں ہے اس کے سامنے یہ دنیاوی چیزیں سب ہیچ ہیں۔

تو یہ جو ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ متقی بنادے اور اللہ کی محبت اور اللہ والوں کی محبت ہمارے قلوب میں اللہ تعالیٰ پیدا فرمادے۔

چونکہ یہ تھر کا علاقہ ہے ویران علاقہ ہے، غربت زدہ علاقہ ہے یہ لوگ کراچی نہیں پہنچ سکتے تو ہم لوگ محنت کر کے یہاں آجاتے ہیں، ان کا فیض

ہمیں مل جاتا ہے اور ہم سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور یہاں جو مشائخ ہیں ان کا فیض ان کو مل جاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ یہی قبول فرمالے تو ہماری نجات کے لئے یہ ہی کافی ہے۔

کل جمعہ میں بھی میں نے ٹنڈو جان محمد میں بیان کیا تھا کہ آج دنیا میں لڑائی جھگڑے، صوبائیت، قومیت، عصبیت کتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ہر شخص کہتا ہے کہ میرا بندہ ہے، یہ میرا وطن ہے، یہ میرا اردو بولنے والا ہے، یہ میرا پشتو بولنے والا ہے، یہ میرا سندھی بولنے والا ہے۔

یاد رکھو! کہ ہم سب جنت سے آئے ہیں اور جنت ہی میں جارہے ہیں کیا دلیل ہے؟ آپ بتائیے کہ جنت کی زبان کیا ہے؟ عربی! محبوب دو عالم ﷺ کی زبان کیا ہے؟ عربی! اللہ کا کلام کس زبان میں ہے؟ عربی! قبر میں سوال و جواب کس زبان میں ہوگا؟ عربی تو معلوم ہوا کہ ہم سب کی اصلی زبان ہی عربی ہے، یہ تو اللہ نے مختلف علاقوں میں پیدا کیا (لتعارفوا) تاکہ پہچان ہو جائے جیسے سندھ میں جب آتے ہیں تو پوچھتے ہیں (تنہنجو نالو چھا آ گی) تمہارا نام کیا ہے، تمہاری ذات کیا ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ یہ سومرو ہے، یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے لیکن ان چیزوں کو ہم لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بنالیں تو یہ غلط ہے، بس اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں اس جمع ہونے کو قبول فرمالے اور اسی عمل کے ذریعے ہماری نجات فرمالے (آمین)

فرمالے (آمین)

فرشتوں میں اللہ تعالیٰ ذکر فرمارہے ہوں گے کہ آج میرے بندوں نے صرف اور صرف خالص میری رضاء کے لئے جنہوں نے آپس میں معانقہ کیا ہے کاش کریم لوگ زندگی میں کبھی ایسے طریقے سے کیا کریں کہ آپس میں معانقہ کریں کہ مسلمان بھائی نے سلام کیا تو کہا کہ بھائی ادھر آؤ تم بھی میرے رشتے دار ہو آدم علیہ السلام کی اولاد ہو (یا بني آدم) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا ہم سب آدم زادے ہیں، پیغمبر زادے ہیں، ہم وہ ڈارون کی تھیوری ''بندر کی اولاد تھے کہ بندر گھسٹ کر چل رہا تھا کہ دم جھڑ گئی'' یہ تو ڈارون کی تھیوری ہے، یہاں تھیوری نہیں ہے، کسی نے حکیم الامت سے کہا کہ حضرت اس کا جواب دیجئے! فرمایا کہ جواب دینے کی کیا ضرورت ہے، ہر شخص کو اپنا شجرہ نسب بیان کرنے کی اجازت ہے، ہمارا شجرہ حضرت آدم علیہ السلام سے ملتا ہے ان کا شجرہ نسب بندر سے ملتا ہے تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کامل بیٹھنا قبول فرمائے تقویٰ والی حیات نصیب فرمائے اور ہم سب کو ولایت کے خط انتہاء تک پہنچادے (آمین)

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم وتب علینا إنک أنت التواب الرحیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین۔